کُلیّاتِ عزیز احسن

فنّی اور فکری جائزہ

رفعت ناصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کُلیّاتِ عزیزؔ احسن
فنّی اور فکری جائزہ

از

رفعت ناصر

انتساب

والدین کے نام

ترتیب

عزیز احسن کی نعتیہ شاعری کا فکری جائزہ

عزیز احسن کی نعتیہ شاعری کے فکری موضوعات

عزیز احسن کی مناقب کا فکری جائزہ

سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

باب سوم:

باب چہارم:

❖❖❖

پیش لفظ

تمام تعریفیں اور شکر اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے، جس کے فضل و کرم اور بے شمار احسانات کے طفیل آج میں اپنے ایم۔فل کے تحقیقی مقالے کو منزل تک پہنچانے کے قابل ہوئی ہوں۔ میں درود وسلام بھیجتی ہوں محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر، یقیناً اللہ تعالیٰ کی عطاؤں کے ساتھ ساتھ، رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خصوصی رحمتیں، میری تعلیمی جدوجہد کو آسانیوں میں بدلنے کا سبب بنتی رہی ہیں اور درِ مدینہ العلم سے تمسک نے میرے قلب و ذہن کو ہمیشہ حصولِ علم سے وابستہ رکھا۔ یہ سطریں تحریر کرتے وقت میرے ذہن میں ایم۔فل میں داخلے سے لے کر، موضوع کے انتخاب اور اس کے بعد کے مراحل، اپنی تحقیقی سرگرمیوں میں مصروفیت اور مشغولیت کا ایک ایک لمحہ گردش کرتا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔ بلاشبہ تحقیق ایک مشقت طلب اور مشکل کام ہے لیکن ساتھ ہی یہ روح افزا اور دل چسپ بھی ہے کیوں کہ مخفی اور پنہاں حقائق کو دریافت کرنا، نامعلوم چیزوں کی حقیقت کا کھوج لگانا اور پوشیدہ اسرار و رموز سے پردہ اٹھانا انسان کے فطری مادہ ءتجسس کا حصہ ہے۔

ایم۔فل اردو کے مقالے کے لیے موضوع کا انتخاب "کلیاتِ عزیز احسن کا فنی اور فکری جائزہ"، میرے نگران ڈاکٹر ریاض مجید کی رہنمائی میں ہوا۔ آج جب میں اس مقالے کو مکمل کر چکی ہوں تو ان مہربان شخصیات کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں جنھوں نے میرے تحقیقی سفر میں میرا بھرپور ساتھ دیا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے اپنے محترم استاد ڈاکٹر ریاض مجید کی بے حد ممنون ہوں جنھوں نے موضوع کے انتخاب سے لے کر مقالے کے تکمیلی مراحل تک ہر قدم پر میری رہنمائی فرمائی۔ اگر ان کی خصوصی توجہ اور حوصلہ افزائی میسر نہ ہوتی تو میرے لیے اس منزلِ مقصود تک پہنچنا ممکن نہ ہوتا۔ میں ان کی نوازشوں کی تہہ دل سے متشکر ہوں۔ مقالے کے تعارفی باب کی

تیاری کے لیے ڈاکٹر عزیز احسن صاحب نے ذاتی معلومات اور اپنی شاعری کے مختلف فکری تناظرات کو سمجھنے میں میری مدد کی۔انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود بروقت میرے سوالات کے تسلی بخش جوابات فراہم کیے۔ڈاکٹر عزیز احسن کے اس تعاون کے لیے بے حد ممنون ہوں۔اس موقع پر میں گورنمنٹ ڈگری کالج گوگیرہ اوکاڑہ کے پروفیسر اللہ دتہ آزاد صاحب کی بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مقالے کی تیاری کے مختلف مراحل میں میری رہنمائی فرمائی۔

میں اپنے والدین کی احسان مند ہوں کہ انہوں نے میری تعلیم و تربیت اس انداز سے کی جو میرے علمی و تحقیقی رجحانات میں اضافے کا سبب بنی۔میرے والدین کی دعائیں ہمیشہ میرے ساتھ رہی ہیں،ایم۔فل کے مرحلے میں بھی ان کی دعاؤں کے باعث مجھے کامیابی نصیب ہوئی۔

میں اپنے تمام اہلِ خانہ کی بھی ممنون ہوں،خاص طور پر اپنے رفیقِ حیات ناصر محمود صاحب کی کہ انہوں نے گھریلو ذمہ داریوں میں میری معاونت کی تاکہ مجھے زیادہ سے زیادہ وقت اپنے تحقیقی کام کے لیے میسر ہو سکے۔میں اپنے بچوں بنتِ فاطمہ،عبدالمعز، عائشہ اور ابوذر کے صبر کی بھی داد دیتی ہوں کہ میری مصروفیت کے باعث وہ میری مکمل توجہ اور محبت و شفقت کا شدت سے انتظار،اور میرے مقالے کی جلد از جلد تکمیل کے لیے دعائیں کرتے رہے۔مقالہ لکھنے کے بعد اس کی کمپوزنگ کا مرحلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور اس دشوار مرحلے میں اگر میرا بھائی میری مدد نہ کرتا تو یہ مقالہ ہرگز پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکتا۔میرے چھوٹے بھائی محمد کامران لطیف کا شکریہ جس نے کمپوزنگ کے تمام مراحل میں میرا ساتھ دیا۔میری بڑی بیٹی بنتِ فاطمہ اور بیٹا عبدالمعز احمد پروف ریڈنگ کے لیے میرے ساتھ رہے اور جس قدر ممکن ہو سکا میری مدد کی۔یہ مقالہ میری طالبِ علمانہ کوشش ہے اس میں کوئی خامی نظر آئے تو یہ میری کم علمی ہے۔بہر حال بہتری کی گنجائش تو ہر حال میں باقی رہتی ہی ہے۔سب سے آخر میں نہایت عاجزی اور انکساری سے عرض کرتی ہوں کہ میں نے یہ مقالہ بہت محنت اور لگن سے مکمل کیا ہے۔مگر بہ تقاضائے بشریت کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو میری رہنمائی فرما دیجیے۔

رفعت ناصر

کُلیّاتِ عزیزؔ احسن
فنّی اور فکری جائزہ

از

رفعت ناصر

باب اول:

ڈاکٹر عزیز احسن، احوال و آثار

خاندانی پس منظر

قریباً سولھویں صدی عیسوی میں یوسف زئی پٹھان قبیلہ کے ایک فرد گھمنڈ خان نے اپنے خاندان کے ساتھ افغانستان سے کسی اور مقام کی طرف ہجرت کی۔ اندازاً موجودہ مردان/صوابی کے درمیان یا ارد گرد ہی وہ علاقہ (موجودہ صوبہ خیبر پختونخواہ میں) تھا، جہاں انہوں نے آ کر رہنا شروع کیا۔

گھمنڈ خان نے اس مقام (موجودہ مردان) پر قلیل عرصہ قیام کیا۔ اور پھر وہاں سے مزید آگے بڑھنے کا ارادہ کیا۔ چناں چہ وہ چَورِیا/ چُورُو (موجودہ صوبہ راجستھان میں) آ کر آباد ہو گئے۔ چورو میں آباد ہونے کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ مغلیہ دورِ حکومت میں پٹھان خاندان کے افراد کو ان کی بہترین کارکردگی اور جنگی خدمات کے اعتراف میں اعزازی طور پر قصبہ چورو عطا کیا گیا۔ اسی لیے پٹھان خاندان کے افراد اس قصبہ چورو کو اپنا فخر مانتے تھے۔ گھمنڈ خاندان کم و بیش اگلی تین نسلوں تک یہیں آباد رہا۔ گھمنڈ خان کا اکلوتا بیٹا محمد خان تھا۔ محمد خان کے بیٹے قائم خان اور دائم خان تھے۔ قائم خان کی کوئی اولاد نہ تھی دائم خان کا ایک ہی بیٹا زندہ رہا، جس کا نام امیر خان رکھا گیا امیر خان کی جوانی اور اس کی شادی تک یہ خاندان چوریا میں ہی مستقل رہائش پذیر تھا۔ چوریا نسبتاً ایک چھوٹا قصبہ تھا، حصول معاش اور وقتی ضروریات کے پیش نظر امیر خان کو اپنے اہل و عیال کے ہمراہ جے پور شہر (صوبہ راجستھان) منتقل ہونا پڑا۔ یوں وہ اپنے آبائی علاقے چورو سے جے پور آ کر رہنے لگے۔ اس وقت جے پور میں ہندو مہاراجہ کی حکومت تھی۔ شجاعت اور دلیری کی صفات امیر خان کو اپنے آباؤ اجداد سے ورثے میں ملی تھیں، لہٰذا امیر خان نے بخوشی

مہاراجہ کے محکمہ پولیس میں ملازمت اختیار کرلی۔ امیر خان نے ہمیشہ دیانتداری اور ایمانداری سے اپنی ملازمت کے فرائض سرانجام دیے۔ جے پور کا ہندو مہاراجہ مذہبِ اسلام اور مسلمانوں سے سخت نفرت کرتا تھا وہ اپنی رعایا کے مسلمان افراد کو طرح طرح سے تکلیفیں دیتا۔ یوں مسلمانوں کو کئی طرح کی سختیوں اور پابندیوں کا سامنا ہوتا۔ انہیں مکمل طور پر اپنے دینی فرائض کی ادائیگی کی بھی اجازت نہ دی جاتی۔ مسلمانوں کی جامع مسجد کے سامنے ایک مندر تعمیر کردیا گیا تھا اور اس کا دروازہ بہت وسیع تھا۔ اس کے سامنے مسجد کا دروازہ بہت معمولی اور چھوٹا تھا۔ اس لیے مسلمانوں نے جامع مسجد کا دروازہ بڑا کرنا چاہا تو حکومت نے اس کی اجازت نہیں دی۔ لیکن مسلمانوں نے جانوں پر کھیل کر دروازہ بڑا کرنے کی کوشش کی۔ عین جمعہ کے دن نماز سے فارغ ہوکر مسلمانوں نے پرانے دروازے کو توڑ کر نیا بڑا دروازہ بنانے کی ابتداء کی تو پولیس نے لاٹھی چارج کردیا۔ بہت سے نمازی زخمی ہوگئے۔ امیر خان نے اس روز روزہ رکھا تھا تاکہ شہادت پائیں تو روزے سے ہوں۔ انھوں نے بھی پولیس پر وہی لاٹھی چلادی جو انھیں ایک سپاہی کی حیثیت سے حکومت نے دی تھی۔ اس پر پولیس نے گولی چلادی اور امیر خان کئی مسلمانوں کے ہمراہ شہادت پاکر زندگیٔ جاوید کے حق دار ٹھہرے۔ جے پور میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی مذہبی دہشت گردی کا یہ واقعہ 1938ء میں پیش آیا تھا۔

امیر خان شہید کے بڑے بیٹے عبدالحمید خان کے ہاں قیامِ پاکستان کے چند روز بعد (31، اگست 1947ء) ہی بیٹے کی ولادت ہوئی۔ بعدازاں مئی 1948ء میں عبدالحمید خان اپنے اہل وعیال کے ہمراہ (میٹھی کھوئی، بنجارہ بستی نزد سورج پول بازار) جے پور سے ہجرت کر کے کراچی آ گئے۔ یہاں آ کر عبدالحمید خان نے پہلے تو مختلف قسم کی تجارت کی پھر لیاقت آباد صرافہ بازار کراچی میں جواہرات کی تجارت کا کاروبار سنبھالا اور کراچی میں ہی وفات پائی۔ عبدالحمید کے بڑے بیٹے عبدالعزیز خان (ڈاکٹر عزیزؔ احسن) اپنے خاندان کے ساتھ کراچی میں مقیم ہیں۔ عبدالعزیز خان آئل اینڈ گیس ڈویلپمنٹ کارپوریشن اسلام آباد سے بطور ڈپٹی چیف انٹرنل آڈیٹر 03 جون 2009ء کو ریٹائر ہو چکے ہیں اور زیادہ تر علمی و ادبی سرگرمیوں میں مصروفِ عمل رہتے ہیں۔

نام: عبدالعزیز خان ولد عبدالحمید خان (یوسف زئی پٹھان)
قلمی نام: عزیزؔ احسن
ولادت: 14 شوال المکرم 1366ھ بمطابق 31 اگست 1947 کو جے پور بھارت۔
(میٹرک کے سرٹیفکیٹ کے مطابق تاریخ پیدائش 4، جون 1949ء ہے)
پاکستان آمد: مئی 1948ء میں جے پور بھارت سے، والدین کے ہمراہ کراچی، پاکستان آئے۔
تعلیم: عزیز احسن نے ابتدائی تعلیم کا آغاز کراچی سے ہی کیا۔
ابتدائی تعلیم: لیاقت آباد ہائی سکول، لیاقت آباد نمبر 10، کراچی سے حاصل کی۔ بعدازاں جماعت پنجم میں گورنمنٹ بوائز ہائی سکول لیاقت آباد نمبر ۴ کراچی میں داخلہ لیا۔
میٹرک: 1966ء فیڈرل اسکول پہلی چورنگی ناظم آباد کراچی۔
بی کام: 1970ء سٹی کامرس کالج (شام) ناظم آباد کراچی۔
فاضل (اردو): 1971ء
فاضل فارسی: 1974ء
ایل۔ایل۔بی: 1978ء (گونمنٹ اسلامیہ لاء کالج، کراچی)
ایم اے: تاریخ اسلام 1985ء (جامعہ کراچی)
ایم فل: اقبالیات: 2008ء علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔
پی۔ایچ۔ڈی: اردو 2012ء، جامعہ کراچی۔
ملازمت: عزیزؔ احسن نے 1968 میں ایسٹ پاکستان انشورنس سوسائٹی میں ملازمت کی۔ پھر سقوط ڈھاکہ کے بعد 1972 میں سندھوا اینڈ کمپنی، چارٹرڈ اکاؤنٹینسی کا کورس کرنے کے لیے تین سال کی آرٹیکل شپ کی۔ اس کے بعد 1975 میں پی۔ایم۔ڈی۔سی (پاکستان معدنی ترقیاتی کارپوریشن) میں ملازمت کی۔ 1981 میں او۔جی۔ڈی۔سی (آئل اینڈ گیس ترقیاتی کارپوریشن اسلام آباد) میں ملازمت اختیار کی اور وہاں سے بطور ڈپٹی چیف انٹرنل آڈیٹر، 3 جون 2009 کو ریٹائر ہو کر اپنے گھر کراچی چلے

آئے۔

ازدواجی زندگی: 7 جنوری 1980ء کو عزیز احسن کی شادی طلعت خورشید (دختر عبدالحمید مغل) سے ہوئی۔ اب وہ بیگم طلعت عزیز خان کہلاتی ہیں۔ طلعت عزیز کا خاندان رواۃ سے آٹھ میل پرے ایک گاؤں بسالی میں آباد تھا۔ عبدالحمید مغل صاحب نیوی میں الیکٹریکل انجینئر تھے اور کراچی میں ہی رہتے تھے۔ طلعت عزیز کا خاندان اب بھی راول پنڈی اور بسالی میں آباد ہے۔

اولاد: عزیز احسن کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔

۱۔ عدیلہ عزیز خان (بیٹی) کراچی۔

عدیلہ عزیز خان ان کی سب سے بڑی بیٹی ہیں۔ کراچی میں ہی رہتی ہیں۔ ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔

۲۔ کرن عزیز خان (بیٹی) ان کی شادی شیخ زاہد فیض سے ہوئی۔

کرن زاہد فیض شوہر اور بچوں کے ساتھ اسکاٹ لینڈ میں مقیم ہیں۔

۳۔ کامران عزیز خان (بیٹا) لندن

کامران عزیز خان لندن میں چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ ہیں۔ ان کی شادی Jane Fanton Kayleigh سے ہوئی۔ Jane Fanton Kayleigh نے شادی سے قبل اسلام قبول کیا اب ان کا نام عالیہ خان ہے۔

۴۔ کنول عزیز خان (بیٹی) نوٹنگھم، انگلینڈ۔

کنول کی شادی شاہد احمد خان سے ہوئی۔ وہ ان دنوں اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ نوٹنگھم، انگلینڈ میں رہائش پذیر ہیں۔

۵۔ فاروق عزیز خان (بیٹا) کراچی

فاروق عزیز خان کراچی میں ہی رہتے ہوئے کاروبار کی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں۔

۶۔ محمد جنید عزیز خان (بیٹا) کراچی

محمد جنید: عزیز خان سب سے چھوٹے بیٹے ہیں۔ ماشاء اللہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر کی حیثیت

سے کراچی میں ہی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی مزید اختصاصی (Specialisation) تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

بہن اور بھائی:

۱۔ شازیہ حمید دختر عبدالحمید خان (ہمشیرہ) اسکاٹ لینڈ

عزیز احسن کی چھوٹی اور اکلوتی بہن ہیں۔

شازیہ حمید کی شادی اظہر سلطان شیخ کیساتھ ہوئی۔ اظہر سلطان شیخ آگرے کے معروف اہلِ قلم ، ایچ ۔ ایچ ۔ امام اکبرآبادی کے نواسے ہیں۔ شازیہ اظہر سلطان کراچی میں شعبہ تعلیم سے وابستہ تھیں۔ بعدازاں انہیں بیرون ملک رہائش اختیار کرنا پڑی۔ تو انھوں نے ملازمت سے ریٹائرمنٹ لے لی۔

۲۔ راشد حمید خان (بھائی) کراچی۔

راشد حمید خان، عزیز احسن کے چھوٹے بھائی ہیں۔

ان کی شادی ثروت جبین سے ہوئی۔ ثروت جبین، طلعت عزیز خان کی سگی بہن ہیں۔ راشد حمید آئی سی آئی پینٹ میں مینجر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں اور کراچی میں رہتے ہیں۔

ڈاکٹر عزیز احسن اپنے بیوی بچوں سے خوش ہیں۔ ان کی بیگم کو لکھنے پڑھنے کا شوق تو نہیں ہے لیکن گھر کو وہ اس طرح چلاتی ہیں جیسے ہیڈ مسٹریس۔ ان کی کتابوں کو پھیلا ہوا دیکھ کر اکثر انہیں ٹوکتی رہتی ہیں۔ لیکن ان کے علمی مشاغل کے لیے انہیں بالکل آزاد چھوڑ رکھا ہے، بلکہ معاونت بھی کرتی ہیں۔ عزیز احسن کی چھوٹی اور اکلوتی بہن شازیہ اظہر سلطان کا ادبی ذوق بہت اچھا ہے۔ وہ اسکاٹ لینڈ کی ادبی محافل میں بھی شرکت کرتی ہیں۔

عزیز احسن دوران ملازمت بھی ادبی سرگرمیوں میں شامل ہوتے تھے۔ لیکن ریٹائر منٹ کے بعد اب مذہبی جذبے سے سرشار ہو کر اس کام سے منسلک ہیں تب ہی ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے پی۔ ایچ۔ ڈی بھی کیا اور متعدد کتب بھی لکھیں۔

تصانیف:

1- اردو نعت اور جدید اسالیب (تنقید) 1998ء
2- تیرے ہی خواب میں رہنا (شعری مجموعہ) 2000ء
3- نعت کی تخلیقی سچائیاں (تنقید) 2003ء
4- کرم ونجات کا سلسلہ (نعتیہ مجموعہ) 2005ء
5- ہنر نازک ہے [مدحِ سرکارِ دوعالم ﷺ کا ہنر نازک ہے] (تنقید) 2007
6- شہپرِ توفیق (نعتیہ مجموعہ) 2009ء
7- نعت کے تنقیدی آفاق (تنقید) 2010ء
8- رموز بیخودی کا فنی وفکری جائزہ مقالہ: ایم۔فل (اقبالیات) 2011ء
9- امید طیبہ رسی (نعتیہ مجموعہ) 2012ء
10- اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ (مقالہ: پی۔ایچ۔ڈی) 2013ء
11- پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر، جولائی 2014ء
12- تعلق بالرسول ﷺ کے تقاضے اور ہم (کتابچہ) 2014ء
13- نعتیہ ادب کے تنقیدی زاویے (تنقیدی مضامین) 2015ء
14- تعلق بالرسول ﷺ کے تقاضے اور ہم (کتابچہ) اشاعت دوم 2018ء
15- حمد ونعت کے معنیاتی زاویے (تنقیدی مضامین) فروری 2018ء
16- نعتیہ شاعری کے شرعی تقاضے، نعت ریسرچ سینٹر، کراچی 2019ء

عزیز احسن کے علمی وتخلیقی سرمائے کی تدوین:

1- ڈاکٹر عزیز احسن اور مطالعاتِ حمد ونعت، مرتبہ: صبیح رحمانی 2015ء
2- ڈاکٹر عزیز احسن کی ادبی تحریریں، مرتبہ: ڈاکٹر شمع افروز 2016
3- کلیاتِ عزیز احسن، مرتبہ: صبیح رحمانی 2017ء

تالیفات:

1- جواہر النعت (نعتیہ انتخاب) 1981ء

2۔ م ص (نعتیہ مجموعہ) فدا خالدی دہلوی 1983ء

3۔ آتش احساس (مجموعۂ غزلیات) فدا خالد دہلوی 1984ء

4۔ خوابوں میں سنہری جالی ہے (نعتیہ مجموعہ) صبیح رحمانی 1997ء

5۔ قصر بلند، یعنی مطالعہ، قرآن، ایچ، ایچ، امام اکبر آبادی، 2001ء

6۔ سبد گل، ایچ، ایچ، امام اکبر آبادی، 2001ء

7۔ بحرِ شناسائی، (فارسی کلام) حضرت سید ظہور الحسنین شاہ ظاہر احسنی، یوسفی تاجیؒ 2014ء

ڈاکٹر عزیز احسن کے فن اور شخصیت پر لکھے جانے والے ایم فل کے مقالے:

1۔ ڈاکٹر عزیز احسن کی نعت شناسی، مقالہ نگار احمد نواز، نگرانِ مقالہ: ڈاکٹر میمونہ سبحانی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد۔ سیشن ۔2015 - 2017 ء (15 ستمبر 2018ء کو سند عطا کی گئی)

2۔ کلیاتِ عزیز احسن کا فکری و فنی جائزہ، مقالہ نگار: رفعت ناز، نگرانِ مقالہ: پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد۔ سیشن 2017۔2019ء (26، ستمبر 2019 کو سند عطا کی گئی)۔۔۔(مقالہ پیشِ نظر)

ادبی سرگرمیاں:

- ڈائریکٹر نعت ریسرچ سنٹر کراچی۔
- نگراں "نعت رنگ" مدیر: سید صبیح رحمانی۔
- معاون مدیر: کتابی سلسلہ "سفیرِ نعت" مرتبہ: آفتاب کریمی، کراچی
- رکن مجلس تحریر و مشاورت: سہ ماہی "فروغ نعت" اٹک۔
- ریڈیو پاکستان، کراچی، عالمی سروس سے 1982 تا 1984 بے شمار کتابوں پر تبصرے نشر کیے۔
- ایک ریڈیو فیچر" امیر خسرو" بھی لکھا جو ریڈیو پر نشر ہونے کے بعد " احباب" کراچی میں شائع ہوا۔

- یہ فیچر ڈاکٹر عزیز احسن کی ادبی تحریریں، مرتبہ: ڈاکٹر شمع افروز 2016ء میں بھی شامل ہے۔
- گاہے بگاہے PTV..Qtv اور T.V Metro One News پر نعتیہ ادب کے حوالے سے ہونے والی گفتگو میں بھی شریک رہے ہیں۔
- Qtv کے مشہور پروگرام " خوشبوئے حسان" کے بیشتر پروگراموں میں نعت گو شعراء کے بارے میں اپنی تنقیدی رائے کا اظہار کیا۔
- نور ٹی وی برمنگھم، برطانیہ کے کچھ علمی و ادبی پروگراموں میں بھی حصہ لیا۔
- روز نامہ جسارت، کراچی کے ادبی صفحات پر ڈاکٹر عزیز احسن کی تحریریں شائع ہوتی رہی ہیں۔ ہفتہ وار شائع ہونے والے " جسارت میگزین میں بھی ادبی موضوعات پر مضامین شائع ہوتے ہیں۔
- نعتیہ موضوعات پر کچھ روز ناموں میں بھی مضامین شائع ہوئے ہیں۔ مثلاً: روز نامہ " نوائے وقت" کراچی۔ روز نامہ" جنگ" کراچی۔ روز نامہ جنگ، راول پنڈی۔
- انجمنِ احبابِ جے پور، کراچی، کے مجلّے " احباب" کے مدیرِ معاون بھی رہے ہیں۔
- عمومی نعتیہ ادبی موضوعات پر کچھ مضامین درجِ ذیل جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں: "احباب"، انجمنِ احبابِ جے پور، کراچی۔ کتابی سلسلہ" مکالمہ" کراچی۔" علم کی روشنی"، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔ دو ماہی " سر بکف"، کراچی۔ سہ ماہی" الزبیر" بہاولپور۔" جامِ نور"، دہلی، بھارت۔" نعت رنگ"، کراچی۔" سفیرِ نعت" کراچی۔" مدحت" (نعتیہ ادب کا کتابی سلسلہ) لاہور۔ ماہنامہ کاروانِ نعت، لاہور۔ مخزن، لاہور، زبان و ادب، شعبہ ء اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد، الاقرباء، اسلام آباد، مجلّہ گورنمنٹ سٹی کالج ،کراچی، " فیض الاسلام" راولپنڈی۔ دبستانِ نعت، سنت کبیر نگر، یو پی ، بھارت۔ اردو ٹائمز، ممبئی، بھارت۔ سہ ماہی " اردو ادب" انجمنِ ترقیِ اردو) ہند(نیو دہلی، بھارت۔ شش ماہی" تحقیق"، شعبہء اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔ رنگِ

ادب،کراچی۔سہ ماہی "ادبیات"،اسلام آباد۔ہفتہ روزہ اخبار "پنجاب پوسٹ" لاہور۔روزنامہ "انقلاب" بھارت۔

- معارفِ رضا،ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی۔
- ماہنامہ ''قومی زبان''، انجمن ترقیٔ اردو پاکستان،کراچی۔

اعزازات:

- اعترافِ خدمات ایوارڈ 2014ء برائے شعبۂ تحقیق و فروغِ نعت۔(بیادشاہ انصار الہٰ آبادی) منجانب: ادبستانِ انصار کراچی، پاکستان۔
- ایوارڈ برائے حسن خدمات،حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کانفرنس،2014ء
- بہترین نقاد ایوارڈ،نعت ریسرچ سینٹر،(لیڈز) برطانیہ،2016ء
- شیلڈ برائے مقالہ (امام احمد رضا کا نعتیہ کلام، حدائق بخشش) نگاری،39ویں امام احمد رضا کانفرنس2019ء،ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان،کراچی۔
- ڈاکٹر عبدالقدیر خان بکس ایوارڈ برائے 2006ء سے 2018ء تک لکھی جانے والی کتب مقالہ برائے پی ایچ ڈی (کتاب: اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ۔ڈاکٹر عزیز احسن)، منجانب: قائدِ اعظم رائٹرز گلڈ پاکستان۔محسن پاکستان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے اپنے دستِ مبارک سے 22 اپریل 2019ء کو ایک تقریب میں یہ ایوارڈ عطا فرمایا۔

ڈاکٹر عزیز احسن کی تنقیدی تصانیف کے مندرجات کا اشاریہ:

اردو نعت اور جدید اسالیب:

ناشر: فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ،اردو بازار کراچی،دسمبر 1998ء

عنوانات:

1۔ نعت کے علمی و ادبی افق
2۔ شعر کے فنی لوازمات
3۔ اردو نعت اور شاعرانہ رویہ

4۔ اردو نعت میں آفاقی قدروں کی تلاش
5۔ نعت اور شعریت
6۔ اردو نعت اور جدید اسالیب (اول)
7۔ اردو نعت اور جدید اسالیب (دوم)
8۔ عاصی کرنالی کا نعتیہ کلام، فن کا طیفِ رواں
9۔ صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری۔ حبِ رسول ﷺ کا جمالیاتی اظہار
10۔ قمر وارثی کے سنگلاخ زمینوں میں نعتیہ شعری تجربے
11۔ شاخِ غزل پہ مدحت کے خوشنما پھول
12۔ جاذب قریشی۔۔۔جدید تر نعتیہ لہجے کا شاعر

نعت کی تخلیقی سچائیاں:

ناشر: نعت ریسرچ سینٹر [اقلیمِ نعت]، کراچی۔
محرم الحرام 1424ھ مطابق: مارچ 2003ء

عنوانات:

1۔ معجزہ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود
2۔ نعت کا مقصدِ تخلیق
3۔ نعت کی تخلیقی سچائیاں
4۔ غالب کی اردو شاعری میں مضامینِ نعت کا فقدان
5۔ ردیفوں کے مثبت استعمال کی تحریک
6۔ "نسبت"۔۔ احساس اور لطافت کا مرقع
7۔ ثنائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
8۔ ارمغانِ حافظ۔۔۔۔۔۔۔ایک جائزہ
9۔ نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں زبان و بیان کی بے احتیاطیاں
10۔ پاکستان میں نعت (نصف صدی کا سفر)

ہنر نازک ہے (مدح سرکارِ دو عالم ﷺ کا ہنر نازک ہے)

ناشر: نعت ریسرچ سینٹر، کراچی۔ رجب 1428ھ مطابق: جولائی 2007ء

عنوانات:

1۔ ایک حمد کا تجزیاتی مطالعہ

2۔ افصح العرب ﷺ کے حضور میں

3۔ مقصودِ کائنات

4۔ فی امامٍ مبین

5۔ کلام رضا میں مناقبِ صحابہ کرام ؓ اور امہات المومنین ؓ

6۔ ولائے رسول ﷺ کے اظہاری زاویے۔۔۔۔ قمر رعینی کی شعری اقدار کا جائزہ

7۔ نعتیہ ادب میں تنقید اور مشکلاتِ تنقید (ایک مطالعہ)

8۔ تیرا وجود الکتاب (ایک مطالعہ)

نعت کے تنقیدی آفاق:

ناشر: نعت ریسرچ سینٹر، کراچی۔۔۔بتعاون: بزمِ یوسفی، کراچی

شوال المکرم 1431ھ مطابق: ستمبر 2010ء

عنوانات:

1۔ اردو کی حمدیہ شاعری میں جدید اسالیب کی دھنک

2۔ مظفر وارثی کا حمدیہ آہنگ

3۔ نعتیہ شاعری میں متنی رشتوں کی تلاش

4۔ تخلیقی ادب اور نعتیہ ادب کی موجودہ صورت حال

5۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید کی نعت شناسی

6۔ اسلوب شناس نعت نگار۔۔ احسان اکبر

7۔ صبا اکبر آبادی کی نعت گوئی

8۔ قلزمِ انوار۔۔۔۔۔۔۔ تخلیق مقاصد کا آئینہ

9۔ جاذب قریشی کا قلمی سفر۔۔۔۔۔ تخلیقِ نعت سے تنقیدِ نعت تک

10۔ قمر وارثی کے ریاضِ فن میں نعتیہ پھولوں کی مہک

11۔ عابد سعید عابد کی نعتیہ شاعری

نعتیہ ادب کے تنقیدی زاویئے (تنقیدی مضامین):

مرتبہ: ڈاکٹر محمد سہیل شفیق، شعبۂ تاریخِ اسلام، جامعہ کراچی

ناشر: نعت ریسرچ سینٹر، کراچی۔2015ء۔۔بتعاون: بزمِ یوسفی، کراچی۔

عنوانات:

1۔ اردو زبان اور نعتیہ ادب

2۔ صنفِ نعت، ادبی اور ثقافتی وَرثہ

3۔ نعتیہ ادب میں تنقید کی اہمیت

4۔ نعتیہ ادب کی تخلیق، تنقید اور تحقیق کے تلازمات

5۔ نعت نگار شعراء کا اظہارِ عجز

6۔ اردو نعت کا ہیئتی مطالعہ۔۔ایک لائقِ تحسین تحقیقی کاوش

7۔ ہماری ملی شاعری میں نعتیہ عناصر۔۔ایک گراں قدر مقالہ

8۔ اقبال کا سفرِ عشقِ رسول ﷺ اور اظہاری مراحل

9۔ کلامِ اقبال میں نعتیہ عناصر

10۔ سرؔو سہارنپوری کی نعت گوئی

11۔ حافظ مظہر الدین کا شعرِ عقیدت۔۔نوائے عاشقانہ

12۔ انور مسعود کا شعرِ عقیدت۔۔باریاب

13۔ توصیف تبسم کا نعتیہ آہنگ۔۔"سلسبیل" کے آئینے میں

14۔ احساسات کی تجسیم۔۔"رسائی روشنی تک"

15۔ مقامات (منظوماتِ حرمین شریفین)

حمد و نعت کے معنیاتی زاویے

ناشر: نعت ریسرچ سینٹر، کراچی 2018ء۔۔۔بتعاون: بزمِ یوسفی، کراچی

عنوانات:

1) شاعری اور مذہب
2) نعتیہ شاعری میں عصری شعور
3) نعت کا تخلیقی سفر
4) نعت اور جدید تنقیدی رجحانات۔۔۔ایک تجزیاتی مطالعہ
5) نعت کی متنی کثیر المعنویت کے مظاہر!
6) قرآنی آیات سے مُزَیَّن شعری متن!
7) حمدیہ آہنگ میں آتشِ عشق کی حرارت!
8) وحدتِ فکر و اظہار کا آئینہ!
9) ثانیء لاثانی......تخلیقی سچائی کا نیّرِ تاباں!
10) رفیع الدین ذکی قریشی کی نعت گوئی
11) ''عطرِ خیال'' کی جاں بخش مہک!
12) چراغ، شاکر القادری کے فکر و فن کا منبعِ نور
13) حاضری اور حضوری کی تخلیقی خوشبو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
14) حیرت و استعجاب اور حاضری کی سرشاری کی شاعری! مدینے سے مدینے تک!
15) مصحفِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم......حکایتِ دلِ امینؔ
16) نعت کی نوریں فضا اور علی رضا کا تخلیقی شعور!
17) نعتیہ و منقبتی رباعیاتِ ایوب گونڈوی
18) ثنائے جلال و جمال کا شعری آئینہ!
19) ''قلزمِ کیف و سرور''......شعرِ عقیدت کی لائقِ تحسین مثال!
20) بشیر حسین ناظم مرحوم کی یاد میں چند معروضات!
21) صبیح رحمانی کی نعت خوانی

22) فلیپ: ''ماہتابِ نبوت''، راوٗر یاض

23) فلیپ...... ''سحابِ نور''

نعتیہ شاعری کے شرعی تقاضے!

عنوانات

☆ قرآنِ پاک میں شعراء کی راست سمتی کے لیے رہنمائی:

☆ لفظ راعنا کے استعمال کی ممانعت:

☆ نبی علیہ السلام سے مُخَاطَبَتْ کے آداب:

☆ حکمِ ''صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

☆ حق بات کہنے کا حکم:

☆ کام میں نفاست کا حکم:

☆ اللہ تعالیٰ کی صنعت میں کوئی کجی نہیں ہے

☆ خلاصہء کلام:

☆ احادیث میں شعری تحسین کے نمونے اور ان کا متنی جائزہ:

☆ قرٰان واحادیث سے اخذِ نتائج

☆ قرآنِ کریم میں مقامِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اظہار:

☆ پیغامِ ربانی کی حفاظت کا اعلان:

☆ پیغامِ ربانی کی تکمیلیت کا اعلان:

☆ قرآنِ کریم کی آیات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کے دلائل بھی مبرہن ہیں۔

☆ نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نبوتِ عامہ کے دلائل پر مبنی آیات:

☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بابت سابقہ کتبِ سماویہ میں پیشگوئیاں:

☆ اہلِ کتاب ومشرکین کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو صادق جاننا:

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کے دلائل:

☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فضیلت وخاتمیت:

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اقارب کا مکلف بشرع ہونا:
☆ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
☆ معجزۂ شق القمر:
☆ نبی علیہ السلام کا خلقِ عظیم واوصافِ حسنہ:
☆ ذکرِ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:
☆ ذکرِ بناتِ رسول اللہ
☆ اہلِ بیت (امہات المؤمنینؓ) کا ذکر:
☆ آپؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زَلَّات اور ان پر فرمانِ الٰہی:
☆ غزواتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:
☆ احادیث کی روشنی میں مقام رسالت کی تفہیم:
☆ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا:
☆ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہء رحمت:
☆ نُبُوَّت کب عطا کی گئی:
☆ شفاعت:
☆ احادیث کی روشنی میں نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دیگر انبیاء پر فضیلت :
☆ نعتیہ شعری متن کی تخلیق کے رجحانات:
☆ نعتیہ ادب اور شرعی معیارات:
☆ ''الفقر و فخری و بہ افتخر''
☆ نبی علیہ السلام سے جھوٹ منسوب کرنا:
☆ ممنوعاتِ نعت
☆ تاریخی استناد کی روشنی میں نعتیہ اشعار کی پرکھ کے اصول:
☆ قرآن کے صریح بیان سے متصادم شاعری کی مثال:
☆ واقعۂ معراج:

ڈاکٹر عزیز احسن کی ادبی تحریریں۔۔مرتبہ:

ڈاکٹر شمع افروز، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ ءاردو، جامعہ کراچی

ناشر: بزمِ تخلیقِ ادب پاکستان، کراچی۔

1۔ شاعری کا جواز

2۔ محاورہ، استعارہ اور علامت

3۔ اقبال اور جمہوریت

4۔ اقبال اور اسلامی ثقافت

5۔ ''شعر شور انگیز''

6۔ رحمان کیانی کی شاعری میں حالی، اکبر اور اقبال کا فکری تسلسل

7۔ ''چھلنی کی پیاس''......ایک مطالعہ

8۔ مکالمات (مکالمہ 5۔۔6 مساوی۔۔مکالمات)

9۔ جدیدیت اور مابعد جدیدیت

10۔ لاکلامی کا فکری میلان

11۔ رومی رحمۃ اللہ علیہ......تصوف اور سلوک!

12۔ منزلِ مقصود

13۔ منہاج العقائد ایک جائزہ

14۔ حضرت امیر خسروؔ و نظامیؒ

15۔ ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی..................................کچھ یادیں، کچھ باتیں!

16۔ ماجد خلیل......ایک منفرد لہجے کا نعت گو!

17۔ حمد و نعت کی کہکشاں کا درخشندہ سیارہ......عارف منصور!

18۔ ایک حمد کا تجزیاتی مطالعہ

19۔ جدید ادب کی سرحدیں

20۔ ہاتھوں میں لے کے تیری محبت کا کوہِ نور

21۔ ''چہار خواب''، تعبیروں کے آئینے میں

22۔ ''چہار خواب''

23۔ قمر جمیل کے خطوط بنام عزیز احسن ...... قمر جمیل

24۔ اُردو ادب میں مابعدِ جدید حسیت ۔۔☆ ترجمہ: ضمیر علی بدایونی / ڈاکٹر عزیز احسن

ڈاکٹر عزیز احسن اور مطالعاتِ حمد و نعت ۔۔ مرتبہ: صبیح رحمانی
ناشر: نعت ریسرچ سینٹر، کراچی

☆ مقدمے، دیباچے، تقاریظ، مضامین............

''عرفانِ ربِ کائنات''

سجاد سخن کا حمدیہ آہنگ اور ''رب العزت''

حمد و ثناء کی گونج ......سراج الدین سراجؔ

شعری تخلیقات یا آئینۂ حال

''تحیت'' کی شعری اقدار پر ایک نظر

کلامِ ریاض الدین سہروردیؒ کے معنوی ابعاد!

نعتیہ ادب کے تنقیدی نقوش

تاثرات (اردو نعت اور تجلیاتِ سیرت)

نعتیہ شاعری میں اصنافِ سخن کی جلوہ سامانیاں

''بہشتِ تضامین'' پر ایک طائرانہ نظر

''متاعِ نور'' پر ایک نظر

نعت میں زندگی کی حرارت اور عصری حسیّت

گفتگو ضروری ہے! (خوابوں میں سنہری جالی ہے)

سچائی کا شعری اظہار (مہکتے حرف)

''قوسین'' پر ایک نظر

''زمزمِ عشق''......حدیثِ دلِ مہجوراں

شاہ انصار الہٰ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیہ شاعری، کیفِ حضوری کی شاعری

عزیزالدین خاکی کا فنِ نعت گوئی

نظرلکھنوی......ایک گمنام، قادرالکلام نعت گو

ادیب رائے پوری اور نذرانۂ اشک

☆نعت رنگ میں شائع ہونے والے شخصی گوشوں پر تبصرے

حمیرا راحت کی دو نعتیہ نظمیں

سید ضیاءالدین نعیم کے نعتیہ اظہاری زاویے!

انور شعور کا شعرِ عقیدت!

اختصاریے........................

اذانِ دیر۔اللہ کی سنت!

نزول

صدائے روح

خیرالبشر ﷺ

آنکھ بنی کشکول

☆ کتابوں پر تبصرے........................

☆اردو میں حمد ومناجات از ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط ☆ صدائے اللہ اکبر حریم ناز میں از طاہر سلطانی ☆ حمد ومناجات (منظوم) ازمنصور ملتانی ☆ خواتین کی حمدیہ شاعری ازغوث میاں ☆ اجمل واکمل از محسن احسان ☆ حرف حرف روشنی از اجمل نقشبندی ☆ خطیب الامم از ریحانہ تبسم فاضلی ☆ شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری ازمحمد سلیم چوہدری ☆ طور سے حرا تک از افسر ماہ پوری ☆ عالم افروز از خالد شفیق ☆ قندیل راحت از احمد شہباز خاور ☆ لم یاتِ نظیرک فی نظر از عنبر بہڑ ایچی ☆ چراغِ مدحت از اعجاز رحمانی ☆ اوصاف ازجمیل ملک ☆ بساطِ عجز از ایم سلیم چشتی ☆ تیری شان جل جلالہ ازمحمد مشرف حسین انجم ☆ سبز گنبد کے خیالوں میں ازمحمد مشرف حسین انجم ☆ جہانِ عقیدت ازعزیز جبران ☆ حبیبی یارسول اللہ ﷺ از عزیزالدین خاکی ☆ حسنِ ازل از خالد محمود ☆ رزقِ ثنا از ریاض حسین چوہدری ☆ سعادت از حسین سحر ☆ شوقِ نیاز از سجاد مرزا

☆طلع البدر علینا از علیم ناصری ☆عکسِ تمنا از مسرور کیفی ☆م صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از غالب عرفان ☆مالکِ ارض وسما از دبستانِ وارثیہ ☆مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از اختر ہوشیار پوری ☆مرا پیمبر عظیم تر ہے از محمد متین خالد ☆نعت نگار از مسرور کیفی ☆از ازل تا ابد از نگار فاروقی ☆انوارِ عقیدت از شہزادؔ احمد ☆تمنائے حضوری از ریاض حسین چودھری ☆توصیف از محمد علی ظہوری ☆ثنائے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عبدالجبار اثر ☆حمد ونعت از سہیل غازی پوری ☆دلِ ریزہ ریزہ از سید طفیل احمد مدنی ☆زبورِ حرم از اقبال عظیم ☆سرودِ نعت از ع س مسلم ☆سوغات از سیرت اکادمی بلوچستان ☆ضیائے ہفت درخشاں از سلیم اختر فارانی ☆عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از حکیم شریف احسن ☆عقیدت از یوسف مرزا ☆عقیدت کا سفر از حمایت علی شاعر ☆کشکولِ ہلال از ہلال جعفری ☆گلشن صلی علیٰ از عظمت اللہ خان ☆محبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی از شفیق مرزا رعفیف طٰہٰ ☆محسن کاکوروی کی نعتیہ شاعری از عبدالنعیم عزیزی ☆نعت رسول خدا از محمد علی اثر ☆نقشِ اولین از زاہد فتح پوری ☆بیاضِ نعتیہ از مولانا حامد حسن قادری ☆تقدیسِ قلم از رشید ساقی ☆تنویر از حسین سحر ☆جہانِ شوق از ابوبکر ناظم ☆رحمتِ نور لم یزل از ضیا انصاری ☆روحِ کونین از عثمان ناعم ☆سوئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از منیر قصوری ☆نغمہء روح از قادری رونق بدایونی ☆وظیفہ از سید عاصم گیلانی ☆ثنا کا موسم از شہزاد مجددی ☆حضوری چاہتی ہوں از پروین جاوید ☆خواتین کی نعتیہ شاعری از غوث میاں ☆سخن نعت از راجا رشید محمود ☆عرضانہ از قاضی فراز احمد ☆ماہِ حرا کلیم عثمانی ☆مثال از منیر سیفی ☆الاحسن ، نعت نمبر ، مفتی محمد زرولی خان و محمد ہمایوں مغل ☆طاقِ حرم از حفیظ تائبؔ رمرتب: محمد نعمان تائب ☆خُلدِ نعت از آصف بشیر چشتی ☆آسمانِ رحمت از اعجاز رحمانی ☆خوشبوتری جوئے کرم از ریاض ندیم نیازی ☆بہشتِ تضامین از حافظ عبدالغفار حافظ ☆تحیَّت از شہزاد مجددی ☆حدیثِ شوق از رشید ساقیؔ ☆فہرستِ کتب خانہء نعت ریسرچ سینٹر از محمد طاہر قریشی ☆صَلّو اعلی الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از مسعود اختر ☆مولودِ منظوم مع انتخابِ نعت ومناقب سیفالمسلول از مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی۔ترتیب: مولانا اُسید الحق محمد عاصم قادری ☆نورالہدیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از ڈاکٹر نثار احمد نثار ☆متاعِ نور۔از حافظ نور احمد قادری ☆بدیع الرضافی مدح المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از میرزا امجد رازی ☆نعت گوئی کا موضوعاتی مطالعہ از ڈاکٹر حبیب

الرحمٰن رحیمی ☆ سلامتی کا سفر از اعجاز رحمانی ☆ عرضِ تمنا از سعید بدر ☆حدِ ادراک سے آگے از رشید امین ☆ رحمتِ عالمین ﷺ از مہر وجدانی ☆عصرِ حاضر کے نعت گو از گوہر ملسیانی ☆نعت شناسی از ڈاکٹر ابوالخیر کشفی مرتبہ: ڈاکٹر داؤد عثمانی ☆ کلیاتِ مظہر مرتبہ ارسلان احمد ارسل ☆اسماء النبی ﷺ پیراہنِ شعر میں / اسماء النبی صدفِ ضمائر میں از ابوالامتیاز ع س مسلم ☆غزل کاسہ بکف از ریاض حسین چودھری ☆سفرِ نعت از جمشید کمبوہ۔

حصہ دوم

عزیزؔ احسن کے بچپن کا گھریلو ماحول:

عزیز احسن کے والد عبدالحمید خان ولد امیر خان کا شعری ذوق بہت اچھا تھا۔ وہ موقع (situation) کے حوالے سے برمحل اشعار پڑھ لیتے تھے۔لیکن شاعر نہیں تھے۔ان کی والدہ کو گھر میں اشعار پڑھنے کا شوق تھا۔ان کا ترنم اچھا تھا۔کبھی کبھی ان کے گھر میں میلاد کی محفل بھی صرف گھر کے افراد کی شرکت سے ہوا کرتی تھی۔جس میں ان کے چچا عبدالوحید خان (مرحوم) ان کی والدہ عائشہ خاتون سگی خالہ اور چچی (زوجہ عبدالسعید خان عم عزیز احسن) شامل ہوتی تھیں۔

ان کے بڑے ماموں جان عبدالحفیظ جے پوری، مرحوم کو فارسی شاعری اور اردو کی تاریخی کتب بالخصوص شاہنامہ اسلام پڑھنے کا شوق تھا۔

شاہنامہ اسلام کی دوسری جلد جس میں غزوات کا ذکر ہے، خالہ رابعہ خاتون کے پاس تھی جو عزیز احسن اکثر ترنم سے پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ان کی والدہ اور خالہ رابعہ خاتون کو محرم میں ذکرِ شہادتین پڑھنے کا شوق تھا۔ وہ اکثر مسدس کے چند بند اور نثر پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ گورنمنٹ بوائز سیکنڈری اسکول، لیاقت آباد نمبر 4، میں پانچویں میں داخلہ لیا تھا۔ وہاں عید میلاد النبی ﷺ کا جلسہ ہوا۔اس میں نعت پڑھنے کے لیے عزیز احسن اور ان کا ہم جماعت سعید ہاشمی (جو معروف نعت خواں ہے) آڈیشن کے لیے گئے لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔تاہم عزیز الٰہی (جو کسی بڑی جماعت کا طالب علم تھا) نے قمر جلالوی کی نعت ۔۔۔۔۔ ع خدا معلوم کیا

لاتے ہیں کیالایانہیں کرتے۔۔۔۔ پڑھی توعزیزاحسن نے صرف ایک بارسن کروہ یادکرلی اورگھرآ کرمن وعن لکھ لی۔ پھروہ نعت اکثر محافل میں عزیزالٰہی کےلحن میں پڑھنے لگے۔بچپن میں کافی عرصے تک یہ شوق رہا۔اس شوق کومہمیز دینے والےان کے ماموں جان عبدالستارجے پوری اور عبدالحفیظ جے پوری تھے۔وہ عزیزاحسن کواکثر محافل میں لے جایا کرتے تھے۔

شاعری کی ابتداء:

عزیزاحسن، آٹھویں جماعت ہی سے کچھ باوزن اور کچھ بے وزن اشعار کہنے لگے تھے۔ان کےاکثر ساتھی انھیں شاعرصاحب کہہ کر پکارتے تھے۔

عزیزاحسن نے 1964ءمیں پہلاشعرکہاتھا۔ ان کا پہلاموزوں شعریہ تھا۔

تو نہ ہو گا تو گلستاں کے لیے
موسمِ گل میں خزاں ہوگی

ابتدائی شاعری کی اصلاح:

عزیزاحسن کے بڑے ماموں جان عبدالحفیظ جے پوری،معمولی درجے کے شاعر تھے۔انہوں نے عزیزاحسن کوابتدائی بےوزن اشعارکو باوزن کرنے کاگُرسکھایا۔بعدازاں عزیزاحسن کےسکول کےایک ساتھی امیرحسن کےوالدجناب حسن احسانی (تلمیذاحسان دانش) کے آگے زانوئے تلمذتہہ کیا۔ پھرحضرت فدا خالدی دہلوی جانشین حضرت بیخود دہلوی (شاگردوجانشین داغ دہلوی)سےاصلاحِ سخن کا سلسلہ قائم ہواجو ان کی وفات تک قائم رہا۔

سکول میں اساتذہ کی حوصلہ افزائی:

عزیزاحسن نے فیڈرل سکول میں آٹھویں جماعت سے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ وہاں محمداحمدنقوی،کوکب شادانی اورسیدسہیل نے اردو پڑھائی تھی۔ محمداحمدنقوی مرحوم شاعرتو نہ تھےلیکن بہت اچھےمقرر تھےاور اردو سے ادبی سطح کی دلچسپی رکھنے والےطلباءکو پسند کرتے

تھے۔ چناں چہ ان کی صحبت سے عزیز احسن کو شعری تخلیقات میں بڑا فائدہ پہنچا۔ کوکب شادانی صاحب اور سید سہیل کا اندازِ ذہن نشینی بھی بہت اچھا تھا۔

پہلا مشاعرہ:

میٹرک کے بعد عزیز احسن نے لیاقت آباد اور اردگرد کی بستیوں میں ہونے والے مشاعروں میں شرکت کرنا شروع کر دی تھی۔ انٹر کے طالب علم تھے تو اردو کالج، بابائے اردو روڈ، کراچی میں مشاعرہ پڑھا اور دوم انعام کے حقدار ٹھہرے یہ انعام انھیں فیض احمد فیض نے اپنے دستِ مبارک سے عطا کیا تھا۔ انعام کے ساتھ انہیں دو شعری کتب بھی ملی تھیں۔ ایک ضیاء جالندھری کی کتاب تھی اور دوسری "صلیبِ غم" عارف عبدالمتین کی کتاب تھی جو اب بھی ان کے کتب خانے کی زینت ہے۔

کالج کا ماحول:

عزیز احسن نے سٹی کالج میں داخلہ لیا تو فرسٹ ائیر اور سیکنڈ ائیر کامرس میں اردو پڑھائی گئی۔ وہ کامرس کے طالب علم تھے لیکن اردو کے ہر استاد سے ان کی طبعی مناسبت کے باعث ان کے قریب ہو جاتے۔ پروفیسر انور خلیل (سابق چیف ایڈیٹر روزنامہ حریت، کراچی) اور پروفیسر وسیم فاضلی صاحب اردو پڑھاتے۔ فاضلی صاحب نے اس قدر توجہ مرکوز کی کہ بی کام پارٹ (ون) میں جب کہ اردو کی تعلیم موقوف ہو گئی تھی۔ فاضلی صاحب کے مشورے سے عزیز احسن نے شعبۂ تجارت میں پہلی بزمِ اردو قائم کی اور عزیز احسن ہی اس بزم کے صدر منتخب ہوئے پھر ان کی ادارت میں "شعور" کے نام سے ایک مجلّہ بھی جاری کیا گیا۔ اس مجلّے میں ان کی ایک طویل نظم بعنوان "سٹی کالج" شائع ہوئی تھی۔ اس نظم کی تخلیق کے دوران میں فاضلی صاحب سے مشاورت رہی اور انہیں وہ نظم اتنی پسند آئی کہ فاضلی صاحب نے اساتذہ کے سامنے خود وہ نظم پڑھ کر سنائی۔ عزیز احسن نے 1970ء میں بی کام کر لیا تھا۔ لیکن کبھی کبھی وہ صرف فاضلی صاحب سے ملاقات کے لیے کالج جایا کرتے تھے پھر جب انہوں نے

"جواہرالنعت" کے نام سے ایک نعتیہ انتخاب مرتب کیا، جس کا مقدمہ عزیز احسن نے خود لکھا تھا۔۔۔۔۔۔فاضلی صاحب نے وہ مقدمہ دیکھ کر انہیں حکم دیا کہ کالج کا مجلّہ "پاکستان نمبر" شائع ہونے والا ہے۔تم پاکستان میں نعت گوئی پر مضمون لکھ دو۔ چناں چہ ان کے حکم کی تعمیل کر دی گئی۔ وہ مجلہ 1983ء میں شائع ہوا۔۔۔۔۔ کالج سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد بھی فاضلی صاحب کی وفات تک عزیز احسن کے ان سے مراسم رہے۔ان کی بیگم مسز ریحانہ تبسم فاضلی صاحبہ (سابق پروفیسر سرسید گرلز کالج، کراچی، کئی کتب کی مصنفہ) ان کی بہن بنی ہوئی ہیں۔ان سے اب تک نیازمندانہ روابط ہیں۔

1970ء-1969ء کے دوران میں انجمن اسلامیہ کے ماہانہ رسالے "انجمن" میں ان کی غزلیں اور نظمیں شائع ہوتی رہیں۔

کالج میں "عزیز جے پوری" کے نام سے شاعری کرتے تھے بعدازاں عزیز صابری کہلائے پھر عزیز احسن ہو گئے۔

زندگی کا یادگار واقعہ:

1969ء میں عزیز احسن سٹی کالج میں بی کام سال اول کے طالب علم تھے۔اسی سال انھوں نے بزمِ ادب قائم کی اور عزیز احسن کو ہی بزم کی صدارت کے لیے منتخب کیا گیا۔تجارت کے شعبے میں یہ پہلا موقع تھا کہ بزم ادب قائم کی گئی تھی۔اس کے افتتاحی اجلاس میں "ادب اور شعور" کے موضوع پر ایک مذاکرہ رکھا گیا تھا۔ پروفیسر وسیم فاضلی مرحوم نے عزیز احسن کو انٹر تک اردو پڑھائی تھی۔ فاضلی صاحب سے عزیز احسن کے مراسم بہت اچھے تھے اس لیے انہوں نے عملاً رہنمائی فرمائی اور پروفیسر مجنوں گورکھپوری اور رئیس امروہوی کو مذاکرے میں مہمان کی حیثیت سے بلانے کا مشورہ دیا۔ بزمِ اردو کے صدر تو عزیز احسن خود تھے لیکن ان کے ساتھ سیکریٹری کی حیثیت سے انٹر کا ایک طالب علم عبدالقادر بھوپالی بھی بزم کے کاموں میں دلچسپی لے رہا تھا۔ وہ دونوں ناظم آباد چار نمبر میں پروفیسر مجنوں گورکھپوری کی قیام گاہ میں حاضر ہوئے انہوں نے جو خط بطور دعوت نامہ لکھا تھا اس پر اپریل 1969ء کے بجائے نومبر لکھ دیا تھا۔ پروفیسر صاحب خط

دیکھتے ہی فرمانے لگے یہ مذاکرہ تو ہو چکا۔دونوں نے کہانہیں جناب اب ہوگا۔

فرمانے لگے تم لوگوں نے جو مہینہ لکھا ہے وہ تو گزر گیا ہے یا چھ ماہ بعد آئے گا! انہیں بڑی شرمندگی ہوئی اور تاریخ درست کر کے اپریل لکھ کر ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ان سے درخواست کی کہ مذاکرے کی صدارت کریں۔لیکن انہوں نے کہا میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شریک ہوجاؤں گا۔رئیس امروہوی صاحب سے درخواست کرلیں۔بہرحال مذاکرہ ہوااور رئیس امروہوی مرحوم نے صدارت کی۔

اس مذاکرے کے اختتام پر جب مہمانوں کو چائے پیش کی گئی تو رئیس امروہوی نے حکم دیا کہ کسی دن مجنوں گورکھپوری صاحب کو ان کے غریب خانے پر لائیں عزیز احسن نے مجنوں صاحب سے حاضری کے لیے وقت لیا اور ایک دن انہیں لے کر رئیس بھائی کے گھر پہنچے۔ دونوں بزرگوں کی گفتگو سنتے رہے۔

رئیس بھائی نے مجنوں صاحب سے ان کے خوابوں کے حوالے سے استفسار کیا تو انہوں نے کہا میں خواب بہت کم دیکھتا ہوں۔پھر مجنوں صاحب نے بتایا کہ ان کے خاندان میں ایک مدت تک یہ رسم قائم رہی کہ جس لڑکی کی شادی ہوتی تھی وہ اپنے قلم سے کتابت کیا ہوا قرآنِ پاک کانسخہ لے جاتی تھی۔۔۔۔۔عزیز احسن کے لیے یہ بات بڑی اہم اور بالکل نئی تھی!!!

اسی محفل میں مرحوم نظیر صدیقی بھی آ گئے تھے۔ان سے عزیز احسن کے مراسم ان کی وفات تک قائم رہے۔اب یہ سب لوگ عالمِ برزخ میں ہیں۔اللہ سب کی مغفرت فرمائے (آمین)!

مذکورہ مذاکرے کے بعد مشاعرہ ہوا جس میں پروفیسر وسیم فاضلی ، ساقی امروہوی، عابد حشری، ماہر القاری، ظریف جبلپوری اور خود عزیز جے پوری نے کلام پیش کیا۔ماہر القادری صاحب سے بھی عزیز احسن کے مراسم اسی زمانے میں قائم ہوئے جو ان کی وفات تک قائم رہے۔ بڑے خُرد نواز بزرگ تھے۔

عزیز احسن کے ہم عصر شعراء کے نام:

عزیز احسن کے عہد کے بزرگ شعراء میں تو بہت سارے نام آتے ہیں۔مثلاً جوش ملیح

آبادی، رئیس امروہوی، ماہر القادری، صبا اکبر آبادی، تابش دہلوی، فدا خالدی، احسان دانش، احمد ندیم قاسمی، جاذب قریشی، انور شعور، نازش حیدری وغیرہم۔ان کے ہم عمر یا کچھ کم عمر ہم عصر شعراء میں جمال احسانی، ثروت حسین، پروین شاکر، نقاش کاظمی، راشد نور، معراج جامی، شاداب احسانی، اجمل سراج، مجید فکری، آفتاب مضطر وغیرہم کے نام آتے ہیں۔

عزیز احسن کے شاگردوں کے نام:

عزیز احسن نے باقاعدہ کسی کو شاگرد نہیں بنایا۔ وقتاً فوقتاً کچھ لوگ شعری معاملات میں ان سے مشورہ کر لیتے ہیں۔ وہ اپنے علم کے مطابق انہیں مشورہ بھی دیتے ہیں۔لیکن شاگرد نہیں بناتے۔

حصہ: سوم

ادبی تناظر میں پوچھے گئے سوالات:

ڈاکٹر عزیز احسن کے تعارف کے سلسلے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے راقمہ نے بذریعہ خطوط کچھ سوالات ادبی تناظر کے حوالے سے پوچھے، تو انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات میں سے وقت نکال کر فوری سوالات کے جوابات ارسال کیے۔ ان کے بھیجے گئے جوابات بعینہٖ قارئین کی خدمت میں پیشِ نظر ہیں۔

س: آپ نعت گوئی کی طرف کب راغب ہوئے؟ کیا آپ نے ابتدا ہی سے شاعری میں نعت کا آغاز کیا؟

ج: میں نے ابتداء میں غزلیں یا نظمیں لکھیں۔ میری شاعری کا آغاز اس وقت ہو گیا تھا جب میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا۔ 1964ء سے میں نے تک بندی شروع

کر دی تھی۔ 1976ء تک میں نے صرف ایک نعتیہ نظم لکھی تھی اور نعتیہ غزل کے چند اشعار کہے تھے۔ نومبر 1976ء کے بعد میں نے غزل کے ساتھ ساتھ نعت بھی لکھنی شروع کی۔ 1995ء میں جب نعت رنگ میں تنقیدی مضامین لکھنے لگا تو پھر صرف حمد، نعت اور مناقب ہی لکھے اور تا حال جب بھی کوئی شعری تحریک ہوتی ہے تو میں صرف حمد، نعت یا منقبت ہی لکھتا ہوں۔

س: نعت میں آپ کے استاد یا وہ شخصیات جن سے آپ زیادہ متاثر ہوئے کون ہیں؟

ج: نعتیہ شاعری بھی میں نے اپنے استاد حضرت فدا خالدی دہلوی جانشینِ بیخود دہلوی ہی کو دکھائی۔ ایک مدت تک ان سے اصلاح لیتا رہا۔ پھر خود ہی اپنے اشعار کو تنقیدی چھلنی سے چھانتا رہا۔ میرے پیرو مرشد سید ظہور الحسنین شاہ احسنی تاجی رحمۃ اللہ علیہ احسن مارہروی کے شاگرد تھے۔ ان سے نہ صرف علی گڑھ یونیورسٹی میں اردو پڑھی تھی بلکہ اپنی شاعری بھی اصلاح کے لیے ان کے حضور پیش کی تھی۔ حضرت نے مجھے حمد و نعت کی تخلیق کی طرف زیادہ متوجہ کیا۔ فدا خالدی دہلوی صاحب سے اصلاحِ شعر کا زمانہ جلد بیت گیا۔ اب تو یہ حال ہے کہ شائع شدہ اشعار میں بھی تبدیلیاں کرتا رہتا ہوں۔

س: اب تک کہی گئیں نعت کے علاوہ کیا مستقبل میں آپ نعت کے حوالے سے کوئی خاص کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں

ج: تخلیقی موڈ تو کبھی کبھی بنتا ہے۔ البتہ تنقیدی یا تحقیقی مضامین مسلسل لکھتا رہتا ہوں۔ بعض کتابوں پر تقاریظ، مقدمات یا دیباچے بھی تحریر کرنے پڑتے ہیں۔ کام جاری ہے۔ ہوسکتا ہے اللہ کی مدد سے کوئی قابلِ ذکر کام بھی میں کر گزروں۔

س: نعت کے موجودہ منظر نامے میں آپ کسی نمایاں تبدیلی کے آرزومند ہیں؟

ج: موجودہ منظر نامے میں نعت گوئی کا خوش گوار پہلو تو یہ ہے کہ جو شعراء غزل، نظم یا دیگر اصناف میں اپنی ایک ساکھ قائم کر چکے ہیں وہ بھی نعتیہ متن سے اشعار کو سجاتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ یہی فضا قائم رہی تو ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں کہ نعتیہ شاعری میں پختہ کلام کا وافر ذخیرہ محفوظ ہوجائے گا اور سکہ بند ناقدین بھی اس صنفِ شریف کو نقد کی کسوٹی

پر پر کھنے کی طرف مائل ہوسکیں گے۔ اس طرح چمنِ نعت میں بہار آ جائے گی۔

س: موجودہ نعت نگاروں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ان میں سے کون کون سے لوگ ایسے ہیں جن سے ہم نعت میں کسی نمایاں اور مثبت فنی تبدیلی کی توقع رکھ سکتے ہیں؟

ج: ویسے تو آج کل ہر موزوں طبع شاعر ،نعت کہنے کی طرف مائل ہے۔لیکن جو لوگ اس صنف کی نزاکت اور موضوع کی حساسیت سے آگاہ ہیں وہ اس مقدس صنف کا حق ادا کرنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں۔ یہ الگ بات کہ ہر شاعر کو نعتیہ شاعری کے حوالے سے اپنا عجزِ اظہار ہی رقم کرنا پڑتا ہے۔صبیح رحمانی، ریاض مجید، خورشید رضوی، قمر وارثی اور چند دیگر شعراء سے یہ توقع وابستہ کی جاسکتی ہے کہ اس فن میں مثبت اور خوش گوار تبدیلیاں لاسکیں گے۔ان شاءاللہ!

س: معروف نعت خوانوں نے نعت کو عام کرنے کے لیے جو کچھ کیا ہے کیا آپ اس سے مطمئن ہیں کیا انہوں نے فنی طور پر نعت کے احترام میں کمی پیدا کی ہے،موجودہ نعت کا بڑا حصہ غزل کی ہیئت میں لکھا جا رہا ہے،اس حوالے سے آپ کی کیا رائے ہے؟

ج: نعت خوانی کے لیے موزوں شاعری زیادہ تر نعتیہ غزل ہی کی ہوتی ہے۔صرف مظفر وارثی مرحوم ایک ایسے شاعر تھے جو نظم پڑھ کر بھی مشاعرے لوٹ لیتے تھے۔نعت خوانوں میں باشعور افراد کی دن بہ دن کمی محسوس کی جا رہی ہے۔زیادہ تر لوگ ہاتھ نچا کر اور نعرے لگوا کر سامعین کی جیبوں سے نوٹ نکلوا لیتے ہیں۔فن شناس شعراء کی نعتیں محافل میں بہت کم پڑھی جاتی ہیں۔نعت خواں سستی جذباتیت سے مملو اشعار پڑھ پڑھ کر داد اور نوٹ سمیٹتے ہیں۔

س: نئے نعت نگاروں کے لیے آپ کیا پیغام دیتے ہیں؟

ج: نئے نعت نگاروں کو اچھی شاعری خوب پڑھنی چاہیے۔نعت لکھنے کے لیے تھوڑی بہت قرآن و حدیث سے بھی روشنی لینی چاہیے۔نعت لکھنے کے لیے عوامی چلن کی طرف دھیان دینے کے بجائے معیاری کلام کی تخلیق پر زور دینا چاہیے۔خلوص کے بغیر نعت کا ایک شعر بھی نہیں لکھنا چاہیے۔اخلاص سے تہی ہو تو کوئی عبادت قبول ہوتی ہے اور

نہ ہی کوئی شعری تخلیق۔

س: نعت کے حوالے سے آپ کا حلقۂ احباب کیا ہے؟

ج: میں نعتیہ شاعری کے میدان میں تنقیدی سرگرمیوں سے زیادہ سروکار رکھتا ہوں۔ میری تحریریں میرے تعارف کے لیے کافی ہیں۔ حلقہء احباب بہت زیادہ وسیع نہیں ہے۔لیکن نعت رنگ سے وابستگی کے باعث مجھے ملک اور ملک سے باہر کے بیشتر شعراء اور ادباء اپنی محبتوں سے نوازتے رہتے ہیں۔ میری حمد و نعت اور نثری تحریریں پاکستان اور بھارت کے مختلف رسائل و اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ نام لکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ چند نام لکھنے سے بات بھی نہیں بنے گی۔ اس لیے صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ جو شاعر بھی سنجیدگی سے حمد و نعت کہہ رہا ہے اور جس کی شاعری اور سرگرمیوں سے خلوص ٹپکتا ہے وہ میرا پیارا ہے۔ میرے دل کے قریب ہے۔ اپنا اپنا سا لگتا ہے۔

س: آج کے نوجوان شعراء سے کیا امیدیں وابستہ ہیں؟

ج: نوجوان شعراء میں جن کی توجہ اپنے مشاہدے، علم اور تخلیقی صلاحیت کی بڑھوتری کے لیے حالی کے مصرعے کے مصداق ہے

یعنی۔۔۔۔۔ع ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں

صرف وہ ہی ادب کی کچھ خدمت انجام دے سکتے ہیں اور ایسے ہی نوجوانوں سے کچھ امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں۔ بقیہ لوگ تو دو چار گام چل کر یا تو تھک جائیں گے یا ادبی سطح پر جھک مارتے مارتے گزر جائیں گے۔

س: آپ کی نظر میں اردو زبان کا مستقبل کیا ہے؟

ج۔ زبانیں فطری انداز سے جنم لیتی ہیں اور فطری انداز سے بڑھتی اور پھولتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی زبان کو برقرار رکھنے کے لیے اس کے فروغ کا بندوبست خود فرماتے ہیں۔ اردو بھی ان شاء اللہ قائم رہے گی۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مرحوم نے ایک کانووکیشن میں فرمایا تھا کہ اردو میں مذہبی ادب، بشمول عربی، ہر زبان سے زیادہ

ہے۔اور یہ بات مسلم ہے کہ دین سے منسلک ہوکر کوئی حرف کبھی مرتا نہیں۔سوار دو بھی اپنی مذہبی اقدار کے تحفظ کے حوالے سے زندہ رہے گی۔۔۔۔۔۔۔ ان شاءاللہ!

س: نعت کے حوالے سے پاکستان میں کتنا کام ہو رہا ہے؟

ج: آپ کے سوال کے کئی پہلو ہیں مثلاً نعت نویسی، نعت پر تحقیق، نعت پر تنقید، نعت خوانی۔علاوہ ازیں نعتیہ ادب کے فروغ کے لیے کتابی سلسلوں یا رسائل کی اشاعت وغیرہ وغیرہ۔میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ اپریل 1995ء میں صبیح رحمانی کی ادارت میں" نعت رنگ" نکلا تھا جس میں نعتیہ ادب کو تنقیدی معیارات کی روشنی میں پرکھنے کی ابتداء کی تھی۔الحمدللہ! اس اقدام کے طفیل نہ صرف نعتیہ ادب میں تنقیدی سرگرمیاں بڑھیں بلکہ بہت سارے رسائل و جرائد اور کتابی سلسلے منصۂ شہود پر آ گئے۔نعت پر تحقیقی مقالے بہت سے لکھے گئے ہیں۔میں تفصیل میں اس لیے نہیں جانا چاہتا کہ اگر کسی کا نام رہ گیا تو میری نیت پر شک کیا جائے گا۔۔۔۔۔۔اور اگر میں نے سارے نام لکھ دیے تو پختہ اور خام کاوشوں کو علیحدہ علیحدہ دکھانا ممکن نہیں ہو گا۔بہر حال اتنا ضرور عرض کردوں کہ جن لوگوں نے خلوص سے کام شروع کیا ہے اور اپنی کاوشوں کو انا کے تحت نہیں رکھا ہے بلکہ اپنی صلاح احوال کے لیے بھی تیار رہے ہیں۔وہ آج بھی کامیاب ہیں اور ان شاء اللہ آئندہ بھی کامیاب و کامران ہوں گے۔نعتیہ شعری مجموعے جس تسلسل اور عددی برتری کے ساتھ آج کل شائع کیے جا رہے ہیں اب سے پہلے اتنی بڑی تعداد میں کبھی بھی شائع نہیں ہوئے تھے۔

س: آپ نوجوان شاعروں کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

ج: شاعری بڑا جان لیوا فن ہے۔یہ دوسرے نمبر پر آنے والوں کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ پہلے نمبر پر آنے کی کوشش کرنے والے چاہے اول نہ آ سکیں پھر بھی زندہ رہتے ہیں۔ اس لیے شاعر کا آدرش بلند ہونا چاہیے۔مطالعہ، مشاہدہ، مشق اور احساسات کی تجسیم کی بھرپور کوشش ہی تخلیقی میدان میں کامیابی کی ضمانت ہے کسی نے کہا تھا

ع۔۔۔ کم کہو، اپنا کہو، اچھا کہو

اس پر عمل کرنے سے، فن کی دنیا میں، کچھ نہ کچھ روشنی پیدا ہو سکتی ہے۔ نو جوان شعراء اگر میری ان باتوں پر توجہ دیں تو ان شاء اللہ کچھ نہ کچھ بہتر تخلیقات پیش کر سکیں گے۔

حصہ: چہارم

اخباری انٹرویو

عزیز احسن کا ایک انٹرویو روزنامہ جنگ میں بدھ 31 مئی 2017ء کو چھپا۔ انٹرویو میں کیے گئے سوالات و جوابات ہو بہو پیش کیے جاتے ہیں۔

س: وہ کیا محرکات تھے، جنھوں نے آپ کو شعر و ادب کی طرف راغب کیا؟

ج: میرے والد صاحب، شاعر تو نہیں تھے لیکن موقع بہ موقع، برمحل اشعار پڑھ دیا کرتے تھے۔ میری والدہ کا بھی شعری ذوق اچھا تھا۔ میرے بڑے ماموں عبدالحفیظ جے پوری، شاعری کرتے تھے۔ ان کے مطالعے میں شاہنامہ اسلام بھی رہتی تھی۔ میری خالہ رابعہ خاتون نے شاہنامہ اسلام کی دوسری جلد ان سے مستعار لے لی تھی جسے میں لحن سے پڑھ پڑھ کر سنایا کرتا تھا۔ پھر مجھے نعتیں پڑھنے کا شوق ہو گیا۔ میں اکثر محافل میں نعتیں پڑھتا تھا۔ آٹھویں کلاس میں آیا تو میں نے باقاعدہ شعر کہنا شروع کر دیا۔ سکول میں میرے استاد محمد احمد نقوی صاحب نے میری شعر گوئی کو سراہا۔ سٹی کامرس کالج کی ادبی سوسائٹی کا صدر بھی میں ہی منتخب ہو گیا۔ پروفیسر وسیم فاضلی صاحب کی حوصلہ افزائی سے شعر گوئی میں روز افزوں اضافہ ہی ہوتا گیا۔

س: کن اساتذہ سے اکتسابِ فیض کیا؟

ج: میرے بڑے ماموں جان ہی نے میری ابتدائی شاعری پر اصلاح دی۔ بعد ازاں میرے سکول کے ساتھی امیر حسن کے والد گرامی حضرت حسن احسانی مراد آبادی تلمیذ احسان دانش سے اصلاح لی۔ پھر استاد الاساتذہ حضرت فدا خالدی دہلوی تلمیذ و جانشینِ بیخود دہلوی سے نکاتِ شعر و سخن سیکھنے کی کوشش کی۔

س: دوسرے شعراء کی طرح آپ نے بھی غزل سے ابتداء کی ہوگی، پھر نعت کی طرف کیسے آئے؟

ج: نعتیں پڑھنے کا شوق تھا تو ابتداء ہی سے ایک آدھ شعر نعت کا بھی کہہ لیا۔لیکن غزل کی جانب زیادہ توجہ رہی۔ 1976ء میں جذباتی حادثے سے دو چار ہوکر اچانک ایک نعتیہ قطعہ ہوگیا جو اسی دن ایک نعتیہ نشست میں پڑھ دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مدح کب تک شہِ کونین شنیدہ لکھوں
کاش وہ وقت بھی آئے کہ میں دیدہ لکھوں
فہمِ قرآن کی توفیق مُیسر ہو اگر
میں بھی سرکار دو عالم کا قصیدہ لکھوں

بعد میں پوری نعت ہوگئی۔ پھر غزل اور کبھی نعت کہنے کا سلسلہ رہا۔لیکن 1981ء میں جب میں نے ایک نعتیہ انتخاب "جواہر النعت" مرتب کیا اور اس کی پذیرائی ہوئی تو نعتیہ شاعری کی شرح بڑھ گئی۔ جواہر النعت میں، میں نے مقدمہ لکھا تھا۔اس کی پسندیدگی کا یہ عالم میں بھول نہیں سکتا کہ آپ کے اخبار [جنگ کراچی] میں تبصرے کے لیے کتاب دی گئی تو چند دن بعد 7 جون 1982ء کی اشاعت میں اس مقدمے کو شامل اشاعت پایا۔اس پذیرائی پر میں جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں کم ہے۔ 1995ء میں نعت رنگ میں نعتیہ ادب میں تنقیدی سلسلہ شروع ہوا تو اس میں میرا مضمون" نعتِ نبی ﷺ میں زبان و بیان کی بے احتیاطیاں" شائع ہوا تو پروفیسر ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتحپوری اور دیگر اہل علم نے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ پھر تو نعت کی تنقید کے ساتھ ساتھ نعت کی تخلیقی سرگرمیاں بھی بڑھتی چلی گئیں۔ او۔جی۔ڈی۔سی۔(جہاں میں ملازم تھا) کے ماہنامہ "خبرنامہ" میں اس کے ایڈیٹر حفیظ رضوانی صاحب نے ہر ماہ نعت کا تقاضا کیا اور اس طرح ان کی فرمائش پر نعتیں لکھتے لکھتے بس یہی عادت پڑ گئی کہ جب بھی شعر کہنے کا موڈ بنا نعت ہوگئی۔

س: نثر نگاری کی طرف رجوع ہونے کی بنیادی وجہ؟

ج: بچپن ہی سے نسیم حجازی کے ناول پڑھنے کا شوق تھا۔اخبار بینی بھی مستقل تھی۔ بچوں

کے صفحات میں کہانیاں آتی تھیں وہ بھی شوق سے پڑھتا تھا۔اس طرح نثر لکھنے کی بھی ترغیب ملی۔ 1975ء میں، میں P.M.D.C (پاکستان معدنی ترقیاتی کارپوریشن) کے آڈٹ ڈپارٹمنٹ میں ملازم ہوا تو مجھے گھر سے دور مختلف جگہوں پر آڈٹ کے لیے جانا پڑا۔اپریل 1976ء میں اسی سلسلے میں گلگت اور ہنزہ بھی جانا ہوا۔گھر والوں سے دور رہنے کی وجہ سے میں home sick ہو گیا تھا۔اس لیے روزانہ ایک خط لکھتا تھا۔ان خطوط میں اپنے سفر اور گھر سے دوری کے احساس کو زیادہ سے زیادہ نثری جامہ پہنانے کی کوشش کرتا تھا۔

اس زمانے میں مختار مسعود کی " آوازِ دوست" بار بار پڑھتا اور اس کی نقل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔اس طرح نثر کی طرف پیش رفت ہوتی رہی۔ اِس وقت میری نثری کتب زیادہ ہیں، شاعری کی کم۔یہ الگ بات کہ تخلیقی نثر لکھنے کے بجائے، تنقیدی اور تحقیقی نثر لکھتا ہوں۔

س: کیا آپ نعت کو صنف تسلیم کرتے ہیں؟

ج: اصناف شاعری دو قسم کی ہیں۔ایک ہیئت کے اعتبار سے صنف بنتی ہے غزل، قصیدہ، مسدس، مخمس، رباعی، قطعہ، مثنوی، ثلاثی، ہائیکو، ماہیہ۔ آزاد نظم، نظمِ معریٰ، نثری شاعری وغیرہ وغیرہ۔شاعری کی دوسری قسم موضوعاتی حوالے سے اپنی شناخت رکھتی ہے۔جیسے حمد، نعت، مرثیہ، ملی نغمہ، گیت وغیرہ وغیرہ۔نعت ایک موضوعاتی صنفِ سخن ہے۔تمام اصنافِ سخن میں نعت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہئیتی اصناف میں سے ہر ایک ہئیت میں نعتیہ اشعار کہے جاتے ہیں۔نعتیہ غزلیں، نعتیہ نظمیں، نعتیہ مسدس، آزاد نظم میں نعت ------ غرض ہر ھئیت میں نعت کہی جاتی رہی ہے۔آج نعت کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے۔اس لیے اگر کوئی نعت کو صنفِ سخن نہیں مانتا تو وہ علمی بونا اور ادبی چھٹ بھیا تو ہو سکتا ہے کوئی معقول اور پڑھا لکھا انسان نہیں ہو سکتا۔

س: نعت جس احتیاط کا تقاضا کرتی ہے، کیا موجودہ نعت گو اس پر پورے اترتے ہیں؟

ج: تخلیقِ نعت میں شعر گوئی کی صلاحیت اور نعتیہ مضامین باندھنے کی اہلیت، دونوں

درکار رہیں۔سیلِ عقیدت میں بہنے والے شعراء اکثر متن (text) کی بنت میں غلطیاں کر جاتے ہیں۔لیکن بالقصد نعت کہنے والے ہوش مند شعراء نعتیہ متن کو شریعت کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی بھر کوشش کرتے ہیں۔رہا سوال یہ کہ موجودہ عہد کے شعراء نعت میں کس حد تک محتاط ہیں؟ ۔۔۔۔۔ تو یہ عرض ہے کہ نعت گوئی کا چلن عام ہونے کے باعث تقریباً ہر موزوں طبع شخص نعت کہنے کی بھی کوشش کر رہا ہے۔ظاہر ہے ہر موزوں طبع شخص نعت کے تقاضے کماحقہٗ ادا نہیں کر پاتا،اس لیے اغلاط کی شرح بھی بڑھتی جارہی ہے۔لیکن اچھی بات یہ ہے کہ اب "نعت رنگ" کے اجراء کے بعد سے نعتیہ ادب میں تنقید کو بھی فروغ مل رہا ہے۔اس طرح زبان و بیان اور شرعی معاملات سے شعراء کو آگاہ کرنے کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔

یہ الگ بات کہ بقول جگر مرادآبادی:

پھول کھلے ہیں گلشن گلشن
لیکن اپنا اپنا دامن

یعنی شعراء اپنے ظرف کے مطابق ہی اصلاحی نکات سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔

س: نعت،عقیدت کا معاملہ ہے،کیا اس میں تنقید کی گنجائش ہے؟

ج: عقیدت اگر نبی علیہ السلام سے ہے تو نبی علیہ السلام سے عقیدت کے اظہار کا طریقہ بھی قرآن و سنت کی تعلیمات ہی سے سیکھا جائے گا۔نعت پر تنقید اللہ اور رسول ﷺ دونوں کی سنت ہے۔اللہ تعالیٰ نے سورہ البقرہ کی آیت 104 میں لفظ راعنا کے استعمال کو ممنوع قرار دیا۔کیوں کہ یہودی اس لفظ کو اس طرح استعمال کرتے تھے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کا پہلو نکلتا تھا۔اس لفظ کا اصل مفہوم تو یہ تھا کہ" ذرا ہماری رعایت فرمایئے" مگر یہودی،زبان مروڑ کر اس لفظ کو" راعینا" بنا لیا کرتے تھے جس کا مطلب" اے ہمارے چرواہے" ہوتا تھا۔مجلسی آداب کے لحاظ سے یہ لفظ عام بولا جاتا تھا۔صحابہ کرامؓ اس لفظ کو صحیح تناظر میں بڑے ادب آداب کے

ساتھ استعمال کرتے تھے،لیکن چوں کہ یہودی اپنی بد باطنی کے باعث اس لفظ میں توہینِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلو نکال لیتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطبت کے لیے اس لفظ کے استعمال کی ممانعت فرمادی۔ اب اگر کوئی مسلمان نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے اس لفظ کو استعمال کر لے تو وہ کافر ہوجائے گا۔ معانی کے اعتبار سے چاہے اس کے ذہن میں اس لفظ کے کتنے ہی اچھے معنی کیوں نہ ہوں۔ اسی طرح سورۂ حجرات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطبت کا طریقہ یہ بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے تمہاری آواز بلند نہیں ہونی چاہیے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے تمہاری آواز بلند ہوگئی تو تمہارے اعمال غارت ہو جائیں گے۔ اسی طرح کے اور احکام بھی دیئے۔ تو نعت گو، یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہء مبارک پر حاضر ہونے والا زائر، ان آداب سے واقف نہ ہو اور اپنی آواز بلند کر لے تو بتایئے اس کے اعمال حبط نہ ہو جائیں گے؟ نعت کی تنقید میں قرآنِ کریم کا یہ اصول سامنے رکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ ایسے الفاظ جن کے اچھے اور برے، دونوں طرح کے معنی نکلتے ہوں، ان کا ترک لازمی ہے۔

میں نے ایک بزرگ کی شاعری پڑھی جن کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ انہوں نے بڑی محبت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو" میٹھے نبی" کہا۔ میں نے کہا میٹھے کا لفظ بے جان اشیاء کے لیے مناسب ہے۔ انسانوں کو میٹھا کہنے میں ذم کا پہلو ہے۔ لغات سے اس کے منفی معانی بھی بتائے جو مثبت معانی سے زیادہ تھے۔لیکن اب تک تو کوئی اثر ہوا نہیں۔

بہر حال میرا کام صرف نشاندہی کرنا ہے۔تنقید کے ضمن میں، قرآنِ کریم کا حوالہ تو آپ کو معلوم ہو گیا۔ اب دیکھیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت کعب بن زُہیرؓ نے قصیدہ پیش کیا اور کہا:

ان الرسول لنور یستضا ء به

وصارم من سیوف الهند مسلول

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نور ہیں جن سے اجالا حاصل کیا جاتا ہے، اور وہ نور ایک

مضبوط ہندی فولاد کی بے نیام تلوار کے مانند ہے"

جب شاعر نے " سیوف الھند " کہا تو حضور ﷺ نے اصلاح فرمائی " سیوف اللہ " کہو۔ یہ تنقیدی نکتہ حضور اکرم ﷺ کی عطا ہے۔ اس واقعے کا ذکر علامہ اقبال نے اپنی مثنوی " رموزِ بیخودی " میں بھی کیا ہے۔

اسی طرح بعض جاہلیت کے شعراء کے کلام کو بھی حضور اکرم ﷺ نے متن (text) کی خوبی کی وجہ سے سراہا۔

بلوغ الارب میں لکھا ہے کہ عنترہ بن شداد العبسی کے اشعار، حضورِ اکرم نے سماعت فرما کر اس سے ملنے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ جس شعر کو بہت پسند فرمایا اس کا مفہوم یہ تھا۔

ترجمہ: میں دن بھر بھوکوں گزار لیتا ہوں اور رات بھی، کھا تا اس وقت ہوں جب عزت کی روٹی ملے۔

اس پر رسول ﷺ نے فرمایا: ایسا کوئی بدوی نہیں ہے جس کے اوصاف میرے سامنے بیان کیے گئے ہوں اور مجھے اس کے دیکھنے کی خواہش ہوئی ہو، سوا عنترہ کے۔

عنترہ کے شعر میں حلال رزق اور عزت کی روٹی کمانے کی طرف جو اشارہ ہے وہ عین اسلامی تعلیم کے مطابق ہے اس لیے حضور اکرم ﷺ نے اس کے اشعار پسند بھی فرمائے اور اس کی فکر کی تعریف فرماتے ہوئے اس سے ملاقات کی خواہش بھی ظاہر کی۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سب سے زیادہ سچا کلام جو شاعروں نے کہا لبید کا یہ مصرع ہے۔۔۔

حق تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے معدوم ہے (یعنی فنا ہونے والا ہے) اور امیہ بن ابی الصلت شاعر تو قریب تھا کہ مسلمان ہو جائے!

پھر مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد جب مشرکین نے آپ کی شان میں ہجو گوئی کا آغاز کیا تو آپ نے بہت سے شعراء میں سے حضرت حسانؓ کا انتخاب کیا جو ہجو کا جواب دیتے تھے۔ آپ نے ان کی اتنی عزت افزائی فرمائی کہ ایک منبر عطا فرمایا تا کہ اس پر کھڑے ہو کر وہ آپ کی شان میں اشعار پڑھیں۔

ان تمام نظائر کی روشنی میں، مدحت گزارانِ نبیؐ، تنقیدی نظر پیدا کر سکتے ہیں۔

اس تمام گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمانوں کو عقیدت کے اظہار میں بھی من مانی باتیں کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے نعت میں تنقید کا جواز معلوم کرنے والوں کو یہ بتانا ضروری ہے کہ نعت پر بحیثیت موضوع کوئی تنقید نہیں ہوتی ہے۔ ہاں شاعر کے اشعار پر تنقید ہوتی ہے جس کا اظہار اللہ کے احکامات اور رسول ﷺ کے فرمودات کی روشنی میں، نعت کے ہر سامع پر لازم ہے۔ یہ موضوع اتنا وسیع ہے کہ اس پر گفتگو کی جائے تو تمام وقت اسی ایک نکتے کی تشریحات اور توضیحات میں صرف ہو جائے گا۔ میں نے اس موضوع پر اپنے پی۔ایچ۔ڈی کے مقالے میں بھی تفصیلی بات کی ہے اور ایک الگ مضمون "مدحتِ مصطفیٰ ﷺ کے متنی تقاضے" میں بھی چند نکات پیش کر دیے ہیں۔

س: نعت کے محرکات میں کن عوامل کا کردار بنیادی ہے؟

ج: نعت کہنے کا محرک تو جذبۂ حبِ رسول ﷺ ہی ہے۔ محبت نہ ہو تو شعر گوئی ممکن ہی نہیں ہے۔ غزل بھی مجازی محبوب کی یاد کی شدت ہی کہلواتی ہے۔ یہی شدت اگر حُبِّ نبیؐ کے لیے محسوس کی جائے تو نعت کہنے کی توفیق ملتی ہے۔ ویسے آج کل چوں کہ نعتیہ مشاعرے بہت ہوتے ہیں اور ذرائع ابلاغ میں بھی نعت کا علم بلند کیا جاتا ہے اس لیے مشاق شعراء ریڈیو، ٹی۔وی، رسائل اور اخبارات میں اپنا نام دیکھنے کے لیے بھی نعت لکھ دیتے ہیں۔ پھر مذہبی امور کی وزارت کی جانب سے انعامات حاصل کرنے کی غرض سے بھی نعتیہ مجموعے تیار کیے جاتے ہیں۔لیکن کلام سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس میں اخلاص کی خوشبو کتنی ہے؟ مناسب یہی ہے کہ شعراء کو نعت کہنے کے لیے اخلاص کا مشورہ بھی دیا جائے اور نعت کہتے ہوئے اپنی زندگی کو حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں سنوارنے کی طرف بھی مائل کیا جائے۔

س: موجودہ دور کو فروغِ نعت کا زریں دور کہا جاتا ہے، کیا آپ کو اس سے اتفاق ہے؟

ج: جی ہاں۔ صد فی صد اتفاق ہے۔ نعت تو اردو زبان کی ابتدائی شعری کاوشوں میں بھی جلوہ آراء رہی ہے لیکن مقدار اور معیار کے اعتبار سے آج کی نعت زیادہ بھی ہے اور

عمدہ بھی ہے۔ کیوں کہ آج نعت پر با قاعدہ تنقید کا دروازہ کھل چکا ہے۔

س: فروغِ حمد ونعت کے لیے کون لوگ اور کون سے ادارے زیادہ فعال اور متحرک ہیں؟

ج: دیکھیے پورے پاکستان بلکہ ہندوستان میں بھی بہت سارے ادارے اس کام میں مشغول ہیں۔ بعض ادارے با قاعدہ کتابی سلسلے بھی جاری کیے ہوئے ہیں۔ بعض رسائل بھی نکل رہے ہیں۔ کراچی، لاہور، فیصل آباد، اسلام آباد، اٹک، سرگودھا، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، حیدرآباد، پشاور، کوئٹہ وغیرہ وغیرہ ہر شہر میں نعتیہ مشاعرے ہوتے ہیں اور نعتیہ ادب کے حوالے سے کچھ مجلّے بھی شائع کیے جاتے ہیں۔ میں اس موقع پر اگر کسی ایک بزم، ایک ادارے یا ایک مجلّے کا ذکر کروں گا تو جس ادارے، بزم، یا مجلّے کا ذکر نہیں ہو سکا، میری نیت پر شبہ کرے گا۔ اس لیے یہ سمجھ لیجیے کہ جو بھی خلوص سے کام کر رہا ہے وہ قابلِ ذکر ہے۔

س: حمد ونعت پر جو تخلیقی ادب سامنے آ رہا ہے، کیا وہ حوصلہ افزا عمل ہے یا کسی حوالے سے اصلاح اور تنقیدی عمل ضروری ہے؟

ج: یہ بات ہمیشہ پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ ہر بات، ہر قول، ہر نثر پارہ اور ہر شعر، وجود میں آنے کے بعد نقد کے مرحلے سے گزرتا ہے۔ آپ کوئی ایسا لفظ گھر میں بول دیتے ہیں جو منفی معانی رکھتا ہے تو وہاں پکڑ ہو جاتی ہے۔ کسی کا قول پیش کرتے ہیں اور صحت کے ساتھ پیش نہیں کرتے تو اس کی اصلاح کی گنجائش نکل جاتی ہے۔ نثر لکھتے ہیں اور زبان کا معروف استعمال نہیں کرتے تو وہ تنقید کا نشانہ بنتی ہے۔ اسی طرح شعر کہتے ہیں اور زبان و بیان کے معیارات کا خیال نہیں رکھتے تو اس کو تنقید کی کسوٹی پر کسا جاتا ہے۔ آج کل چھاپے خانے کی سہولت نے اشاعتِ کتب بہت آسان کر دی ہے۔ نعت چوں کہ سکہء رائج الوقت ہے اس لیے اس کی کتب کی اشاعت کا جس شاعر کو بھی مقدور ہے وہ چند نعتیں کہہ کر اپنی کتاب شائع کرنے میں عجلت سے کام لیتا ہے۔ جس طرح عام شاعری کا شوق رکشہ، ٹیکسی اور ٹرک والوں کو اپنے بے معنی اور بے وزن اشعار جگہ بے جگہ لکھنے پر اکساتا ہے، اسی طرح فی زمانہ نعت کہنے کا شوق بھی

موزوں طبع لوگوں کونعتیہ کتب شائع کرنے پر مائل کر رہا ہے۔ معیار کی طرف بہت کم دھیان ہے۔لیکن یہ بات البتہ حوصلہ افزا ہے کہ معیاری کتب پر اہل نقد ونظر کی اچھی آراء بھی آجاتی ہیں اور کمزور کلام پر کبھی کبھی اصلاحی تنقیدی رائے بھی دیدی جاتی ہے۔ اس لیے اصلاحی عمل جاری ہے۔ مایوسی کی کوئی بات نہیں۔ اچھے شعر کہنے والے شعراء کے نعتیہ مجموعے دیکھ کر خوشی بھی ہوتی ہے۔ کمزور شعراء میں شعور کی پختگی کے آثار بھی پیدا ہوجائیں گے۔ ان شاء اللہ!

س: اردو زبان وادب کے فروغ میں حمد ونعت کا کیا کردار رہا ہے؟

ج: آپ کے سوال سے ایک بات یاد آئی ہے۔ سقوطِ ڈھاکہ کے بعد انجمنِ ترقی اردو کے اس وقت کے سیکریٹری پروفیسر شبیر کاظمی صاحب کے پاس کسی بنگلہ دیشی خالص بنگالی کا خط اردو میں لکھا ہوا آیا تو انہوں نے اس سے استفسار کیا کہ تم بنگلہ دیش میں اردو کیسے لکھ رہے ہو جب کہ وہاں اس زبان پر پابندی ہے؟ ------ اس نے جواب میں لکھا کہ اردو یہاں کے تمام دینی مدرسوں میں رائج ہے۔ کیوں کہ اردو زبان ہی میں سب سے زیادہ دینی کتب ہیں۔ پھر ایک بات اور یاد آرہی ہے کہ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب نے اپنے ایک خطبے میں اس بات کا انکشاف کیا تھا کہ اردو میں دینی کتب کی تعداد عربی سے بھی زیادہ ہے۔

اب آیئے آپ کے سوال کی جانب۔ جنابِ والا! اردو کی ابتدائی شعری تخلیقات میں حمد ونعت شامل رہی ہیں۔ اس کا چلن اتنا عام تھا کہ غیر مسلم شعراء نے بھی اپنے دواوین کا آغاز حمد ونعت ہی سے کیا۔ چناں چہ یہ کہنا مبنی بر حقیقت ہے کہ زبان کے فروغ میں سب سے زیادہ اور سب سے اہم کردار مذہبی شاعری ہی کا ہے، جس میں حمد ونعت سرِ فہرست ہیں۔

س: موسیقی کی طرز پر جو نعت خوانی ہو رہی ہے، اس پر آپ کیا کہیں گے؟

ج: ہر عمل کا مدار انسان کی نیت پر ہوتا ہے۔ موسیقی "نفس" کی غذا ہے۔ لہٰذا "نفس" پرستی کے لیے جو لوگ موسیقی کے سہارے نعت پڑھ رہے ہیں وہ اپنے عمل کا خود جائزہ لیں۔ پھر موسیقی

کے ذریعے نعتیں پڑھنے کا عمل اپنے اندر تجارتی COMMERCIAL مقاصد بھی رکھتا ہے۔
اس لیے تجارت میں اخلاص کا عنصر کہاں سے آئے گا؟
موسیقی کے ذریعے نعت پڑھ کر عوام کو اپنی طرف راغب کرنے والے لوگ خود بھی گمراہ
ہیں ور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ اللہ انہیں سمجھ دے (آمین)!

س: برصغیر کے کن نعت گو حضرات نے آپ کو اپنی طرف راغب کیا؟

ج: علامہ اقبال، مولانا حالی، مولانا ظفر علی خان، مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ، محسن کاکوروی، بہزاد لکھنوی، حافظ مظہر الدین، حافظ افضل فقیر، عبدالعزیز خالد، حفیظ تائب، خورشید رضوی، ریاض مجید، عاصی کرنالی، مظفر وارثی، ابوالخیر کشفی، قمر وارثی، جعفر بلوچ، ماجد خلیل اور صبیح رحمانی۔ نام تو بہت ہیں لیکن اس وقت اتنے نام ہی کافی ہیں۔ اچھی شاعری جہاں بھی ہوتی ہے وہ مجھے پسند آتی ہے۔

س: عصرِ حاضر میں مسلم اُمہ کو درپیش مسائل کو، کیا نعت کے مضامین اور موضوعات میں جگہ ملنی چاہیے؟

ج: ادب ہمیشہ وہی زندہ رہتا ہے جو زندگی سے قریب ہو۔ نعت میں عصری حسیّت کا ہونا لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نعت میں، آج کل، استغاثہ زیادہ لکھا جا رہا ہے۔ نعتیہ نظموں میں عصری جبریت اور ماحولیاتی آلودگی کا کرب محسوس کیا جا رہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نعتیہ شاعری میں ذاتی جذبوں کے اظہار کو اجتماعی کرب کا آئینہ بنایا جائے۔

س: غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری، بالخصوص ہندوؤں کی نعت گوئی اور نعت نگاری کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ نے انسان کو "حسن پرست" بنایا ہے۔ یہ حسن سب سے زیادہ انسان کی سیرت اور اخلاق میں نظر آتا ہے یا نظر آنا چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات وہ واحد ذات گرامی ہے جس کے اخلاق کی تعریف رب تعالیٰ نے خود فرمائی ہے۔ اس لیے دنیا کے جتنے بھی خیر طلب اور حسن اخلاق کے پرستار انسان ہیں اگر وہ اظہار پر قدرت

رکھتے ہیں اور انہیں تاریخ میں اخلاق حمیدہ کی جھلک آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں نظر بھی آتی ہے تو وہ بحیثیت "حسن پرست" آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق کی تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ صرف ہندوؤں ہی کی بات نہیں دنیا کے ہر اچھے شاعر اور اچھے انسان نے حضور اکرم ﷺ کی تعریف کی ہے۔ اس عمل کو سراہنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے حضور اکرم ﷺ کی تعریف کرتے کرتے کسی کو ہدایت بھی مل جائے!

س: خواتین کی نعتیہ شاعری نے نعت کے فروغ میں کیا کردار ادا کیا؟

ج: نعت، اگر شعری قوت کے ساتھ کہی جائے تو وہ ہر سطح پر قابل قدر ہوتی ہے۔ شعر و سخن یا فن و ادب میں جنس نہیں دیکھی جاتی۔ اچھا شعر مرد کہے تو اسے سندِ قبول حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی خاتون اچھا شعر کہے تو اسے بھی ویسی ہی پذیرائی مل جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ سے محبت پر کسی کا اجارہ نہیں ہے۔ شعراء کے مقابلے میں شاعرات نے شاعری بھی کم کی ہے اور اسی حساب سے نعتیں بھی کم کہی ہیں۔ لیکن جس شاعرہ نے شعری اور شرعی لحاظ سے کچھ بہتر اور دل میں گھر کرنے والی بات کی ہے اسے پذیرائی ملی ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ خواتین بھی فروغ نعت میں اتنی ہی شامل ہیں جتنے مرد شعراء۔

س: آپ نے نعت نگاری کے حوالے سے کس نوعیت کا تحقیقی کام کیا ہے؟

ج: میں نے "اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ" کے عنوان سے مقالہ لکھا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ بچپن ہی سے نعتیں پڑھتا تھا۔ گورنمنٹ بوائز ہائی اسکول، لیاقت آباد، نمبر ۴، میں ہر سال جلسہ ٔ سیرت النبی ﷺ منعقد کیا جاتا تھا۔ میں اور معروف نعت خواں سعید ہاشمی، دونوں، پانچویں میں ہم جماعت تھے۔ ہم دونوں نے نعت پڑھنے کے لیے مقابلے میں حصہ لیا لیکن ہم سیلیکٹ نہیں ہوئے۔ عزیز الٰہی کسی بڑی جماعت کا طالب علم تھا، اس نے نعت پڑھی اور پہلا انعام لے لیا۔ مجھے وہ نعت اتنی اچھی لگی کہ میں نے گھر آ کر اپنی یادداشت کی بنیاد پر پوری نعت کاغذ پر منتقل کر لی اور عزیز الٰہی کے لحن میں مختلف محافل میں پڑھتا پھرا۔ جب میں سٹی کالج میں بارہویں کا طالب علم تھا تو میرے استاد پروفیسر وسیم فاضلی صاحب

کے سامنے بھی اسی نعت کا ایک شعر پڑھ دیا۔اس پر انھوں نے مجھے ٹوکا کہ اس شعر میں اللہ اور رسول ﷺ کی توہین ہے۔میرے تو اوسان خطا ہو گئے۔شعر یہ تھا:

محمد ﷺ عرش پر بیٹھے ہیں چپ، خالق یہ کہتا ہے
تمہارا گھر ہے اپنے گھر میں شرمایا نہیں کرتے

بس پھر کیا تھا۔میں نے نعتیہ شاعری پر تنقیدی نگاہ ڈالنے کی روش اپنا لی۔پی۔ایچ۔ڈی، کی سند کے لیے تحقیقی مقالہ لکھنے کے لیے بھی نقدِ سخن ہی کا موضوع چنا اور الحمد للہ کامیاب ہوا۔اس مقالے میں، میں نے تنقید کی تعریف سے لے کر نعتیہ ادب میں تنقیدی رجحانات کی تلاش و جستجو کی ہے اور قرآن و احادیث کی روشنی میں حضور اکرم ﷺ کے مقام و مرتبے کے اظہارات کو اجاگر کرنے کی ادنیٰ سی کوشش کی ہے۔شعراء نے ہمیشہ نعت کے موضوع کو بہت مشکل بتایا ہے۔عرفی نے نعت لکھنے کے عمل کو تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف کہا ہے۔غالب نے کہا ہے:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزدان گزاشتیم
کآں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد ﷺ است

(غالب، ہم نے حضور اکرم ﷺ کی نعت کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے کہ وہی آپ ﷺ کے مرتبے سے آگاہ ہے)

چناں چہ میں نے نعت پر باقاعدہ تنقید شروع کی۔عوامی زبان میں تنقید، نکتہ چینی اور عیب جوئی کو سمجھا جاتا ہے لیکن ادب میں تنقید کے معانی کسی کلام کی پرکھ اور جانچ کے ہوتے ہیں یہاں کسی شعری تخلیق کے محاسن جاننے کی سعی اور عیوب کی نشاندہی کی جسارت ہی تنقید کہلاتی ہے۔اس لیے میں نے معیاری اشعار کی بھرپور تعریف کرتے ہوئے کمزور اور زبان و بیان کے لحاظ سے نامناسب اشعار کے نقائص بھی بتائے ہیں۔مقالے کے آخری باب، بابِ ہشتم میں، میں نے تنقیدِ نعت کے مجوزہ اصولوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔یہی کام میں اپریل 1995ء سے کتابی سلسلہ "نعت رنگ" (مدیر صبیح رحمانی) میں مسلسل کر رہا ہوں جس کے اب تک 26 شمارے منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔

نعتیہ تنقید کے حوالے سے میری کتب کو بھی سراہا گیا ہے۔تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

س: نعت کے مضامین اور موضوعات میں عمومی طور پر سیرتِ طیبہ اور اسوۂ حسنہ کے کن پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے؟

ج: عفوو درگزر، انسانی خدمت کے معاملات۔ دنیا کو نسخہء کیمیا یعنی زندگی گزارنے کا بہترین نمونہ عطا فرمانے اور اس پر عمل کر کے دکھانے کا ذکر۔ یہی نعت میں آتا ہے۔ حالی نے اپنے مشہور مسدس میں نبی کریم ﷺ کے ایسے ہی اقدامات کا ذکر کیا تھا جن سے معاشرے میں یتیموں، بیواؤں اور کمزوروں کی حمایت کے جذبے کو عملی شکل دے کر معاشرے میں رائج کرنے کی بات کی تھی۔ کیوں کہ نبی کا ہر عمل قابلِ تقلید اور لائق اتباع ہوتا ہے اس لیے جو رویہ، معاشرے کے کمزور طبقوں کے لیے، آپ ﷺ نے اپنایا، اسی رویے کو معاشرے اور اپنی امت میں عام کرنے کی ترغیب بھی دی۔ جدید نعت میں حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی کے اسوۂ حسنہ کے ایسے ہی پہلو اجاگر کیے جاتے ہیں۔

س: آپ حمد و نعت کے مستقبل کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں؟

ج: میں تو یہ جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرما کر اس کی حفاظت بھی اپنے ذمے لی ہے۔ اس لیے حمد و نعت کے نقوش کی بھی از خود حفاظت ہوتی ہے کیوں کہ اس میں قرآن کے مضامین کا عکس ہوتا ہے۔ سیرت رسول ﷺ کی جھلک ہوتی ہے۔ دنیا کا کوئی انسان بھی ایسا نہیں ہے جس کی زندگی کا لحہ لحہ صحت کے ساتھ محفوظ ہو، سوائے رسولِ کریم ﷺ کی ذاتِ والا صفات کے۔ یہی وجہ ہے کہ صرف آپ کی احادیث یعنی آپ کے اقوال، آپ کے اقدامات اور آپ کا سکوت (تقریر) سب کچھ محفوظ ہے اور جہاں کہیں ملاوٹ آئی ہے اللہ رب العزت نے اس ملاوٹ کا پردہ چاک کرنے کے لیے انسانوں کو مستعد کر دیا ہے۔ علم اسماء الرجال واحد علمی جہت ہے جو صرف مسلمان قوم کا اختصاص ہے۔ حمد و نعت کا چرچا ان شاء اللہ بڑھتا ہی

رہے گا۔ہاں اس میں اخلاص دکھانے والے دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوں گے لیکن صرف دنیا کے فائدے حاصل کرنے کی غرض سے اس کوچے میں آنے والوں کی دنیا ہی سنور جائے گی۔ہوسکتا ہے آخرت میں ان کی پکڑ ہوجائے۔اللہ ہم سب کو اخلاص کی دولت سے نوازے(آمین)!

س: نعت، ابلاغ اور دعوتِ دین کا ایک مربوط اور موثر ذریعہ ہے، کیا نعت گو شعراء اس اہم فریضے کو ادا کر رہے ہیں؟

ج: دیکھیئے انفرادی طور پر تو جس نے بھی نعتیہ شاعری کے فنی، فکری، شعری و شرعی تقاضوں کا پاس کرتے ہوئے نعت کہی ہے اس میں حضور اکرم ﷺ کی سیرت کے پہلوؤں کو دل نشین انداز میں نقش کیا ہے۔ایسی شاعری کا اثر بہت وسیع ہوتا ہے۔خلوص سے کہا ہوا ایک شعر بھی دل سے نکل کر دل میں بیٹھ جاتا ہے اور انسانی اعمال میں نکھار پیدا کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔لیکن اجتماعی طور پر نہ تو ہمارا معاشرہ ایسا ہے جس کو دیکھ کر کوئی غیر مسلم متاثر ہو، اور نہ ہی ہماری نعتیہ شاعری ایسی ہے جس سے تبلیغ کا بھرپور کام لیا جاسکے۔لیکن یہ ضرور ہے کہ شعوری طور پر نعت میں ایسے نکات پیش کیے جائیں جن سے انسانیت کی فلاح والے راستے کی نشاندہی ہو اور اس راہ پر چلے ہوئے معروف انسانوں کے حوالے بھی آتے جائیں۔یعنی انعام یافتگان کے حوالے۔قرآن کریم نے صراطِ مستقیم کے لیے انعام یافتگان کے راستے کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے۔اخلاقی محاسن بیان میں بھی آئیں، بیان کرنے والوں کی سیرت میں بھی نظر آئیں اور پورے معاشرے میں بھی ان محاسن کے اثرات ظاہر ہوں تب جا کر کہیں ہم کہہ سکیں گے کہ نعت، ابلاغ اور دعوت کے لیے راہ ہموار کر رہی ہے۔

س: اردو کے مزاحمتی ادب میں نعت کا کیا کردار ہے؟

ج: مزاحمتی ادب میں معاشرے کی بُرائیوں کو اجاگر کر کے پُراثر انداز میں اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ قاری کو بُرائی سے نفرت ہوجاتی ہے۔نعتیہ ادب میں حضور اکرم ﷺ کی سیرت کے نقوش تو دکھائے جاتے ہیں۔لیکن معاشرتی بُرائیوں کو عام طنزیہ ادب

کی طرح اجاگر نہیں کیا جاتا ۔کہیں کہیں یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ معاشرتی بُرائیوں کا احوال بھی نعت میں کر دیا گیا ہے۔لیکن اگر کوئی شاعر ایسی نعت کہتا ہے جس میں معاشرے کے منفی پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہو، تو اس کی وہ شاعری دب جاتی ہے۔ مثلاً پروفیسر اقبال عظیم کی جذباتِ حبِ رسول ﷺ ابھارنے والی شاعری میں تو عوام کے لیے اتنی کشش ہے کہ بچہ بچہ ان کی نعتیں پڑھتا ہے۔لیکن کیا کبھی آپ نے ان کی وہ نعت کسی نعت خواں سے سنی جس میں کہا گیا ہے۔

راستے بھول گئے بانگِ درا بھول گئے
قافلے مشورہء راہنما بھول گئے
ہم یہ کہتے ہیں کہ بندے، ہیں خدا کے لیکن
کیا ہے فرمودہء محبوبِ خدا بھول گئے
ایسے کھوئے گئے ہم حرص و ہوا میں اقبالؔ
مسلک و شیوہ تسلیم و رضا بھول گئے

یہ مزاحمتی شاعری، کوئی نعت خواں نہیں پڑھتا۔نعت خواں تو صرف سستی جذباتیت سے لبریز اشعار پڑھ پڑھ کر داد اور رقم بٹورتے ہیں۔ دیکھیے معاشرے میں اصلح اقدار پروان چڑھانے کے لیے شعراء اور ادبا کا کردار بڑا اہم ہے۔لیکن اسلامی مملکت پاکستان میں دینی اقدار پروان چڑھانے کی خواہش رکھنے والے افراد بہت قلیل ہیں۔منفی اقدار بڑی تیزی سے پھیل رہی ہیں۔اس وقت صرف نعت گوئی اور نعت خوانی کافی نہیں عملی طور پر اسوۂ رسولِ گرامی ؐ کے نمونے دکھانے کی ضرورت ہے۔ جس معاشرے میں ہر فرد کی زندگی کا مقصد دنیا طلبی ہو جائے، اس کا مقدر زوال کے سوا کچھ بھی نہیں۔اللہ ہمیں زوال سے بچائے۔آمین! نعتیہ شاعری کرنے والے شعراء، نعت خواں حضرات اور نعتیہ محافل سجانے والے لوگوں کو سراپا اخلاص بننا چاہیے۔نعتیہ معیارات، محافل سے اسی وقت پھیلیں گے جب اچھی نعتوں پر نعت خوانوں کو نوازا جائے اور کمزور اور شریعت سے متصادم نعتیہ اشعار کی برملا اصلاح کا

بیڑا اُٹھایا جائے۔علماء یہ کام انجام دے سکتے ہیں۔لیکن فی زمانہ وہ بھی خاموش ہیں۔
بہرحال میرے شکوے تو بڑھتے رہیں گے۔آپ کا اور آپ کے ادارے کا شکریہ کہ
مجھے اپنی بات کہنے کا کچھ موقع دیا گیا۔

حوالہ جات

1۔ مکتوب

رفعت ناز: بنام ڈاکٹر عزیز احسن محررہ 2 جون 2019ء

2. E.mail

Riffat Naz:riffatnasir649g.mail.com

abdulaziz khan49g.mail.com,15-06-2019,5:30pm

3۔ انٹرویو، اخبار

جنگ (روزنامہ) کراچی، 31 مئی 2017ء

باب دوم:

عزیز احسن کی شاعری کا فکری جائزہ

حمد کے معانی ومفاہیم (ابتدائی مباحث):

اللہ وحدہ لاشریک نے ہم پر بے شمار احسانات کیے ہیں ۔اُس ذاتِ بابرکت نے ہمیں زندگی کا انمول تحفہ عطا کیا۔ اس کائنات میں بے شمار مخلوقات کو خلق کیا اور حضرتِ انسان کو اشرف المخلوقات کا منصب عطا کیا۔ اشرف المخلوقات ہونے کے سبب اس کائنات کو تسخیر کرنے کی صلاحیت بھی عطا کی تاکہ ہم اپنے خالق عظیم و برتر کی بڑائی کو جانیں، اس کی ربوبیت، خالقیت، رزاقیت اور حاکمیت کا ادراک کریں اور نائب ہونے کے حوالے سے اپنے فرائض کی ادائیگی اور احکامِ الٰہی کی پاسداری کریں، اللہ تبارک تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں کو استعمال میں لا کر بصورت تخلیق وایجاد کارنامے سرانجام دیں اور علوم وفنون کو بروئے کار لا کر تخلیقی استعداد کے مطابق عملی جوہر دکھاسکیں۔ ان بے شمار انعاماتِ الٰہیہ کے بل بوتے پر کارہائے نمایاں پر طبع آزما ہونا بھی یقیناً خالقِ کُل کی عظمتوں اور رفعتوں کی عملی تفہیم ہے۔

بلاشبہ اپنے خالق کی دی ہوئی توفیق سے ہی ہم شکرانے کے طور پر مالکِ حقیقی کی حمد و سپاس کا حق ادا کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ لفظ ”حمد“ عربی زبان کا لفظ اور اسمِ مونث ہے اس کے لغوی معنی تعریف یا ثنا کے ہیں اصطلاح میں حمد سے مراد وہ نظم ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف یا ثنا بیان کی گئی ہو۔

حمد کے دیگر معانی مختلف لغات میں یوں درج ہیں۔

فرہنگ آصفیہ کے مطابق:

"حمد کے معنی خدا کی تعریف کے ہیں"۔(1)

مرتب فرہنگ عامرہ کے نزدیک:

"حمد کے معنی تعریف، ستائش اور خدا کی تعریف کے ہیں۔"(2)

فرہنگ تلفظ کی رو سے:

"حمد کے معانی خدا کی تعریف اور مناجات کے ہیں۔"(3)

لغاتِ کشوری میں:

"حمد کے معنی تعریف، اصطلاح میں جلال وعظمت حق تعالیٰ کا بیان درج ہیں۔"(4)

علمی اردو لغت جامع کے مطابق:

"حمد کے معنی سپاس، ثنا گوئی اور خدا کی تعریف کے ہیں"۔(5)

وکی پیڈیا پر حمد کے بارے میں یوں درج ہے:

"A Hamd"Praise" in English is a word that is written in Arabic, Persian, Punjabi and Urdu and means a poetic piece in praise of God. The word Hamd comes from the Quran)".6

ان معانی ومفاہیم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حمد صرف اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف کے لیے مخصوص ہے۔اس لفظ کے معانی ومفاہیم کے احاطے میں کوئی اور ذات داخل نہیں ہوسکتی دعا اور مناجات بھی حمد گوئی کی ہی صورتیں ہیں۔

حمد گو اپنے خالق سے اعانت کا طلب گار رہتا ہے، کبھی مناجات کے پردے میں عفو و بخشش کا طلب گار رہتا ہے اور کبھی عاجزانہ انداز میں اس کی نعمتوں پر شکر بجالاتا ہے۔حمد گوئی اللہ کی تعریف وتوصیف اور ذکرِ الٰہی کی منظوم شکل ہے جس قدر نعمتیں ہمیں عطا کی گئی ہیں ان کا تقاضا

ہے کہ اس کی حمد بیان کریں۔ عنایاتِ الٰہی پر اظہارِ تشکر انعام کے تحفظ کی ضمانت ہے جبکہ کفرانِ نعمت دنیوی اور اُخروی گھاٹے کا سبب ہے۔

دینِ اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید ہے اور مسلمانوں کی توحید سے وابستگی لازم ہے۔ انسان بنیادی طور پر جذبات و احساسات کا مجموعہ ہے۔ حوادثِ زمانہ اور مصائب وآلام میں گھرے ہوئے انسان کے لیے مذہب سے وابستگی اس کی جذباتی آسودگی کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جذبات کے بہتے ہوئے دھاروں میں سے ہی شاعری کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ بلاشبہ شاعری کو جذبات کی زبان کہا جا سکتا ہے۔ تاریخ کے مطالعے سے بھی پتا چلتا ہے کہ کسی بھی زبان کی ابتدا میں نثر سے پہلے شاعری ہی وجود میں آئی۔

چناں چہ رب کے عاجز بندے اپنے معبودِ حقیقی کی تعریف اور حمد گوئی کو اپنے قلب و زبان کے سکون واطمینان کا باعث سمجھتے ہیں۔

پروفیسر افتخار شفیع، حمد کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں کرتے ہیں:

> " حمد سے مراد ایسے اشعار ہیں جو ہر لحاظ سے موضوع ذاتِ باری تعالی کی تعریف وتوصیف میں رقم کیے جائیں۔ جب سے تخلیق کا عمل شروع ہے خالق کی حمد کا تسلسل بھی کسی نہ کسی صورت میں جاری ہے۔" (7)

رفیع الدین ہاشمی، حمد کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> " حمد کے معنی رب تعالی کی تعریف کے ہیں۔ اصطلاح میں حمد وہ نظم ہے جس میں باری تعالی کی صفات اور عظمت وقدرت کا بیان ہوتا ہے اور اس کی ہمہ پہلو تعریف کی جاتی ہے۔" (8)

نجم الغنی رام پوری حمد کے متعلق کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

> " وہ نظم ہے جس میں خداوندِ عالم کی صفات، اس کی عنایت و کرم کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کی قدرت کاملہ، وحدانیت کی نشانیاں اور نعمات وفیوض بیان کیے جاتے ہیں" (9)

عبدیت متقاضی ہے کہ معبود و مالک کا شکر ادا کیا جائے۔ اسی جذبے سے لبریز ہو کر شعرا نے حمد گوئی کو منظوم انداز میں ڈھالا۔

عربی فارسی اور اُردو میں تخلیق کاروں نے حمد کی شاعری کے بیش بہا خزانے پیش کیے ہیں اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری وساری رہے گا۔

صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین بھی شاعری کے ذریعے دینی تعلیم کو عام کرتے رہے یوں مذہبی شاعری نے دینی لحاظ سے بھی مسلمانوں کو متاثر کیا۔

دنیا میں ہر قوم کسی نہ کسی طرح اپنے معبود کے وجود کو تسلیم کرتی ہے۔ کئی غیر مسلم شعرا نے بھی اپنے بھگوان اور دیوتاؤں کی شان میں اپنے اپنے انداز سے نظمیں لکھی ہیں۔

مذہبی گیت، بھجن اور مناجاتیں مذہبی عقیدت کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ مختلف مذاہب کے لحاظ سے اُن کے معبودوں کے لیے تعریفی شاعری ایک روایت کے طور پر کی جاتی ہے۔ مذہبِ اسلام سے ہٹ کر مختلف مذاہب اپنے اپنے خداؤں کی توحید کے قائل ہیں۔ لیکن مذہبِ اسلام میں توحید کا تصور بہت جامعیت رکھتا ہے۔

حمد ہر اس مذہب میں ملتی ہے جہاں خدا کا تصور موجود ہے یہ تصور جس قدر جامع ہوگا اسی قدر حمد بھی اثر پزیر ہوگی۔

ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

"مذاہب عالم کی تاریخ گواہ ہے کہ خدا کا تصور کسی نہ کسی صورت میں ہر وقت موجود رہا ہے۔ یہ تصور مذہب میں جس قدر توانا ہوگا اور انسانی زندگی سے جتنا متعلق اور ہم آہنگ ہوگا اتنی ہی اچھی حمد لکھی جائے گی" (10)

حمد کے موضوعات:

خدا کی کائنات جس قدر وسیع اسی مناسبت سے اس کی حمد بجا لانا بھی ایک گہرائی کا موضوع ہے۔ رب عزوجل کی حاکمیت، ربوبیت، خلاقیت، جلالیت، عظمت، کبریائی، قدرت کاملہ

اور ہمہ جہت صفات کا بیان اس کے چند موضوعات میں سے ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر کے کمالات کا نظم کی صورت میں اظہار" حمد" کہلاتا ہے۔۔۔۔رب العزت کے کمالات اور لامحدود اختیارات کے سامنے اپنی بے بسی اور مجبوری،عبدیت و عاجزی کا اظہار کرنا نیز مغفرت طلب کرنا وغیرہ یہ تمام حمد کے ہی موضوعات ہیں۔

یہ موضوع اپنی وسعت کے اعتبار سے اس قدر گہرائی اور فراخی کا حامل ہے کہ اس کا احاطہ کرنا انسانی فکر کے لیے ممکن ہی نہیں۔

انسانی عقل کی حدود کے مقابلے میں یہ موضوع ہر لحاظ سے ہمہ گیر وسعت رکھتا ہے۔ خدا تعالی کی نعمتیں، عظمتیں لاانتہا ہیں اور اس کی قدرت اس قدر وسیع ہے کہ ان کا ادراک تو بعید ہم ان کا احصاء کرنے کی بھی سعی نہیں کر سکتے۔

اللہ تبارک وتعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

"وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا" (11)

ترجمہ: اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو کبھی شمار نہیں کر سکتے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

"ترجمہ: زمین میں جتنے بھی درخت ہیں وہ قلم بن جائیں اور یہ جو سمندر ہے اس کے علاوہ سات سمندر اور ہوں وہ روشنائی بن جائیں تو بھی کلمات الہی کا احاطہ ممکن نہیں" (12)

ہیئت:

اُردو حمد لکھنے کے لیے کوئی خاص ہیئت مقرر نہیں کی گئی ہے۔ شعرا میں اکثر یہ ان کی صوابدید پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کی تعریف کس انداز سے کرتے ہیں۔ اس لیے وزن اور بحر میں کوئی قدغن نہیں ہے۔ حمد کو نظم، آزاد نظم، نظمِ معریٰ، قطعات، رباعیات، مثنوی غزلیات، قصائد وغیرہ میں لکھا گیا ہے۔ الغرض جس کو جیسے اپنے رب کی حمد و ثنا کہنے کی توفیق ہوئی کہہ دی۔

حمد کہنے کے آداب:

حمد چوں کہ ذات باری تعالی کی تعریف وتوصیف ہے اس لیے اس کے کچھ آداب کوملحوظ رکھنا چاہیے۔

1- حمد لکھنے کے لیے استعمال ہونے والی زبان ایسی ہو کہ اس سے عقیدت اور احترام صاف صاف ظاہر ہو،حمد کے لیے زبان پاکیزہ،صاف ستھری اور شستہ ہو۔

2- الفاظ کا انتخاب موزوں ہو، خدا کی قدرت کاملہ اور اسکی عظمت و کبریائی کے شایانِ شان ہو۔

3- حمد کی ادائیگی میں جذبۂ خلوص کا بے حد اظہار ہو۔

4- حمد گو اللہ کی خاص صفات یعنی رحیم ،کریم،عظیم اور غفور ہونے پر شکرانہ بجا لائے اور ساتھ میں مغفرتِ طلبی کا بھی خواستگار ہو۔

5- حمد کہتے ہوئے بعض اوقات شاعر اپنے رب سے گفتگو کا سا انداز اپنائے ہوئے ہوتا ہے لہذا اس گفتگو میں انتہائی احتیاط لازم ہے۔

اُردو ادب میں حمد کی روایت:

تخلیق کائنات کے آغاز سے ہی کائنات کی مخلوقات ، ذرات و موجودات خدا کی تعریف وثنا میں مصروف ہو گئے۔تخلیق آدم سے قبل فرشتے رب تعالیٰ کی حمد وثنا کیا کرتے تھے۔ تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں بھی خدا تعالی کی حمد جا بجا نظر آتی ہے۔قرآن پاک کے آغاز میں خود اللہ نے سورۃ فاتحہ میں ہمیں حمد کہنے کا طریقہ بتایا ہے۔

قرآن پاک کے آغاز میں سورۃ فاتحہ کا آغاز یوں ہے:

"الحمدللہ رب العالمینo الرحمن الرحیمo مالک یوم الدین(13)

سورۃ روم میں ارشاد ہوا ہے

"و لہ الحمد فی السموات و الارض(14)

ترجمہ:" آسمانوں اور زمینوں میں حمد صرف اللہ کے لیے ہے"

مذہب اسلام میں خدا کی وحدانیت کا عقیدہ توحید پیش کیا گیا ہے۔ جبکہ دیگر مذاہب میں خُدا کو مختلف مادی تصورات سے منسوب کر کے انتہائی معیوب کر دیا گیا ہے۔ حضرتِ انسان کو رب تعالیٰ نے احساسات و جذبات سے مزین کیا ہے۔ اسی لیے وہ اپنے رب کے حضور اظہارِ تشکر کے طور پر فنِ شاعری کو حمد اور مناجات میں ڈھالتا ہے۔ خدا کی عظمت، ربوبیت، وحدانیت، حاکمیت اور کبریائی کو بیان کرتا ہے۔ حمد ایک ممتاز صنفِ شاعری کے طور پر اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔

عربی عہد میں اسلامی شاعری عربی اور فارسی شاعری کی تاریخ کا پتا ملتا ہے۔

اُردو زبان و ادب کو عربی نے بالواسطہ اور فارسی نے براہِ راست متاثر کیا ہے۔ اُردو شاعروں کی شعر گوئی سے قبل فارسی زبان و ادب کی مستحکم روایت معاون ثابت ہوئی۔ فارسی شعری روایت خود ایک مستحکم روایت کے طور پر ہمیشہ سے اپنا وجود رکھتی آئی ہے۔ جس میں عربی شعری روایت کے عناصر بھی ضم ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب فارسی شعری روایت کا تذکرہ ہو تو اس میں شامل عربی روایت بھی زیر بحث ہوتی ہے۔

برصغیر میں مسلم فتوحات کے بعد مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ ایران سے عالم و فاضل حضرات اور صوفیائے کرام نے برصغیر میں مقامی اور معاشرتی ضروریات کی غرض سے سکونت اختیار کی۔ چناں چہ برصغیر کی سرزمین پر ایرانی تہذیب و ثقافت کے اثرات بھی نمایاں ہونے لگے۔ مؤرخین کے مطابق تقریباً آٹھ سو برس تک فارسی کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل رہا۔ سرکاری اور دفتری امور بھی فارسی میں انجام پاتے رہے اور شعر و ادب بھی اسی زبان میں تخلیق ہوتا رہا۔ فارسی حمد گو شعرا میں فردوسی، باباطاہر، فریدالدین عطار، عریاں، خاقانی، جلال الدین رومی، سعدی شیرازی، جامی اور امیر خسرو قابلِ ذکر ہیں۔

تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو ولی جسے اُردو غزل کا باوا آدم کہا جاتا ہے، ابتدا میں فارسی میں شاعری کرتا تھا۔ اس لیے اس کی اردو شاعری میں بھی فارسی شاعری کے اثرات نمایاں ہیں۔ ایرانی شعراء کے مزاج میں ذوق و فکر فلسفیانہ اور متصوفانہ انداز میں تھا، یہی وجہ ہے کہ برصغیر کی شاعری میں بھی فلسفیانہ رنگ جھلکنے لگا۔

اردو شاعری کی ابتدا ہی سے اردو شعراء میں فارسی کی شعری روایت مقبول عام رہی۔ اردو شاعری نے فارسی شاعری کے تمام تر فنی اور تخلیقی تجربات سے خوب استفادہ کیا۔تمام اصنافِ شاعری پر فارسی شاعری کا پرتو نظر آنے لگا۔فارسی شاعری کے زیرِ اثر اردو شاعری میں حمد و نعت بھی یقیناً سر فہرست تھی۔ چناں چہ حمد اور نعت کے شعرا نے بھی شاعرانہ لوازمات یعنی زبان و بیان تشبیہات و استعارات اور اسالیب میں بھی فارسی شاعری سے معاونت حاصل کی۔

رفیع الدین ہاشمی اس طرح بیان کرتے ہیں:

> " حمد اردو شاعری کی قدیم ترین صنف ہے اور اتنی پرانی ہے
> جتنی خود اردو شاعری۔قدیم شعرا کے ہاں ہر دیوان، مثنوی اور مجموعہ کلام
> کا آغاز حمد سے ہوتا تھا۔یہ روایت اس قدر گہری اور پختہ تھی کہ ہندو شعراء
> اور مثنوی نگاروں نے بھی اس سے انحراف نہیں کیا۔" (15)

فارسی حمد گوئی کی روایت میں مثنوی، قصیدہ، مرثیہ، قطعہ، رباعی وغیرہ تمام اصناف میں چلی آ رہی تھیں۔غزل میں بھی اس پر طبع آزمائی کی گئی۔حمد نگاری کی روایت زمانہ قدیم سے ہی اردو ادب میں موجود رہی ہے۔اردو شاعری کے آغاز سے ہی حمد یہ شاعری کی ابتدا ہوئی۔

کلیات یا دیوان کا آغاز حمد سے کیا جاتا ہے، عموماً ابتدا میں حمد کو تبرکاً لکھا جاتا ہے۔

زمانہ قدیم سے ہی شعری مجموعوں میں عقیدتاً یا رسماً حمد شامل کی جاتی رہی ہے۔ہر شاعر نے اپنی صوابدید پر حمد کا مضمون باندھا ہے۔کسی نے کوئی ایک شعر، کسی نے ابتدائیہ، کسی نے قطعہ یا رباعی کے ذریعے۔بعض شعراء نے اپنا حمدیہ کلام بھی تحریر کیے ہیں۔

حمد کہنے والے اردو شعرا کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ان میں ملا وجہی، فضلی، میر حسن ، اسماعیل میرٹھی، امیر مینائی، حالی، اقبال، ابراہیم ذوق، میر تقی میر، محسن کارکوروی، ظفر علی خان، ماہر القادری، حفیظ جالندھری وغیرہ اہم نام ہیں۔

اردو میں حمدیہ شاعری کا پہلا مجموعہ غلام سرور لاہوری کا ہے، جو " دیوان حمد ایزدی" کے نام سے 1881ء میں نولکشور سے چھپا جبکہ حمدیہ شاعری کا دوسرا مجموعہ مضطر خیر آبادی کا " نذرِ خدا" کے نام سے 1921ء میں شائع ہوا۔

موجودہ عہد میں چند حمد نگاروں کے نام درج ذیل ہیں جن کے حمد یہ مجموعے دستیاب ہیں۔ع۔س مسلم،لطیف اثر،مسرور بدایونی،مظفر وارثی،انوار عزمی اور منیر حسین گستاخ بخاری۔

اردو حمد یہ شاعری کے صاحبِ دیوان شاعروں میں سے حافظ لدھیانوی،طفیل دارا، مسعود رضا خاکی اور لالہ صحرائی قابلِ ذکر ہیں۔

مختلف شعراء کے ابتدائی حمد یہ اشعار کی چند مثالیں:

میر تقی میر کی غزل کا پہلا شعر:

تھا مستعار حسن سے اس کے جو نور تھا
خورشید میں بھی اس کا ہی ذرہ ظہور تھا(16)

دیوانِ غالب کی پہلی غزل کا مطلع یوں ہے:

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا(17)

کلیات آتش کا پہلا شعر:

حباب آسا میں دم بھرتا ہوں تیری آشنائی کا
نہایت غم ہے اس قطرے کو دریا سے جدائی کا(18)

کلیات مومنؔ کے آغاز میں ۴۷ اشعار کی حمد ہے اس کا مطلع اس طرح درج ہے"

الحمد لواهب العطايا

اس شور نے کیا مزا چکھایا(19)

سحر البیان میں 138 اشعار کی حمد کا پہلا شعر ہے:

کروں پہلے توحید یزداں رقم
جھکا جس کے سجدے کو اول قلم
پرستش کے قابل ہے تو اے کریم
کہ ہے ذات تیری غفور الرحیم(20)

مرثیہ جو ایک مخصوص صنف ادب ہے۔میر انیسؔ نے اس کی ابتدا بھی حمد یہ اشعار سے

کی ہے۔

یا رب چمن نظم کو گلزارِ ارم کر
اے ابرِ کرم خشک زراعت پہ کرم کر(21)

مولانا حالی کی غزل کا مطلع:

کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا
باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا(22)

عزیز احسن کی حمد، دعا، اور مناجات کا فکری جائزہ:

وجودِ باری تعالیٰ کی جلوہ گری:

اللہ، حیی و قیوم ہے، ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والی ذات ہے۔اس کا وجود کائنات میں ہر سمت عیاں ہے۔کوئی بھی حساس دل جا بجا اس کی جلوہ گری کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔اس فکری پہلو کو عزیز احسن بڑی خوبصورتی سے تخاطب کے انداز سے اشعار میں سمو دیتے ہیں۔

تصویر تری کثرتِ جلوہ سے ہے معدوم
آئینۂ حیرت ہے کہ آغوش کشا ہے(23)

ڈاکٹر پروفیسر ابوالخیر کشفی، عزیز احسن کی حمد کے بارے میں یوں اظہارِ خیال کرتے یں۔

"اللہ تعالیٰ ہمارے دل کی گہرائیوں میں اور کتابِ کائنات کے ہر ورق پر موجود ہے۔اس کا جلوہ کہاں کہاں ہے۔عزیز احسن کے اس مجموعے میں کئی حمدیں موجود ہیں۔کبھی تخاطب کے ساتھ، کبھی اپنی ذات کی گہرائیوں میں غوطہ زنی کی صورت میں اور کبھی مناجات کی شکل میں۔مناجات، اس حرفِ بے اختیار کا نام ہے جو حالات کے جبر میں اسیر انسان کے لبوں تک آجاتا ہے۔عزیز احسن صاحب کے چند حمدیہ شعر پیش کرتا ہوں جو آپ کو یہ احساس دلا سکیں گے کہ ہر مرحلہء حیات میں عزیز احسن کی چشمِ حقیقت نگر نے اللہ کو دیکھا ہے اور اس کو پکارا ہے۔وہ اللہ جس کی کوئی صورت نہیں، جو جسم کی حد بندیوں سے بالاتر ہے۔جس کی تصویر کثرتِ جلوہ سے معدوم ہو کر دلِ وحدت شناس کے آئینے میں جلوہ گر ہوتی ہے۔"(24)

دل پر مرے احساس نے جو حرف لکھا ہے
ہے تیرے سوا کون کہ جس نے وہ پڑھا ہے(25)

تو نے ہی تو ہر مرحلہء شوق میں یا رب!
اس چشمِ تماشا کو نیا عزم دیا ہے(26)

دشتِ تحیر آج بھی پھیلا ہوا ہے ہر طرف
اے مرے رب تری طرف ہو بھی تو کس طرح سفر؟(27)

ذاتِ باری تعالیٰ کی تعریف وتوصیف:

اللہ بزرگ و برتر اس ساری کائنات کا خالق ہے مالکِ کون و مکان ہے۔ بلاشبہ ہم عاجز بندوں پر فرض عین ٹھہرتا ہے کہ اس ذاتِ باری تعالیٰ کی تعریف وتوصیف بجا لائیں۔اسی جذبے نے شاعر کے قلب ونظر کو شعور کی دولت اور وسعتِ نظر عطا کی ہے۔عزیز احسن اپنی فکری صلاحیت اور بساط کے مطابق رب تعالیٰ کی ثنا گوئی کی سعی کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اس کائنات میں تمام مخلوقات،موجودات،ذرات،نباتات وجمادات سب اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف اور ذکر میں مصروف ہیں اوران سبھی کا وجود اس ذاتِ باری تعالیٰ کے خالق ہونے کی گواہی پیش کرتا ہے۔

تیرے گواہ ہیں سبھی،شام و سحر، شجر، حجر
تیرے ہی ذکر میں مگن، برگ ہوں، پھول یا ثمر(28)

شاعر ثنا گوئی کے ساتھ اپنے رب سے خیر،بھلائی اور فن کے لیے بھی دعا گو ہے۔

رزقِ فن دیتا ہے جو،اس کی ثنا ہر لب پہ ہے
خیر کی چاہت بھلائی کی دعا ہر لب پہ ہے(29)

اول و آخر، ابتدا و انتہا:

اللہ تعالیٰ کی ذات اول ہے اور آخر بھی ، وہی ذات ابتدا ہے وہی انتہا ہے ۔تخلیق کائنات سے قبل بھی اللہ تعالیٰ کی ذات موجود تھی ۔ پھر جب اس نے کائنات بنانے کا ارادہ فرمایا تو کائنات بنا ڈالی۔اسی مفہوم کو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے۔

"انما امرہ اذا اراد شیا ان یقول لہ کن فیکون"(30)

قرآن پاک کی اس آیت کے مفہوم کو عزیز احسن اس طرح بیان کرتے ہیں۔

" وہ،علم جس کا محیط کل ہے اسی کی قدرت، کہ بس ارادہ کرے

تو ہر شے وجود پالے۔" (31)

کائنات کی ابتدا سے قبل بھی اللہ کی ذات موجود تھی اور بعدِ قیامت جب سب کچھ فنا ہوجائے گا۔تب اللہ کی ذات ہی قائم رہے گی۔

صرف اللہ باقی رہے گا سدا

نور پھیلے گا لاانتہا حمد کا(32)

ڈاکٹر پروفیسر سید محمد ابوالخیر کشفی ،عزیز احسن کی حمد یہ نظم "سرِّ توحید" کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

" اللہ ہی ابتدا ہے، وہی انتہا ہے۔"سرِّ توحید" کا آغاز ان مصرعوں سے ہوتا ہے

میں وادیٔ کوہ میں کھڑا تھا

جہاں عروسِ سحر نے آ کر

نقاب رُخ سے اُلٹ دیا تھا

وہ سرمدی راز کھولنے پر تلی ہوئی تھی (33)

اور پھر ساری کائنات نغمۂ توحید اور نظارۂ توحید میں بدل جاتی ہے۔کیوں کہ ہر ذرۂ کائنات اس کی آیت ہے۔زمین کی وسعت اور آسمان کی بلندی میں اس کا چہرہ دمک رہا ہے اور پھر اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے انسانوں کی بصیرت پر نئی آگہی کے دروازے کھول دیئے۔" (34)

" اُسی کی آیات ذرے ذرے میں
اپنا جلوہ دکھا رہی ہیں
ہواؤں سے مل کے اس کے نغمے
سبھی فضائیں سنا رہی ہیں
میں اس کی قدرت کے کارخانے میں
چشم حیراں کے ساتھ آیا
تو دم بخود تھا
میں سوچتا تھا
زمیں کی وسعت
اور آسماں کی بلندیوں میں
یہ کس کا چہرہ دمک رہا ہے؟
پھر اس کے پیغمبروں نے آکر
مری نظر کو بصارتوں کی نوید دی
اور دل کو بخشیں بصیرتیں بھی
ملی بصیرت تو میری حیرت پہ
اک نئی آگہی کا در کھل گیا جہاں میں (35)

ابتدائے کائنات کے موضوع کو عزیز احسن اشعار کی شکل میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

میں وادیٔ کوہ میں کھڑا تھا
جہاں عروس سحر نے آکر
نقاب رُخ سے الٹ دیا تھا
وہ سرمدی راز کھولنے پر تُلی ہوئی تھی!
فضا میں توحید کے ترانے ہی گونجتے تھے

اَحداَحد کی صدا سماعت میں بس رہی تھی
ہواؤں میں ہُو یئت کے نغمے بکھر رہے تھے
پہاڑی ندی کے شور میں بھی
اَحداَحد کی پکار محسوس ہو رہی تھی
ہوا نے اشجار کو جگایا!
تو پتا پتا اسی ترانے سے جھوم اٹھا تھا
ہیشگی ربِ ذوالمنن کی!
مرے لہو میں سما رہی تھی
وہ سرِّ توحید میری نس نس میں بس چکا تھا(36)

عظمت وکبریائی کا بیان:

رب العالمین کی عظمت و کبریائی لامحدود ہے جب کہ انسانی عقل محدود ہونے کے باعث اسرارالٰہی کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

حدیث پاک میں بیان کیا جاتا ہے:

العظمۃ للہ

ترجمہ: بڑائی صرف اللہ کے لیے ہے

اس جہاں میں چارسو اللہ کی عظمت و کبریائی کے دلائل بکھرے پڑے ہیں۔ اللہ ہی واحد ہستی ہے جو اس عظیم کائنات کا خالق ہے۔ کائنات میں باقاعدگی سے چلتا ہوا نظام اور اس میں موجود سورج، چاند، ستارے، سیارے اور کہکشائیں، ان کے بارے میں جتنی بھی معلومات حضرت انسان حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکا ہے، انتہائی محدود ہیں۔ یہ کائنات اور کہکشائیں اوران سے بھی آگے اور کئی کہکشائیں، اوران میں چھپے کئی راز ایسے ہیں جن کو پانا انسانی بس سے باہر ہے۔ صرف اللہ کی ذات واحد ہے جو بخوبی ان رازوں سے آگاہ ہے بلکہ وہ خود ان تمام جہانوں کا بنانے والا ہے۔ یقیناً وہی عظمت وکبریائی والا ہے۔

عزیز احسن اللہ کی عظمت کو اپنے دل کی گہرائی سے مانتے ہیں ان کا دل اللہ کی عظمت کی صدا بلند کرتا ہے۔مگر افسوس کہ دلِ ناچیز زبان نہیں رکھتا۔

دل سے العظمت للہ! کی آتی ہے صدا
یہ الگ بات کہ اس دل کی زباں کوئی نہیں(37)

ہر ایک ہاتھ میں کشکول ہےگدائی کا
غنی ہے، ربِ کریم، اس کی کبریائی ہے(38)

ہاں صبا کے لب پہ نغمے عظمتِ خالق کے ہیں
اور کوئی گونج در دشت و جبل ہوتی نہیں

مالکِ کُل:

ربِّ لم یزل مالک کل ہے،موت وحیات، دن رات ہر شے اسی کے حکم کے تابع ہے، ساری کائنات اسی کی ثناخوانی میں مگن ہے وہی معبودِ برحق اور لائقِ حمد وثنا ہے۔وہی عالمین کا رب اور پالنہار ہے ہر ایک شے اسی کی ملک میں ہے۔ارض وسماں لوح وقلم سب اسی کے تصرف میں ہیں۔خشک وتر، بحر وبر ہر ذرہ ذرہ اسی کے حکم سے محوِ کار ہے۔کائنات کی ہر شے کا مالک ومولا صرف وہی ذات اعلیٰ ہے اس جہان میں ہر شے اس کی قدرت اور ملکیت کی منہ بولتی تصویر ہے۔

مالک بحر وبر بھی تو،خالق خشک و تر بھی تو
تیرا جمال ہی عیاں، قریہ بہ قریہ،کو بہ کو(39)

شاعر حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ تو مالکِ ارض وسما ہے ہر جا تیری حکمرانی ہے ہر شے تیرے تصرف میں ہے اور اس میں کوئی بھی دخل اندازی کی جرات نہیں کرسکتا۔

مالک ارض وسما ہے ذات تیری بے عدیل
حکمرانی میں تری ہرگز نہیں کوئی دخیل(40)

ملیک و مالک و مختارِملکِ ارض و سما
تری ثنا میں ہیں مصروف عقل ولوح وقلم(41)

مالکِ نفس و روح وجاں، تیرا مقام صرف ہو
تیرے جمال کے لیے ارض وسما کی ہاؤ ہو(42)

نہیں ہے تیرے سوا کوئی مالک و مختار
نہیں ہے تیرے سوا کوئی افضل و اکرم(43)

تخلیقات وجودِ باری کا اثبات:

بلاشبہ رب تعالیٰ کی تخلیقات کا وجود ذاتِ باری تعالیٰ کے خالق ہونے کی دلیل ہے۔ اسی کا نور ہرسمت جلوہ گر ہے ،اس کی حمد بندے کے لیےفکراورفن کے نئے در یچے کھولتی ہے اور اسے معرفت نفس سے آشنا کرتے ہوئے حیاتِ جاوداں کی سمت عطا کرتی ہے۔

ساری تخلیقات میں نورِ یقیں جلوہ فگن
حمد کے اشعار میں سرمایۂ صد فکر وفن (44)

ہر سخن کا رخ زمیں ہے آسماں کی سمت ہے
یہ سفر سارا حیاتِ جاوداں کی سمت ہے(45)

حمدکو تیری چاہیے ایک حیات ِجاوداں
اور مری حیات ہے لمحوں کی طرح مختصر(46)

نگاہِ لطف وکرم:

حمد گوئی رب رحمان سے عقیدت ومحبت کے ساتھ ساتھ وسعت قلبی اور پاکیز گیٔ روح کی آئینہ دار ہے۔عزیز احسن حمد وثنا کو اپنے منصب کا اختصاص سمجھتے ہیں۔حمد باری تعالیٰ میں وہ دعائیہ اورالتجائیہ انداز میں اپنے خالق سے نگاہِ کرم کے طلب گار ہوتے ہیں۔

قید ہوں میں مکان میں دائرۂ زمان میں
مجھ کو بھی بے کراں بنا ایک نگاہ ڈال کر(47)

مجھ کو بھی ہوں نصیب کچھ تیرے جہاں میں وسعتیں
تیرے ہی کوہسار ہیں تیرے ہیں سب یہ بحروبر(48)

حاصل ہو مجھے درجۂ احسان تو مولا
مل جائے مری زیست کی ہر شب کو سحر بھی(49)

تیرے کرم پہ منحصر، فکر و خیال کی نمو
کیسے ہو تیری معرفت، نفس ہے خود مرا عدو(50)

ہر سانس ترے اِذن کی محتاج ہے میری
تیری نگاہِ لطف ہی معراج ہے میری(51)

تیرے کرم کی شمع سے روشن ہو زندگی
یعنی حیات اصل میں ہو جائے بندگی(52)

دامن سدا حرم کے گلوں سے بھرا رہے
مجھ پر درِکرم ہی ہمیشہ کھلا رہے(53)

شاعر اللہ تعالیٰ کے حضور التجائیہ انداز اپناتے ہوئے کہتا ہے کہ تیرے بندے ہر حال میں گناہ گار ہیں لیکن ان کی سانسیں تیرے کرم ونوال کی محتاج ہیں، اے مالک، تو دلوں کے حال سے با خبر ہے ہمیں ہمیشہ ہمیشہ اپنے فضل وکرم کے سائے میں رکھ اور ہماری التجاؤں کو قبول ومنظور فرما۔

میرے مالک! تو دلوں کے حال سے ہے با خبر
التجائیں سننے والے پھر کرم کی ہو نظر!

اے کرم والے! کرم فرما کہ میں تیرے حضور
التجا کرتا ہوں تیرے فضل کی شام وسحر(54)

عاجزی اور خلوصِ عقیدت:

عزیز احسن کے ہاں عقیدت اور فن آپس میں جڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اللہ کی حمد اور بڑائی کو بیان کرنے کی غرض سے روپ بدل بدل کر اپنی عاجزی کا اظہار کرتا ہے اور اپنی عقیدت کو دل وجان سے بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

عزیز احسن حمد کہنے میں ایک منفرد اور خاص انداز رکھتے ہیں۔ موصوف حمد لکھنے کے لیے مکمل خلوص اور عقیدت کا سہارا لیتے ہیں۔ وہ اپنی عاجزی اور کم مائیگی کا اظہار اشعار کی صورت میں یوں کرتے ہیں۔

تو ہے محیط کل تو میں ذرہ ءبےعیار ہوں
مجھ کو تو چاہیے فقط ایک ہی لطف کی نظر(55)

تو نے ہی مجھے نطق کی دولت سے نوازا
تو نے مرے احساس کو اظہار دیا ہے(56)

احسن ،کہ بھٹکتا ہے تحیر کی فضا میں
مل جائے اسے اپنی حقیقت کی خبر بھی(57)

تیرے خیال سے حسیں میرا نظامِ آرزو
روح میں بھی اتار دے صرف ترے ہی رنگ و بُو(58)

شاعر اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں عرض گزار ہے کہ اُسے توفیق عطا کر دے کہ وہ اپنی حقیقت کو پا سکے۔

فنِ سخن گوئی کے لیے دعا:

شاعر کے لیے حاجت روا صرف اللہ کی ذاتِ بابرکت ہے۔اپنی حمدیہ شاعری کرتے ہوئے شاعر رب تعالیٰ سے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے کرم وعطا سے مشقِ سخن گوئی کو جاری رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور جو نذرانہء عقیدت اس نے بارگاہ الہیٰ بصورت حمد، دعا اور مناجات پیش کیا ہے اسے قبولیت سے سرفراز فرمائے۔عزیز احسن اپنے فن سخن گوئی کے جاری وساری رہنے کے لیے دستِ دعا دراز کرتے ہیں۔

خامے کے لیے سہل ہو سچ کا یہ سفر بھی
اللہ! تری حمد کا آ جائے ہنر بھی(59)

احساس کی نکہت مرے لفظوں میں سما جائے
پاکیزگیء قلب و نظر پائے ہنر بھی(60)

میری نوائے شوق کو تاثیر کر عطا
میرے سخن کے درد کو اوجِ کمال دے(61)

رنگ مٹ جائیں گے ہر سخن کے مگر
حرف چمکے گا بس نعت کا،حمد کا (62)

کشتِ جاں میں جو غنچہ کھلا حمد کا
رنگ لفظوں میں خود آ گیا حمد کا
صرف اللہ باقی رہے گا سدا
نور پھیلے گا لا انتہا حمد کا (63)

شعروں میں فہم دِیں کی تجلّی رہے سدا
پا جائیں میرے لکھے ہوئے لفظ بھی جلا (64)

ہو سخن گوئی پہ مائل جب طبیعت، میرے رب!
ہمدمی روح القدس کی قوتِ بازو رہے (65)

وہی سخن کے لیے رنگ و بو کا ضامن ہو!
ملے جو غیب سے پیرایہء ادب مجھ کو (66)

حمدِ رب کے نخل پر آیا ثمر اشعار کا
کھل گیا قصرِ سخن میں ایک در اشعار کا (67)

حمد تری لکھا کروں، حمد تری پڑھا کروں
تیری ثنا ہی رہے میرے لیے مرا ہنر (68)

قبولیت دعا:

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں اور جب پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں اور (دعائیں قبول کرتا ہوں)۔

عزیز احسن نے بھی اس مفہوم کو اپنی حمد میں کچھ اس انداز میں بیان کیا ہے۔

وہ جو راحم، رحیم اور رحمٰن ہے
اور معبود بھی
دل کی دھڑکن میں
شہ رگ سے نزدیک رہتا ہے
ہر سمت، ہر راہ، ہر قریہء جاں میں
موجود ہے
حمد اس کی کروں!(69)

عزیز احسن اپنی حمد و مناجات میں بارگاہ الٰہی میں دعاؤں کی قبولیت کی التجا کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ الٰہی مجھے سفرِ طیبہ کی توفیق عطا فرما اور میری تمام دعائیں قبول و منظور فرما۔

دعا کو بھیک مل جائے اثر کی
ملے توفیق طیبہ کے سفر کی(70)

دعائیں مانگ لی ہیں میں نے ساری
الٰہی اب ضرورت ہے اثر کی!(71)

الٰہی میری دعاؤں کو روشنی ہو عطا
دعائیں مانگتے رہنے کا آئے ڈھب مجھ کو(72)

ربِّ جہاں دکھا مجھے میری اسی حیات میں
میری تڑپ کے آب ورنگ میری دعاؤں کا اثر (73)

دعا کے بیج بو کر آسماں کی وسعتوں میں
الٰہی ! میں کسی شیریں ثمر کا منتظر ہوں (74)

قبولیت کی سعادت سے بہرہ ور ہوں عزیز
وہ سارے لفظ جو بخشے گئے ہیں اب مجھ کو (75)

جب دعاؤں کے گلابوں کو کھلا دیکھتا ہوں
خود ہی ہو جاتا ہوں اندازِ تمنا کا اسیر (76)

شاعر اپنے گناہوں پر ندامت کے باعث گریہ وزاری سے آنسو بہاتے ہوئے، اللہ کو اس کی رحمت کا واسطہ دیتا ہے کہ اے رحیم وکریم مولا تو اپنی رحمت سے میرے گناہوں سے درگزر فرما اور بندہء ناچیز کی دعاوں کو قبولیت عطا فرما۔

ہے ندامت ترے دربارِ کرم میں یا رب
اس لیے میں چند آنسو لے کے حاضر ہو گیا
تیری رحمت ہے غضب پر تیرے، حاوی اے کریم!
ہو قبول اس بندہء عاجز کی اب یہ التجا (77)

صفاتِ الٰہی کا بیان:

عزیزاحسن خدائے بزرگ و برتر کی صفاتِ پاک کا بیان بڑے خوبصورت انداز میں کرتے ہیں۔ وہ اللہ کو اس کے صفاتی ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کو اس کی صفات کا واسطہ دے کر رحم و کرم اور بخشش کی بھیک مانگتے ہیں۔

رحیم و راحم رحماں رُحیَم و ارحم
عظیم و صاحبِ عُظُم و معظم و اعظم(۷۸)

تو ہے واحد تو صمد ہے اور ہے تو ہی اَحد
تیری رحمت کی مرے مالک نہیں ہے کوئی حد(۷۹)

تو ہے خبیرِ تحت و فوق ، تو ہے علیمِ جُزو کل
تیری طرح نہیں کوئی کون مکاں میں باخبر(۸۰)

یا حکیمُ یا قدیم یا عظیمُ یا کریم
بخشنے والا ہے تو اور میں خطا کار و اثیم (۸۱)

تو بڑا توّاب ہے ، ستّار ہے ، غفّار ہے
اپنی رحمت کے طفیل عصیاں پہ پردہ ڈال دے(۸۲)

سماجیات کا ادراک:

شاعری کی خوبیوں میں سے ایک ایسی خوبی ہے کہ شاعر کا کلام اس کے عہد کے سماجی پہلوؤں کی عکاسی کرتا ہو۔عزیز احسن کی شاعری میں یہ خوبی جا بجا دکھائی دیتی ہے حمد یہ شاعری میں سماجی مسائل کے لیے دعائیہ انداز عزیز احسن کے کلام میں جا بہ جا ہے۔کاشف عرفان،عزیز احسن کے کلام کے متعلق بیان کرتے ہیں:

''عزیز احسن کے ہاں بھی سماجیات کا گہرا ادراک موجود ہے۔ان کا کلام بھی آج کے مسلم معاشرے کی تصویر دکھاتا ہے۔اس دورِ پُر آشوب میں جب اُمّتِ مسلمہ ہر طرف سے اغیار میں گھری ہوئی ہے اور اکیسویں صدی کے آغاز سے ہی صنعتی تبدیلیوں کی زد میں آئی ہوئی ہے ان کی شاعری مسائل کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے اور ان مسائل کے حل بھی دیتی ہے۔''(۸۳)

اس ضمن میں ڈاکٹر عبدالکریم اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

" سماج کو عمل کی ضرورت ہے اور ہمارے ارباب اختیار کو عدل کرنے کی ضرورت ہے عمل سے دوری اور ظلم نے ہمارے سماج کو کانٹوں میں دھکیل دیا ہے" ۔(۸۴)

دین اور احکامِ شریعت سے غافل اور پُر تعیُّش زندگی گزارنے کے عادی سیاست دان جب میدانِ سیاست میں قدم رکھتے ہیں تو فی الحقیقت ان کا مطمحِ نظر صرف کرسی حاصل کرنا اور مال بٹورنا ہوتا ہے، یقیناً یہ ہماری بے عملی اور دین سے دور رہنے کا خمیازہ ہے جو ہمیں اس صورت میں بھگتنا پڑ رہا ہے کہ آج ہماری معیشت ابتر ہے، عدل و انصاف قائم نہیں، اور عوام کے حقوق اور سہولیات ان کی دسترس سے کوسوں دور ہیں۔عزیز احسن اپنے ان افکار، مختلف اشعار میں پیش کرتے ہیں:

جانتے ہیں سب یہ خمیازہ ہے بداعمال کا
عیش وعشرت کا ثمر ہے اور حب مال کا (۸۵)

حکمرانوں میں سبھی مذہب سے کوسوں دور ہیں
دیکھ کر ان کے چلن سب اہلِ دل رنجور ہیں (۸۶)

یہ حکمراں جو بظاہر بڑے مسلماں ہیں
اِنہیں ضمیر کی دولت بھی کچھ عطا کر دے! (۸۷)

حکمراں ایسے سریر آرا ہیں جن کو غم نہیں
دیں کے کھو جانے کا شہروں میں کہیں ماتم نہیں (۸۸)

غربت ہمارے سماجی مسائل میں سے ایک ہے اس تناظر میں دیکھا جائے تو ہمارے معاشرے میں مزدور غربت کی لکیر سے نیچے زندگی پر مجبور ہے۔ عزیز احسن اپنے دل میں بس عوام کے لیے ہمدردی کے جذبات رکھتے ہیں اور دل کی گہرائیوں سے ان کی کے لیے دعا گو ہیں۔

کبھی تو چہرہ ٔ مزدور پر بھی سُرخی ہو
کبھی ضعیف کا دل بھی تو ہو سکے خُرّم (۸۹)

عصرِ حاضر میں دشمنانِ دین مل کر، امتِ مسلمہ کے خلاف برسرِ پیکار ہیں اس تلخ حقیقت کے اسباب کی جانب توجہ مبذول کرانے کی غرض سے عزیز احسن شعری صورت میں پیغام دیتے ہیں کہ آج مسلم اُمہ کو ان کی بے عملی اور دین سے دوری کے سبب یہ دن دیکھنا پڑ رہے ہیں۔

میں جانتا ہوں مکافات ہے عمل کی مرے
ستا رہا ہے زمانہ، نہ بے سبب مجھکو

تباہ حال ہے تیرے رسول ﷺ کی اُمت
نڈھال کرتی ہے یہ آگہی بھی اب مجھ کو(۹۰)

اُمّتِ مسلمہ کے لیے درد:

عزیز احسن دلِ حساس کے مالک ہیں بحیثیت مسلمان، مسلم اُمہ کے لیے ہمدردی کے جذبات رکھتے ہیں لیکن آج مشرق ومغرب میں سامراج کا دور ہے۔ مسلمان دنیا میں جہاں جہاں بھی ہیں وہ شدید بے عملی کے عمیق گڑھے میں دھنستے جا رہے ہیں۔ عزیز احسن جب اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی پر مایوسی میں مبتلا ہوں تو اپنے دل کی غمگین کیفیات کو اظہار کا جامہ پہنانے کے لیے نوحہ کناں ہوتے ہیں۔

تیرے محبوب کی اُمت ہے بہت خوار و زبوں
دینِ اسلام کے معیار کو کھو کر یا ربّ! (۹۱)

پروفیسر ابوالخیر کشفی بیان کرتے ہیں:

''جہاں عزیز احسن جبر دیکھتے ہیں، ظلم دیکھتے ہیں، اہلِ ایمان کی آزمائش دیکھتے ہیں تو چلاّ اُٹھتے ہیں۔''(۹۲)

ظلم کا راج ہوا تیری زمیں پر یا رب!
ساری دنیا میں نہتے ہوئے بے گھر یا رب!

اہلِ دل درد کی سوغات لیے پھرتے ہیں
دیکھتے رہتے ہیں خاموش یہ منظر یا رب!

تیرے محبوب کی اُمت ہے بہت خوار و زبوں
دینِ اسلام کے معیا رِ کو کھو کر یا رب!

بخشش دے اب تو گنہ گار مسلمانوں کو
تیری رحمت ترے غصّے سے ہے بڑھ کر یارب!(۹۳)

آج مسلم اُمّہ کا المیہ ہے کہ مسلمان صِراطِ عمل سے دوری کا شکار ہونے کی وجہ سے اپنی اصل پہچان کھو بیٹھے ہیں اور کفار کے منفی ہتھکنڈوں سے نبرد آزما نہیں ہو پا رہے۔

عزیز احسن کی شاعری کے بارے میں کاشف عرفان اپنے خیالات کا اظہار اِن الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''عزیز احسن کی [نعتیہ] شاعری میں ہمیں ایک کیفیت مسلسل نظر آتی ہے وہ ایک پُرخلوص دعائیہ اور استغاثیہ کیفیت ہے۔ وہ اُمّت کی زبوں حالی پر ہر لحہ ایک اضطرابی کیفیت میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ بے عملی اور نااتفاقی کو وہ اُمّتِ مسلمہ کے مسائل کے لیے زہرِ قاتل سمجھتے ہیں۔ان کی شاعری میں امتِ مسلمہ کے مسائل کا ادراک موجود ہے۔۔۔عزیز صاحب کے ہاں دعائیہ اور تبلیغی عناصر بہت زیادہ طاقتور ہیں۔ وہ ہر گام پر اپنے قارئین کو عمل کی طرف راغب کرتے نظر آتے ہیں۔''(۹۴)

میں اپنی ملتِ بے مایہ کے لیے رنجور
میں اپنی سوئی ہوئی قوم کے لیے بیدم !

ہوئی ہے خواب کے مانند جرأتِ مسلم
شجاعتوں کا کیا جا رہا ہے اب ماتم (۹۵)

تباہ حال ہے تیرے رسول ﷺ کی اُمّت
نڈھال کرتی ہے یہ آگہی بھی اب مجھ کو (۹۶)

حسنِ عمل شعار بنے میری قوم کا
پرتو اب اس پہ عہدِ صحابہ کا ڈال دے(۹۷)

یا رب زوالِ ملتِ بیضا کو ٹال دے
پھر اِس کو حسنِ ذوقِ عمل بے مثال دے(۹۸)

عزیز احسن اپنی حمدیہ شاعری کے بارے میں کہتے ہیں:

''میری حمدیہ شاعری میں زیادہ تر مناجاتی پہلو اجاگر ہوتا ہے اور نعتیہ شاعری میں کہیں کہیں استغاثے کی گونج سنائی دیتی ہے۔کئی نظموں کو میں نے، استغاثے کے عنوان ہی کے تحت لکھا ہے۔گردوپیش کے ماحول اور فضاءوں کو اپنے آدرش اور اسلامی شعائر سے متصادم پاکر جو احساسِ زیاں میرے افکار کا احاطہ کر لیتا ہے۔اس کا پرتو بھی میری شاعری پر پڑتا ہے۔''(۹۹)

یہ قوم جس کو میسر ہوا عروج کبھی
اُکھڑ چکے ہیں زمیں سے بھی آج اس کے قدم(۱۰۰)

متاعِ علم و ہنر چھن گئی مسلماں سے
دلوں پہ جہل کی ظلمت جما رہی ہے قدم (۱۰۱)

اُخوّتوں کی فضا ختم ہو چکی مولا!
محبتوں کا ہوا سرنگوں یہاں پرچم (۱۰۲)

شاعر دلِ مضطر کے ساتھ اپنی ملت کے حالِ زار کو بیان کرتا ہے۔اور رب کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے کہ یارب پھر سے انہیں دولتِ ایمان وعمل اور ان کا کھویا ہوا مقام عطا فرما۔

وہ خوف دل سے مٹا ! ربِّ ذوالجلال کہ جو
عمل کی راہ سے روکے ہوئے ہے میرے قدم(۱۰۳)

شاعر اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہے کہ مسلم اُمہ کو عشقِ مصطفیٰ کی دولت اور تعلیماتِ مصطفیٰ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔

دولت خلوصِ عشقِ نبی کی نصیب کر
جذبہ بھی پیروی کا ہمیں لازوال دے(۱۰۴)

عطا ہو ملتِ بے مایہ کو زمانے میں
اِلٰہِ ارض و سماوات ، سرورئ امم (۱۰۵)

عفو کی بھیک عطا ہو کہ ہیں کشکول تہی
پھر اُجاگر ہوں مسلمانوں کے جوہر یارب(۱۰۶)

دور ہوں بادل ، زوالِ ملتِ بیضا کے اب
پھر سے چمکا دے ہلالِ عید،دیں کے بام پر(۱۰۷)

یہیں پہ خُلد کا منظر دکھائی دینے لگے
نفاذِ دیں سے وہ امن واماں ہو جائے (۱۰۸)

شاعر مسلمانوں کی ترقی واستحکام کی دُعا کرتے ہوئے اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کو یاد کرتا ہے۔جنہیں کفار نے محض کلمہ گو ہونے کی وجہ سے ظلم و بربریت کا نشانہ بنا رکھا ہے۔عزیز احسن اُن کفّارِ بداطوار کے لیے بددعا کرتے ہیں کہ مالک ومولا انہیں نیست ونابود کردے۔

داعیانِ حق کو پھلنے پھولنے کی دے فضا
کافروں کو یا الٰہی ! اب تو کر زیر و زبر

تیری دنیا میں فسادی دندنائیں روز و شب
کیا تجھے بھاتا ہے ان کا دندنانا ارض پر؟(۱۰۹)

عزیز احسن کشمیر، فلسطین اور برما کے مسلمانوں کی آزادی اور دین اسلام کی سر بلندی کے لیے دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہوتے ہیں۔

دین کا ڈنکا بجائیں چار جانب اہلِ دیں
صرف اک اسلام کا پرچم ہو زیبِ دشت و در

وہ فلسطیں ہو کہ ہو کشمیر و برما یا کریم
ہر طرف مسلم ہی پائے برتری ، المختصر

یوں عزیز احسن کی پوری ہو تمنا یا کریم !
اس کو ہر جانب اُجالا دین کا آئے نظر (۱۱۰)

طلبِ مغفرت:

مذہبی شاعری، کسی بھی شاعر کے لیے زادِ سفرِ آخرت ہوتی ہے۔ اور اس کے پس پردہ حُبِّ الٰہی اور اطاعت الٰہی کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ اللہ کی اطاعت میں کمی و کوتاہی باعثِ ندامت ہے۔

ایسے میں بندۂ عاجز اپنے گناہوں کی بخشش اور بارگاہِ رب میں سُرخروئی کے لیے فریاد کرتا ہے یوں اس کی التجا اور تڑپ بھی حمد کا حصہ بن جاتی ہے۔

عزیز احسن بھی اپنے رب کے حضور بخشش اور گناہوں پر مغفرت کے طلب گار ہیں۔

بخش دے ہر گناہ اے مالک !
التجا قلبِ شرمسار میں ہے (۱۱۱)

کاش بعدِ وصال خلق کہے
روحِ احسن تو مرغزار میں ہے(۱۰۲)

دل تو کرتا ہے سدا بازارِ عصیاں کا طواف
درگزر فرمانے والے اب خطائیں ہوں معاف(۱۱۳)
ربِ رحیم وغفور نے اپنے بندوں کے لیے مغفرت کی خوش خبری خود اپنے کلام پاک میں بھی دی ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:
"نَبِّیءْ عِبادِیْ اَنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیمُO"(۱۴)
ترجمہ: [اے نبی!] میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں
بہت ہی بخشنے والا اور بڑا مہربان ہوں۔
اسی مفہوم کو عزیز احسن نے اپنی آزاد نظم ’’پیامِ مغفرت‘‘ میں کچھ اس طرح ادا کیا ہے:
دیکھتا ہوں جب گناہوں کی طرف اپنے
تو دل پُرہول ہوجاتا ہے
نبضیں ڈوبنے لگتی ہیں
سر چکرانے لگتا ہے
زمیں اور آسماں میں کوئی بھی
جائے اماں
مجھ کو نظر آتی نہیں ہے
مگر جب تیری رحمت پر نظر جاتی ہے
میری!
تو مرے رب!
میں ہمیشہ شاد ہوجاتا ہوں

تو نے خود کہا ہے
اے نبی ﷺ کہہ دو!
مرے بندوں سے
میں خود مغفرت فرمانے والا ہوں
بڑا ہی مہرباں ہوں
یہ------خبر دے دو!۔(۱۱۵)

شاعر اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے عرض گزار ہوتا ہے کہ بے شک اس کے اپنے اعمالِ سیاہ کی بنا پر وہ قصوروار اور گناہ گار ہے لیکن اے مالکِ کون و مکاں تو اپنی رحمت سے بروزِ حشر اس کی مدد فرمانا۔

میں مجسم معصیت ہوں میں ہوں سر تا پا قصور
ہیں بہت اعمال میرے صدق کی وادی سے دور
عرض ہے اے مالکِ کون و مکاں تیرے حضور
کر مدد اس بندۂ عاصی کی تو یوم النشور(۱۱۶)

ہے یہ اُمید کہ بخشش کے سبب موت کے وقت
میرے اعمال میں باقی نہ رہے گی تقصیر(۱۱۷)

ایک سچے عاشق کی طرح عزیز احسن کا عقیدہ ہے کہ آنحضور ﷺ کی ذاتِ باصفات سے محبت و عقیدت ہی وہ زینہ ہے جس کے ذریعے معبودِ حقیقی تک پہنچا جا سکتا ہے۔ اپنے گناہوں کی بخشش اور کامیابی کے لیے اسی ذاتِ پاک ﷺ کو وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ اور اُنھی کا واسطہ دے کر بخشش طلب کرتے ہیں۔

عاصی تو ہوں مگر مجھے الفت نبی سے ہے
دعوے کو نورِ صدق و صفا کی دلیل دے

حُبِّ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے میں ہو مغفرت عطا
اظہار کے لیے مجھے فکر جمیل دے (۱۱۸)

پاؤں نجات میں بھی ، شفاعت کے واسطے
پہچان لے جو حشر میں تیرا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے (۱۱۹)

عزیز احسن کی نعتیہ شاعری کا فکری جائزہ

نعت کے معانی و مفاہیم:

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد سید المرسلین نبی آخر الزّماں کا ذِکرِ خیر کرتے ہیں، جو باعث ہے برکتوں، رحمتوں اور نجات کا۔

لفظ ''نعت'' عربی زبان کا لفظ ہے۔ اُردو ماہرین لسانیات کی آرا کے مطابق یہ لفظ بعینہٖ متعارف ہوا اور آج بھی اپنی اصل شکل میں مروج و مستعمل ہے۔ اردو زبان میں لفظ ''نعت'' کے لُغوی اور اصطلاحی معنی ایک ہی ہیں۔

عربی لُغت ''المنجد'' میں نعت کے یہ معانی ملتے ہیں۔

''نعت (س) نَعتاً: اچھی صفات دکھانا نعت الرّجل: اچھے اوصاف والا آدمی''۔ (۱۲۰)

نعت (ک) نَعَّاتۃً اَرَجُلُ: پیدائش ہی سے اچھی صفات والا ہونا۔ اَنْعَتُ اَرَجُل: خوبصورت چہرے والا ہونا۔ اچھے اخلاق والا ہونا تَنَعُّت النتءی: چیز کا وصف بیان کرنا'' (۱۲۱)

ایک عربی لُغت کے اس حوالے سے وضاحت سامنے آتی ہے کہ نعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے اوصاف بیان کرنے کا خصوصی ذریعہ ہے۔اسکے علاوہ یہ وصف اور صفت کے عمومی معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔اس کا کوئی بھی مجازی معنی نہیں ہے۔

فرہنگ آصفیہ کے مطابق:

''نعت ۔ ع۔ اسم مؤنث : صفت و ثنا،تعریف وتوصیف ، مدح ، ثنا، مجازاً خاص آنحضرت ﷺ کی توصیف۔''(۱۲۲)

''نور اللُّغات'' میں یہ معانی درج ہیں :۔

''نعت (ع۔ بالفتح) مونث، یہ لفظ بمعنی مطلق وصف ہے اور اس کا استعمال بالخصوص حضرت محمد ﷺ کی تعریف و ستائش کے لیے ہوتا ہے۔''(۱۲۳)

''فارسی لُغت'' ''فرہنگ آموزگار'' میں نعت کے معانی یوں درج کیے گئے ہیں :۔

''لفظ نعت بمعنی تعریف وتوصیف کردن است لیکن اکثر استعمال ایں لفظ بمعنی مطلق ستائیش وثنائے رسول ﷺ آمدہ است''(۱۲۴)

لُغاتِ کشوری میں نعت کے یہ معانی درج ہیں:

''تعریف،صفت،تعریف کرنا خاص کر رسول ﷺ کی''(۱۲۵)

''فرہنگ عامرہ میں نعت کے معانی اسطرح درج ہیں:

''تعریف،صفت،آنحضور ﷺ کی منقبت جمع نعوت''(۱۲۶)

مرزا مقبول بیگ بدخشانی نعت کے معانی یوں بیان کرتے ہیں :

''نعت، وہ نظم ہے جو رسول ﷺ کی شان میں کہی جائے''(۱۲۷)

وارث سرہندی جامع علمی اُردو لُغت میں تحریر کرتے ہیں:

''(ع۔ا۔مث) مدح، ثنا،تعریف وتوصیف حضور اکرم ﷺ کی تعریف میں مدحیہ اشعار''۔(۱۲۸)

بحر الفصاحت میں نعت کے متعلق کچھ ایسے تحریر کیا گیا ہے:

''نبی اکرم محمد مصطفی ﷺ کی مدح میں کہے جانے والے

اشعار کونعت کہا جاتا ہے۔لفظ نعت مدحت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کہے جانے
والے منظوم کلام کے لیے سب سے پہلے حضرت علیؓ نے استعمال کیا۔
عربی میں سب سے پہلے حضرت ابو طالب عمِ نامدارِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
آپ کی مدحت میں نعتیں لکھی ہیں۔''(۱۲۹)
وکی پیڈیا میں نعت کے متعلق یہ تعریف لکھی گئی ہے:

"Na't(Arabic:naat(is a poetry that Specifically praises the Islamic prophet Muhammad"(130)

مختلف لُغات سے حاصل کیے گئے درج بالا حوالہ جات کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کے'نعت' نبی پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وستائش، عادات وخصائل کو منظوم انداز میں بیان کرنے کا نام ہے عموماً نعت کو حمد، مدح اور منقبت وغیرہ کے ہم معنی ہی سمجھا جاتا ہے۔ مگر معنی ومقاصد کے اعتبار سے یہ تمام الفاظ مختلف نوعیت کے ساتھ ہیں۔اوران سب میں سے لفظ ''نعت'' بلاشبہ سب سے زیادہ مقبولیت کا حامل ہے۔اور ہر خاص وعام کے لیے دلچسپی اور کشش رکھتا ہے۔

اصطلاحات شاعری میں نعت کا لفظ اپنے مخصوص معنی رکھتا ہے۔اور اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح مراد لی جاتی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح نثر میں بھی کی جاسکتی ہے اورنظم میں بھی۔البتہ جب بھی نظم یا نثر کسی بھی صورت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کی جائے گی تو اُسے نعت کہا جائے گا۔

نعت کے معانی ومفاہیم کومزید سمجھنے کے لیے کچھ اہم شخصیات کے خیالات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

بقول ڈاکٹر یونس حسنی:

''ایسی تمام نظمیں جن میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور عقیدت کا اظہار کیا جائے یا آپ کے محاسن بیان کیے جائیں،نعت کی تعریف میں آتی ہیں''(۱۳۱)

رفیع الدین ہاشمی نعت کے معانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''نعت وہ نظم ہے جس میں رسول پاک کی ذات ، صفات اخلاق اور شخصی حالات وغیرہ کا بیان ہوتا ہے اور آپ ﷺ کی ہمہ پہلو مدح کی جاتی ہے۔''(۱۳۲)

ممتاز حسن، نعت کے معانی اس طرح بتاتے ہیں:

''میرے نزدیک ہر وہ شعر نعت ہے جس کا تعلق ہمیں حضور ﷺ رحمتہ للعالمین کی ذات گرامی سے قریب لائے جس میں حضور ﷺ کی مدح ہو یا حضور ﷺ سے خطاب کیا جائے محض پیکر نبوّت کے صوری محاسن سے لگاؤ کی بجائے مقصدِ نبوت سے دل بستگی پائی جائے۔''(۱۳۳)

طلحہ رضوی برق کے مطابق:

''نعت ، اس کلامِ منظوم کو کہتے ہیں جو حضورِ انور محمد رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں زیبِ قرطاس ہو۔''(۱۳۴)

سیّد مختار شاہ گیلانی اظہارِ خیال کرتے ہیں:

''اصطلاح میں نعت سے مراد بالخصوص نبی اکرم ﷺ کی تعریف وتوصیف اور مدحت کی جاتی ہے۔ جو شاعری کے پیرایہ میں کی جائے چناں چہ نعت کے لغوی معانی کے اعتبار سے آپ کی وہ تمام تعریف وتوصیف و مدحت جو کتب سماویہ میں ملتی ہے، بجا طور پر نعت قرار دی جانے کی سزاوار ہے۔ اسی بنا پر یہ کہنا درست ہوگا کہ خالقِ ارض سما، فالق حبّ ونویٰ نے اپنے محبوب، مورِدِ لولاک لما کو ظاہراً وارِد کرہِ ارض فرمانے سے پیشتر ہی اور پھر ورودِ مسعود کے بعد بھی اپنے کلام کے ذریعے جو کہ مرقوم کتابِ مکنون تھا، بصورتِ تعریف وتوصیف، آپ ﷺ کی نعت گوئی فرما کر اس مقدس وظیفہ کو ہمارے لیے سنتِ الٰہیہ بنا دیا اور پھر

سعادت مند مخلوق میں اس سنت کو قیامت تک کے لیے جاری فرما دیا۔ چناں چہ یوں "بہت زیادہ تعریف کیے گئے" اپنے محبوب یعنی محمد ﷺ کے محامد پر مبنی عظیم الشان بحرِ محامد کا اہتمام فرما دیا۔ نعت گوئی کے اساسی اور اولین نظائر تو کلامِ الٰہی میں ملتے ہیں جبکہ دوسرے نمبر پر ہماری رہنمائی کے لیے سنگِ میل کی حیثیت ان نفوسِ مقدّسہ کی نعت گوئی رکھتی ہے۔ جن کا شمار حضور اکرم ﷺ کے عالی مرتبت اقارب، باوفا صحابہ کرام، موردِ تطہیر اہل بیتِ عظام اور شاملانِ درود آل اطہار علیہم السلام اجمعین میں ہوتا ہے۔ اصلاً انہی دو منابع کے مضامین و اسالیب کی خوشہ چینی کرتے ہوئے، متاخرین نعت نگاران، بقدرِ استطاعت خدمتِ نعت کی سعادت حاصل کرتے ہوئے، نعت گویانِ محمد عربی ﷺ کی مبارک فہرست میں "(جس میں پہلا بابرکت نام اللہ رب العزّت کا ہے)" اپنے اپنے نام کا اندراج کرواتے آ رہے ہیں۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔" (۱۳۵)

بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری:

"اردو، فارسی میں جب نعت کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے عام طور پر آنحضرت ﷺ کی منظوم مدح مراد لی جاتی ہے" (۱۳۶)

حفیظ صدیقی تحریر کرتے ہیں:

"سرورِ کائنات کی بارگاہ میں شاعر کا نذرانۂ عقیدت نعت کہلاتا ہے بالالفاظ دیگر نعت ان اشعار کو کہتے ہیں جن میں خاتم المرسلین کی مدح و ستائش اور آپ ﷺ کے اوصاف و شمائل کا تذکرہ ہو، شاعر کا شوقِ زیارت اور اُمیدِ التفات جیسے عشقیہ مضامین جس کے پیچھے عشقِ رسول کا جذبہ موجود ہو۔ اصولاً نعت کے دائرے میں داخل ہیں" (۱۳۷)

راجا رشید محمود کے بقول:

''اب قریباً دنیا بھر کے مسلم علاقوں کی زبان میں ''نعت'' لغوی معنی کے دائروں سے نکل کر اصطلاحی معنوں کے واضح اور وسیع تناظر میں نظر آنے لگی ہے۔ لفظ نعت سے ایک خاص قسم کی شاعری مُراد لی جاتی ہے جس میں آنحضورﷺ کی پاکیزہ شخصیت کی تعریف کی جاتی ہے''۔(۱۳۸)

مولانا عبدالقدّوس ہاشمی تحریر کرتے ہیں:

''عربی زبان میں تعریف وتوصیف کے لیے اور بھی بہت سے مصادر مستعمل ہیں۔ مثلاً حمد، ثنا، مدح وغیرہ۔ اگرچہ ان سب کے محلِ استعمال میں ہمیشہ پوری پابندی نہیں کی گئی مگر اہل قلم حضرات نے عملاً لفظ ''حمد'' کو اللہ جَل جلالہُ کی تعریف کے لیے اور لفظ ''نعت'' کو رسول کریم ﷺ کی ثنا وصفت کے لیے مخصوص کر لیا ہے۔ لفظ ''مدح'' کو عام تعریف وتوصیف کے لیے ثنا کی طرح استعمال کرتے رہے ہیں۔ اس طرح عربی و فارسی، اردو اور ترکی زبان میں نعت سے رسول مقبول ﷺ کی مدح وثنا مراد ہوتی ہے۔ اس کی اتباع مسلمانوں کی دوسری زبانوں مثلاً سواحلی، اوگنڈی، انڈونیشی وغیرہ میں بھی کی گئی ہے۔ اور اب تمام زبانوں میں رسول اللہ ﷺ کی توصیف وتعریف کے لیے لفظ ''نعت'' ہی مستعمل ہے۔''(۱۳۹)

نعت، ذاتِ رسالتِ مآب ﷺ کے محاسن حضور علیہ السلام کی سیرت پاک کے مختلف پہلو آنحضور ﷺ کی تعلیمات، سراپا مبارک کے مختلف خصائص اور آپ ﷺ سے محبت وشیفتگی کی واردات وکیفیات کا اظہار ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ سے منسوب ہستیاں آپ کی آلِ پاک، آپ ﷺ کی نسبتِ بابرکت کے باعث حور وغلماں کی آپ سے محبت کا بیان نعت کے مضامین میں شامل کیا جاتا ہے۔

نعت کے موضات حضور ﷺ کے صحابہ کرام اور مقدمین کو بھی مرغوب رہے ہیں۔ اگر کسی انسان کی حیات میں اس کی خوبیوں کا تذکرہ کیا جائے تو اسے مدح کہا جاتا ہے اور اگر اس

کی وفات کے بعداس کے اوصاف ومناقب کا ذکر ہوتو اسے مرثیہ میں شمار کیا جاتا ہے۔آنحضرت ﷺ کی شان میں جو قصائد لکھے گئے جیسا کہ حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت ابن رواحہ کے اشعار یا وہ اشعار جن کی حضرت فاطمۃ الزہرہؓ سے نسبت کی جاتی ہے، انہیں ادب وسیرت کے علما نے مرثیہ میں شمار کیا ہے کیوں کہ انہوں نے آنحضور ﷺ کی جدائی کے بعد اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ان چند قصائد کے علاوہ جو بھی آپ ﷺ کی شان اور تعریف میں کہا گیا ہے۔یا کہا جائے گا وہ سب آپ ﷺ کی مدح کے ضمن میں آئے گا۔آپ ﷺ کا نام ہمیشہ سے زندہ اور تابندہ ہے اور رہتی دنیا تک زندہ رہے گا۔

نعت کے موضوعات

نعت کا موضوع انتہائی وسعت کا حامل ہے۔نعت میں خیرالبشر اور محسنِ انسانیت حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شانِ اقدس کا بیان خوبصورت انداز میں کیا جاتا ہے نبی پاک ﷺ کسی خاص گروہ یا قوم کی طرف نہیں بلکہ تمام عالم کے لیے رحمت بن کر آئے۔قرآن پاک میں ارشادِ الٰہی ہے۔

"وماارسلنک الارحمۃللعالمین"o(140)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خود آپ کی تعریف کے لیے جو موضوع منتخب کیا اُسے رحمت کہا۔جو کہ دونوں عالم کے لیے اللہ کی طرف سے بھیجی گئی۔

موضوعِ نعت کی وسعت کے بارے میں بات کی جائے تو، اس میں، آنحضرت کی زندگی، سیرتِ پاک کے وسیلے سے ہی انسانی زندگی کے تہذیبی وثقافتی، سیاسی اور سماجی پہلو در آئے ہیں۔لیکن نعت کے موضوعات اس سے کہیں وسیع تر ہیں۔حضرت محمدؐ کے شمائل وفضائل، معمولاتِ نبوی، اخلاق نبوی، پیغامات نبوی، آدابِ مجلس فضائل، خصائص وغیرہ کے بے شمار پہلو

شامل ہیں۔

موضوعاتِ نعت کے حوالے سے ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

''بظاہر نعت کے موضوع کا تعین بہت آسان نظر آتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ نعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح ہی کا نام ہے۔ لیکن اگر عربی، فارسی اور اردو میں موجود نعتیہ کلام کا بغور مطالعہ کیا جائے، تو اس موضوع کی عظمت اور وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ ''مدح'' نعت کا اہم موضوع ہے اور صنفِ نعت کے آغاز ہی سے اسے نعت کے ایک مرکزی عنصر کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ جب عربی میں با قاعدہ نعت نگاری شروع ہوئی تو کفّارِ مکّہ کی ہجو اور گستاخیٔ رسول کے جواب میں مسلمان شاعروں نے موثر طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کیا۔ نعت اسی لسانی جدوجہد کی پیداوار ہے۔ دربارِ رسالت کے شاعروں نے کفار کے رد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسب و نسب اور کردار و صفات کی توصیف و ستائش کی جو مدحیہ بیتیں لکھیں۔ انہیں عربی نعت کے اوّلین نمونوں میں شمار کیا جاتا ہے۔''(۱۴۱)

دربارِ رسالت سے وابستہ شاعروں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ پاک، ظاہری حسن و جمال، صفاتِ دیانت و امانت، صداقت و عدالت، شجاعت و سخاوت اور حسنِ باطنی کی تعریفات کی اس کے ساتھ ساتھ آپ کے آباء و اجداد آل و اصحاب کی مدح بھی کی۔ یوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کے بیان کے علاوہ اسلامی عقائد اسلامی تحریک، تبلیغ اسلام میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مساعیٔ جمیلہ، دینِ اسلام اور سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لامحدود پہلوؤں کا تذکرہ بھی نعت میں ہوجاتا ہے۔ آج نعتوں میں مدینے سے دوری کا احساس، درِ مدینہ جانے کی آرزو، ہوا کے ذریعے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پیغام رسانی، درپیش مصائب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریادرسی کی خواہش یعنی استغاثہ کے مضامین بھی نعت میں داخل ہوگئے ہیں۔ یوں ملتِ اسلامیہ کے اجتماعی مسائل بھی نعت میں قلم بند ہونے لگے ہیں۔ اور نعت کا دائرہ ''مدح'' سے پھیل کر مسلمانوں کے قومی و ملی

محسوسات پر محیط ہو گیا ہے۔

دورِ حاضر میں بدلتی ہوئی صورتِ حال میں آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کے نئے نئے پہلو اور امکانات ظاہر ہوئے تو آپ ﷺ کے حوالے سے تہذیبی اور سماجی، تمدنی اور معاشرتی، معاشی، اقتصادی، سیاسی اور تاریخی اوران گنت موضوعات و مضامین نعت آشنا ہو گئے ہیں۔ آج کے دور میں نعتوں میں موضوعات کی یہ بوقلمونی و رنگارنگی بہ آسانی دیکھی جا سکتی ہے۔ نعت نے حضور اکرم ﷺ کی مدح و توصیف کے علاوہ آپ ﷺ کی ذات، حیات، غزوات، معجزات، صفات، تعلیمات، احسانات، عادات و معمولات کے تذکار، شخصی واردات و کیفیات کے بیان، قومی و ملی مسائل کے ذکر اور انسانی و آفاقی تصورات و نظریات کے مختلف پہلوؤں کو ایک قرینے اور سلیقے سے اپنے اندر سمو دیا ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

> ''آج کی نعت اپنے مرکزی موضوع (مدحِ رسول ﷺ) سے پھیل کر کائنات کے مسائل پر محیط نظر آتی ہے۔ نعت کا موضوع بلاشبہ ارتقا پزیر اور بتدریج بڑھنے والا موضوع ہے۔ اس کے مضامین میں عہد بہ عہد وسعت پیدا ہو رہی ہے۔ جیسے جیسے زمانہ ترقی کر رہا ہے اور نئے نئے سائنسی انکشافات رونما ہو رہے ہیں۔ ویسے ویسے حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ، ان کی تعلیمات اور انسانی تہذیب و معاشرت اور تاریخ و سیاست پر ان کے بڑھتے ہوئے اثرات سے پیدا ہونے والے نت نئے محسوسات نعت کا موضوع بن رہے ہیں۔ جدید طرزِ احساس رکھنے والے تخلیقی شاعروں نے نعت کے لامحدود امکانات سجھائے ہیں''(۱۴۲)

فنِ نعت میں احتیاط کا تقاضا:

آنحضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ ادب میں نعت گوئی بظاہر ایک آسان کام لگتا ہے۔لیکن جب شاعر اس میدان سخن میں قدم رکھتا ہے تو اسے عقیدت و چاہت کے اظہار کے ساتھ ساتھ الفاظ کے استعمال میں بڑی احتیاط کی ضروت ہوتی ہے۔نعت گوئی بلاشبہ ایک نازک فن ہے۔ اگر فنِ نعت کی باریکیوں کا جائزہ لیں تو پتا چلتا ہے کہ اس سعادت سے عہدہ برآ ہونا آسان نہیں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں شعوری یا لاشعوری کوتاہی، بے ادبی یا شوخی خدا کو قطعی گوارا نہیں۔ چناں چہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوے اور اظہارِ جذبات میں توازن رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جذبہ نعت کی روح ہے۔لیکن دربارِ رسالت کے آداب کا کامل ادراک نہ ہوتے ہوئے ،کسی بھی لکھنے والے کے بھٹک جانے کا یقینی خدشہ ہوسکتا ہے۔ایسا نہ ہو کہ عقیدت مند جذبات کی رو میں بہتے ہوئے الفاظ وتراکیب کی بُنت ایسی کر بیٹھے کہ مفہوم کہیں کا کہیں چلا جائے۔

بہرحال فن نعت کے متقضیات کے حوالے سے ماہرینِ ادب نے اپنے اپنے انداز سے کم یا زیادہ طوالت پر مشتمل نازک پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

مجید امجید ادبِ نعت کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

> ''حقیقت یہ ہے کہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں ذرا سی لغزش نعت کو حدودِ کفر میں داخل کر سکتی ہے۔ذرا سی کوتاہی مدح کو قدح میں بدل سکتی ۔ذرا سا غلو ضلالت کے زمرے میں آ سکتا ہے۔ذرا سا عجز بیان اہانت کا باعث بن سکتا ہے۔فن شعر کے لحاظ سے اس کام کے لیے کمالِ سخن وری اور نفسِ مضمون کے لحاظ سے کمالِ آگہی درکار رہے۔یوں نعت ایک مقدس آزمائش ہے۔''(۱۴۳)

مولانا امام حمد رضا خانؒ فرماتے ہیں:

''حقیقتاً نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے۔جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔اگر (شاعر) بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے، جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔غرض حمد میں ایک جانب اصلاً کوئی حد نہیں ہے اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔''(۱۴۴)

عبدالکریم ثمر رقم طراز ہیں:

''نعت نہایت مشکل صفِ سخن ہے نعت کی نازک حدود کو مدنظر رکھتے ہوئے اُس کی آفاقیت قائم رکھنا آسان کام نہیں۔سرکار دو عالم ﷺ کی شانِ اقدس میں ذرا سی بے احتیاطی اور ادنیٰ سی لغزش خیال والفاظ اور ایمان و عمل کو غارت کر دیتی ہے۔''(۱۴۵)

ڈاکٹر اے۔ڈی نسیم اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں:

''نعت گوئی کا راستہ پل صراط سے زیادہ کٹھن ہے۔اس میں بڑی احتیاط اور ہوش سے چلنے کی ضرورت ہے اس لیے اکثر شاعروں نے نعت کہنے میں اپنی بے بسی کا اظہار کیا ہے، جس ہستی پر خدا خود درود بھیجتا ہے۔انسان کی کیا مجال کہ اس کی تعریف کا احاطہ کر سکے''(۱۴۶)

ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں:

''نعت کے موضوع سے عہدہ برآ ہونا آسان نہیں موضوع کا احترام کلام کی بے کیفی و بے رونقی کی پردہ پوشی کرتا ہے۔نقاد کو نعت گو سے باز پرس کرنے میں تامل ہوتا ہے، دوسری طرف نعت گو کو اپنی فنی کمزوری چھپانے کے لیے نعت کا پردہ بھی بہت آسانی سے مل جاتا ہے۔شاعر ہر مرحلہ پر اپنے معتقدات کی آڑ پکڑتا ہے اور نقاد جہاں کا تہاں رہ جاتا ہے۔لیکن نعت گوئی کی فضا جتنی وسیع ہے۔اتنی ہی اس میں پرواز مشکل

ہے۔‘‘(۱۴۷)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے مطابق:

’’نعت کا موضوع ہماری زندگی کا ایک نہایت عظیم و وسیع موضوع ہے۔ اس کی عظمت و وسعت کی حدیں ایک طرف عبد اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہیں۔ شاعر کے پائے فکر میں ذرا سی لغزش ہوئی اور وہ نعت کے بجائے گیا حمد و منقبت کی سرحدوں میں اس لیے اس موضوع کو ہاتھ لگانا اتنا آسان نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ حقیقی نعت کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے‘‘(۱۴۸)

نعت کے موضوعات کے احترام کی وجہ سے شاعر بہت محتاط انداز اختیار کرتا ہے کہ وہ نپے تلے الفاظ، حسنِ خطاب اور حسنِ بیان کے ساتھ عقیدے کی تفصیلات اور باریکیوں کو ساتھ لے کر چلے اور قدم قدم پر اس کا لحاظ کرے کہ عقیدت کا بحرِ بیکراں ان مقامات پر نہ پہنچا دے کہ جن سے صادق البیانی پر حرف آئے اور اس کے نتیجے میں نعت، نعت نہ رہے۔ کیوں کہ بارگاہِ رسالت وہ مقدس آستاں ہے کہ جس میں بآواز بلند گفتگو بھی سوئے ادب قرار پائے تو اس بارگاہ کے آداب کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

عزیز احسن کی نعتیہ شاعری کے فکری موضوعات:

قرآن کریم:

قرآن کریم ایک مکمل ضابطۂ حیات اور خاص عطیۂ خداوندی ہے۔ نعت گوئی کے اساسی اور اولین نظائر بھی قرآن مجید میں ہی ملتے ہیں۔ نعت کہنے کے لیے پہلی رہنمائی یقیناً کلام الٰہی سے حاصل کی جاتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تعریف و توصیف کو جا بجا عیاں کیا ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ بھی بہت خوب کیا ہے۔ چناں چہ خالق کائنات نے اپنے کلام میں نعتِ مصطفیٰ ﷺ کہہ کر اس کارِ خیر کی اہمیت و معنویت اُجاگر

فرمائی ہے۔ ربِ کائنات کا مرغوب وظیفہ درودِ پاک ہے۔ اس کے فرشتوں کا پسندیدہ مشغلہ بھی درودِ پاک ہے اور یہی ترغیب مومنین کے لیے بھی دلائی جا رہی ہے۔

جیسا کہ قرآن کریم میں فرمانِ الٰہی ہے:

ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی ط یا یھا الذین اٰمنوا

صلوا علیہِ و سلموا تسلیما (۱۴۹)

خالق کائنات نے اپنے محبوب کی تعریف وتوصیف کی صورت میں نعت گوئی فرما کر اس مقدس وظیفے کو ہمارے لیے سنتِ الٰہی بنا دیا اور پھر مومنین میں اس صلاحیت کو ودیعت کیا تا کہ اپنے امتی ہونے کا کسی قدر حق ادا کر سکیں قرآن عظیم میں اللہ نے جگہ جگہ اپنے محبوب کی شانِ اقدس میں آیات نازل کی ہیں اور آپ ﷺ کے ذکرِ خیر کو بلند کیا ہے۔

"وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَک" (۱۵۰)

عزیز احسن اپنی نعت کے لیے مواد قرآن پاک سے لیتے ہیں۔ نبی ﷺ کے مقام کو انہوں نے قرآن کی آیات ہی سے پہچانا۔ درج بالا قرآنی آیت کے مفہوم کو کچھ اس طرح اپنے اشعار میں سمو دیتے ہیں۔

اللہ نے تو خود ہی کیا ہے یہ اہتمام
بخشی ہے اُن کے ذکر کو رفعت کی روشنی (۱۵۱)

وہ جن کی مدح میں قرآن کی آیات اُتری ہیں
بلندی پر رہے گا تا ابد، ان کا ہی اب چرچا (۱۵۲)

ایک اور مقام پر ربِّ جہاں نے اپنے محبوب کو دنیا جہاں کے لیے رحمت کہا ہے:

"وَمَا اَرْسَلْنٰکَ الا رحمة للعالمین" (۱۵۳)

رسولِ رحمت کا ذکر شاعر کچھ اس طرح کرتا ہے:

رحیم ایسے کہ رحمت ہیں سب جہانوں کی
انہی کے پاس خلوص و وفا کی دولت بھی! (۱۵۴)

اللہ تعالیٰ نے کلامِ پاک میں کئی جگہ اپنے محبوب کی شان یکتائی کو بیان کیا ہے۔یعنی اللہ نے اپنے سب نبیوں سے بڑھ کر اس نبی ﷺ کی ایک الگ ہی شانِ یکتائی عطا کی ہے۔

"وَمَامحمدالارسول ج قدخلت مِنْ قبله الرُّسُلُ ط"o(۱۵۵)

"ما کان محمد اَبَآ احدمن رجالکُم ولٰکِنْ رسول اللہِ وَ خَا تَمَ النَّبِیّیِنْ"o(۱۵۶)

گویا قرآنِ کریم کے اسلوب کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے نعت نگار اس سنت الٰہی کو ادا کرنے کی سعی کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو جمیع اوصاف دے کر قیامت تک آنے والے انسانوں [اورجنوں] کے لیے رہنمائی کا نمونہ بنایا ہے۔کیوں کہ آپ ﷺ صاحبِ خلق عظیم ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وانک لعلیٰ خُلُق عظیم"o(۱۵۷)

شاعر نبی پاک کے اعلیٰ اخلاق کی پیروی کے لیے قرآنِ پاک کی سند پیش کرتا ہے:

کیوں نہ ہو لائق تقلید حضور! آپ کا خُلق
سارے قرآن میں اخلاق رقم آپ کے ہیں(۱۵۸)

احسن وہ زندگی تو کوئی معتبر نہیں
خُلقِ نبی ﷺ کا جس پہ مکمل اثر نہیں (۱۵۹)

قرآن حکیم میں کئی مقامات پر اطاعت نبیؐ کا حکم دیا گیا ہے۔اطاعتِ رسول کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رب تعالیٰ نے نبی کی اطاعت کو ہی در اصل اللہ کی اطاعت قرار دیا ہے۔

"من یطع الرَّسول فقد اطاع اللہ"o(۱۶۰)

اطاعتِ رسول ہی اصل میں کامیابی کی ضمانت ہے۔

"ومن یطع اللہ ورَسولَهٗ فقدفاز فوزاًعظیما"o(۱۶۱)

"لِتُ ءومِنُو باللہِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعزّروهُ وتُوَقِّروهُ"o(۱۶۲)

شاعر کے لیے اتباع رسول ﷺ ہی اصل میں محبت رسول ہے، کیوں کہ اطاعت نبی ﷺ اور تعلیماتِ نبی ﷺ کی پیروی کرنا تمام مسلمانوں کی دنیوی اور اُخروی زندگی میں کامیابی کی اوّلین شرط ہے۔عزیز احسن اپنے اشعار میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جذبۂ خلوص کے ساتھ پیرویٔ مصطفیٰ کی توفیقِ ارزانی کرے۔

وہی تو پیرویٔ مصطفیٰ ﷺ میں سچا ہے
جو دل سے صرف اُنہیں میر کارواں سمجھے(۱۶۳)

اتباعِ نبوی ﷺ میرے عمل سے جھلکے
اُن کے دربار میں اظہارِ وفا سے پہلے (۱۶۴)

اللہ تعالیٰ نے کلامِ الٰہی میں اپنے گنہگار بندوں کے لیے گناہوں سے معافی کا مژدہ سنا یا ہے کہ جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو نبی ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں تو اللہ پاک انہیں معافی عطا فرمائے گا۔ارشادِ الٰہی ہے:

"وَلَو اَنَّهُمْ اِذ ظَّلَمُوا اَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ"o(۱۶۵)

قرآن کی آیت کو اشعار میں کیا خوب بیان کرتے ہیں:

قرآن سے پاتے ہیں کیا خوب یہ دانائی
"جَآءُوكَ" پڑھا جب سے عشاق کی بن آئی(۱۶۶)

اقرار گناہوں کا کرتے ہوئے روتے ہیں
کہتے ہیں سیہ کاری، روضے پہ تو لے آئی(۱۶۷)

دربارِ رسالت سے پاتے ہیں تسلی وہ
آتے ہیں یہاں جو بھی بخشش کے تمنائی (۱۶۸)

اشارہ پاکے میں "جآءوُک" سے وہیں پہنچا
مرے گناہوں کا آقا ﷺ کے پاس درماں تھا (۱۶۹)

سِرِ جآءُوک بھی کھلے دل پر
شاد ہو کر قلم کبھی لکھے (۱۷۰)

قرآنِ پاک میں سفرِ معراج کا تذکرہ ہے، جو کہ نبی اکرم ﷺ کا معجزہ ہے، اس واقعہ معراج میں آپ ﷺ کے مکاں سے لامکاں تک کے سفر کا ذکر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اپنا دیدار نصیب کیا اور آسمانوں کی سیر کرائی گئی یہ نبی پاک کو عطا کیے گئے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے۔ کلامِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

"سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ" (آیت ۱۔سورۃ۔نبی اسرائیل، پارہ۔17)

ترجمہ: "ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصّے میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک، بابرکت بنا دیا ہے ہم نے جس کے گردو نواح کو تاکہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں"۔

عزیز احسن، واقعہ معراج کو اشعار میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

رات کے چھوٹے سے حصے میں سفر تا لامکاں
روزِ اوّل ہی سے آقا کے لیے مخصوص تھا

مصلحت یہ تھی کہ وہ دیکھیں سبھی آیاتِ حق
اور دیں انساں کو سارا علم خود دیکھا ہوا

عالم انسانیت میں آپ ﷺ وہ انسان ہیں
رب نے بلوا کر جنہیں دیدار کا موقع دیا

رات کے انتہائی قلیل حصے میں نبی کریم ﷺ مکاں سے لامکاں تک کا سفر یقیناً ایک معجزہ ہے عالمِ انسانیت میں صرف آنحضور علیہ السّلام وہ ہستی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے روبرو اپنا دیدار نصیب کیا اور آسمانوں کی سیر کرائی گئی اور جنّت و دوزخ اور اللہ کی قدرت کی نشانیاں دکھائی گئیں، آفاق کی سیر کرنا اور علم کی تمام تر وسعتوں کو آنکھوں سے دیکھنا، صرف حبیب مصطفیٰ ﷺ کو ہی یہ شرف بخشا گیا۔

علم کی عین الیقیں تک وسعتیں دیکھے کوئی
روشنی آفاق کی ہے مصطفیٰ ﷺ تا مصطفیٰ ﷺ

حدیث

نعتیہ شاعری کی فکر کا دوسرا اہم ماخذ احادیثِ رسول ﷺ ہیں۔عزیز احسن نے بعض اشعار میں حدیث مبارکہ سے اکتساب کیا ہے۔وہ حضور نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ اوراُسوۂ حسنہ کی پیروی کو ہی اصل کامیابی مانتے ہیں۔نبی ﷺ کے کہے گئے فرمودات،ان کی زبان سے نکلی ہوئی باتیں حدیث مبارکہ ہیں۔ان پر کماحقہٗ عمل کرنا مسلمانوں کے لیے اوّلین فرض ہے۔اسی لیے عزیز احسن حدیث پاک کے الفاظ کی اہمیت کو اپنے اشعار کی زینت بناتے ہیں۔ اُن کے خیال میں رسولِ برحق کی زبانِ حقیقت بیان سے ادا ہوا ہر لفظ ہماری زندگی کے لیے شمعِ ہدایت کا درجہ رکھتا ہے۔

بشری حیات کے واسطے وہی لفظ شمع ھدیٰ بنا
جو رسولِ حق ﷺ کی زبان سے سرِ بزم ورزم،ادا ہوا(۱۷۱)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے ماں باپ،اولاد اور ساری کائنات سے بڑھ کر محبت مجھ سے نہ کرے۔یعنی آنحضرت ﷺ سے محبت کا عملی نمونہ یہ ہے کہ اُن کی تعلیمات کی پیروی کی جائے۔جب ہی اُن سے محبت کا حق ادا ہوسکتا ہے اسی طرح ان کی محبت اور ان کی پیروی کا خیال کرنا ہی ہماری دنیا اور آخرت دونوں کو سنوارنے کا باعث ہوگا۔

"عن ابی هریره رضی الله عنه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا یُومِنُ اَحَدُکُمْ حَتیٰ اَکُوْنَ اَحَبَ اِلَیه مِنْ وَالِدِہٖ و ولدہ و النَّاس اَجْمَعِین"o(۱۶۵)

فلاحِ دین و دنیا بالیقیں اُس کا مقدر ہے
کہ جس نے زندگی بھر آپ کی سنت کو اپنایا(۱۷۳)

جس نے اُن کی پیروی کا ہر قدم رکھا خیال
وہ تومحشر میں بلا ریب وگماں بخشا گیا (۱۷۴)

اُن کی تنویرِ رسالت نے بتایا خلق کو
دینِ حق کے ساتھ پیمان وفا ہے روشنی (۱۷۵)

الفتِ شاہِ دوسرا مقصدِ زندگی بنی
تب یہ حیاتِ بےثمر، خیر کی زندگی ہوئی (۱۷۶)

حدیث پاک ہے:

"لاَنَبِی بَعدِی" (۱۷۷)

یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم المرسلین ہیں اوران کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کی عظمتوں کو نبی آخر الزّماں پر پورا کر کے مکمل کر دیا ہے۔ خاتم النبیین کے بعد اس دنیا میں تا قیامت کوئی اور نبی نہیں آئے گا اور نبوت کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا ہے۔

انہی کی عظمتوں پر آدمیت ناز کرتی ہے
جنہیں خالق نے ختم المرسلیں کا تاج پہنایا (۱۷۸)

حضور کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ یہی تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو دنیا میں مبعوث فرما کر انسانیت کو اوجِ کمال تک پہنچا دیا تھا اور اس میں مزید بہتری کی گنجائش یا کسر باقی نہ تھی۔ سو اللہ نے سب نبیوں سے بڑھ کر اپنے محبوب کو ختم المرسلیں کا تاج پہنایا۔

''اَنَا بُعِثتُ مُعَلّما''(۱۷۹)

مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا۔

"اَنَارَسول الرَّحمَۃِ و رسول الرَّاحَۃِ" (۱۸۰)

میں رحمت وراحت کا رسول ہوں۔

آمدِ نبی سے قبل سرزمین عرب میں تعلیم وتربیت مکمل طور پر عیاں نہ تھی، گو کئی کفار پڑھنا لکھنا جانتے تھے، لیکن تعلیم صرف حرف پڑھ لینے یا لکھ لینے کا نام نہیں ہے۔ تعلیم اصلاً وہ ہوتی ہے جو انسانی عمل، کردار یا رویوں میں مثبت تبدیلی لانے کا باعث ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے اپنے انبیاء کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ انسانیت کو انسانی اقدار کی تعلیم دیں اور ایک معلم کی طرح سبقِ آدمیت کو مخلوق تک بہم پہنچائیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک کئی انبیاء مبعوث فرمائے۔ جنہوں نے ایک معلم کی حیثیت سے اپنی اپنی اُمّتوں کو پیغاماتِ الٰہی پہنچائے۔

رہی تعلیم جزوی ، سید الکونین سے پہلے
معلم بن کے سب آئے نبی آدم سے تا عیسیٰؑ (۱۸۱)

وجہِ وجودِ کائنات:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ السلام کی ذاتِ مبارکہ کی وجہ سے کائنات کو پیدا کیا۔ کیوں کہ اگر رسولِ کریم ﷺ کو پیدا کرنا اصل مقصود نہ ہوتا تو اللہ پاک کائنات کی کسی بھی چیز کو وجود عطا نہ کرتا۔ کائنات کے موجودات، چاند، ستارے، شجر، حجر، برگ وثمر کسی بھی شے کو پیدا نہ کرتا۔ بقول عزیز احسن:

اُنہیں دے کے خِلعتِ زندگی ، مرے رب نے خلق کیا جہاں
اِسی اک قبا سے زمیں، زماں کا حسیں لباس بھی بن گیا (۱۸۲)

حضور ﷺ کی ذات کی برکت ہی تھی جس کے باعث اللہ نے اس تمام کائنات کو تخلیق کیا۔ یعنی آقائے دوجہاں، ہی وجہِ وجودِ کائنات ہیں۔

وہ جن کی ذات ہے وجہِ وجودِ عالمِ امکاں
وہ جن کا نور ہے نقشِ نخستیں ساری خلقت کا (۱۸۳)

اُنہی کی ذات ہے وجہِ بنائے عالمِ امکاں
وہی قندیلِ باب مشرقین و عبدِ بے ہمتا(۱۸۴)

حضرت موسیٰؑ سے کلام کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اَنَالَوْ لاَ مُحَمَّدُو امته خلقت الجنته والا النار والشمس والا القمر ولاالیل ولاالنهار ولا مقربا نبیا مرسلا ولا ایاک"(۱۸۵)

ترجمہ: (اگر محمد ﷺ اور آپ کی امت کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو جنت ، دوزخ سورج اور چاند، رات دن، مقرب فرشتوں اور نبیوں، رسولوں اور نہ (اے موسیٰؑ) تجھے پیدا کرتا ساری کائنات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی وجہ سے تخلیق کیا۔

حضور ﷺ کی ذات کی ہی برکت سے عالم رنگ ونور میں ساری بہاریں ہیں۔
حضور ﷺ کی ذات ہی کی وجہ سے کائنات معرضِ وجود میں آئی۔

خالق کے امرِ کن کی تمہیں اوّلیں کرن
مابینِ کل حدوث وقِدَم ہے تمہاری ذات
(۱۸۶)

وہ مکمل بشر ﷺ کہ جس کے لیے
رب نے سارا جہاں بنایا تھا
وہ عرب کی سر زمیں پہ آیا تھا
اور اُسی اک جناب کی خاطر
رب نے عالم کو یوں سجایا تھا (۱۸۷)

اللہ نے یہ تمام کائنات اپنے نبی کے لیے ہی سجائی، یعنی تمام تر کائنات حضور ﷺ کے کرم کی ہی محتاج ہے کائنات کے موجودات ،مخلوقات، نباتات، جمادات، حیوانات، چرند

پرند، قدرت کی سبھی گواہیاں غرض کل کائنات اور تمام عالمین پر حضور ﷺ کا کرم نظر آتا ہے۔ کیوں کہ تمام اشیاء جو کسی بھی انسانی ذہن کے احاطۂ شمار اور تخیّل میں لائی جاسکتی ہیں۔ ان سب کو وجود ہی وجودِ مصطفیٰ ﷺ کے باعث عطا ہوا ہے۔ ہر چیز رحمتِ عالم کے نوال و کرم کی محتاج ہے وجودِ مصطفیٰ ہی کائنات کا مرکز و محور ہے۔

راہِ یقیں کے راہنما ، شاہِ دوسریٰ
سر تا قدم نوال و کرم ہے تمہاری ذاتؐ (۱۸۸)

حضور ﷺ کا وجود مبارک ہی باعث تخلیق کائنات ہے، کائنات کے وجود میں آنے کے بعد تخلیق آدم کا مرحلہ شروع کیا گیا، بعد میں حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاؑ کو مبعوث فرمایا گیا اور انبیاء کے ساتھ ان کی اُمّتوں کا سلسلہ چلا، تمام انبیاء اپنی اپنی اُمّت کے لیے پیغام حق لائے لیکن وجہِ وجود کائنات، فخر موجودات نبی پاک ﷺ اللہ کے آخری رسول ٹھہرے یعنی جن کی خاطر رب نے اہتمام کائنات کیا اُنہی کو مبعوث فرما کر رب نے انبیاء کا سلسلہ بھی تمام کر دیا۔ نبی آخر الزّماں کی نسبتِ اقدس کی ہی برکت تھی کہ ربِّ مصطفیٰ ﷺ نے اپنے محبوب کی اُمت کو بہترین اُمّت قرار دیا۔

کلام الٰہی میں ارشاد ہوتا ہے:

"كُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ" (۱۸۹)

ترجمہ: ہو تم بہترین اُمّت جو ظاہر کی گئی۔

ماہِ عرب ہے ، مہرِ عجم ہے تمہاری ذاتؐ
نازاں ہیں ہم کہ فخرِ اُمم ہے تمہاری ذاتؐ (۱۹۰)

اُمّت محمدی کو بھی یہ فضیلت و برتری اسی لیے عطا کی گئی کہ یہ اُمّت اس نبی ہادی کی امت ہے جو رب کو تمام انبیاء سے زیادہ محبوب ہے۔ اتنا محبوب کہ رب نے یہ دو جہاں بھی اسی کے طفیل بنائے آپ ﷺ کا وجودِ مسعود انسانیت کو عطا کردہ تمام نعمتوں کی اصل ہے۔

کنزِ مخفی:

قرآن و حدیث کے مضامین کے ساتھ ساتھ عزیز احسن نے حدیثِ قدسی کے مضامین کو بھی نعتیہ شاعری کی زینت بنایا ہے۔ایک حدیثِ قدسی میں آیا ہے۔خدا فرماتا ہے کہ میں ایک چھُپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں،تو میں نے انسان کو خلق کر دیا۔

اس موضوع کو عزیز احسن نے اس طرح مختلف اشعار میں سمو دیا ہے ان کی ایک آزاد نظم ملاحظہ ہو:

آسماں بھی نہ تھا
زمیں بھی نہ تھی
مہر و ماہ و نجوم کچھ بھی نہ تھے
صرف اِک ذاتِ پاک تھی تنہا
اُسی لمحے اُسے خیال آیا
کوئی دیکھے جمال بھی میرا
ہر طرح کا کمال بھی میرا
وسعتیں میری کوئی دیکھ سکے
قدرتیں میری کوئی جان سکے
پھر اُسی وقت ربِّ اکبر نے
علم میں جتنی صورتیں تھیں نہاں
اُن سبھی کو وجود بخش دیا(۱۹۱)

ایک اور شعر میں عزیز احسن اسی حدیث قدسی کا مضمون باندھتے ہیں:

کنزِ مخفی ہی تھا میرا رب جس گھڑی
تھی فضا میں محمدؐ کی ہی گفتگو (۱۹۲)

عزیز احسن،ایک شعر بھی اسی مفہوم کے ساتھ پیش کرتے ہیں:

وہ ناظرِ مراحلِ تخلیقِ کائنات
وہ کنیزِ مخفیہؑ کے بھی محرم بہر زماں (۱۹۳)

نورِ اَوّلیں:

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ابتدا سے بہت پہلے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا۔ نورِ اوّلیں کا موضوع احادیث سے اخذ شدہ ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے:

''اللہ نے سب سے پہلے بلا واسطہ اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پیدا کیا۔ پھر اسی نور کو خلق عالم کا واسطہ ٹھہرایا۔'' (۱۹۴)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک نورِ اولیں ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کو پیدا فرمایا پھر لوح وقلم، کائنات اور اس کی مخلوقات کو تخلیق کیا گیا۔ عزیز احسن نے نورِ اوّلیں کے موضوع کو بارہا اپنے اشعار کی زینت بنایا ہے۔

نورِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس دم ہوئی گفتگو
جب کہ لوح وقلم کی نہ تھی گفتگو (۱۹۵)

نور جن کا ہے اَوّلیں تخلیق
کائنات اُن کا فیض عام تمام (۱۹۶)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجہ تخلیق کائنات ہیں۔ انسانیت کا وقار اور کائنات کی بقا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دم سے ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اوّلین تخلیق ہے۔ کائنات کی وجودیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی محتاج ہے۔

نہ تو لوح کا تھا گماں کوئی نہ قلم دوات کا سلسلہ
ترے نور کا یہ طفیل ہے کہ چلا حیات کا سلسلہ

وہ جو نقشِ حسنِ تمام تھا اسے پہلے خلق کیا گیا
اُسی نقش کا تو یہ فیض ہے کہ ہے کائنات کا سلسلہ

اولاً خالق نے پیدا کر دیا اُنؐ کا ہی نور
یوں بِنا رکھی رسول اللہؐ کی تقدیم کی (۱۹۷)

کیا تھا جب خلق نورِ اوّل، مجھے یقیں ہے کہ اُس گھڑی ہی
رکھی تھی خالق نے اُس فضا میں بصد محبت بِنائے طیبہ (۱۹۸)

نقطۂ اوّلیں نورِ دنیا و دیں
آپ کے دین سے خاتم المرسلیں
فیض پاتے رہیں گے سبھی بالیقیں
ذہنِ آدمؑ کو ملتی رہے گی جِلا (۱۹۹)

خلقتِ اوّلیں مگر اس دم
ایک نورِ محمدیؐ ٹھہرا (۲۰۰)

آپؐ ہی تخلیق اوّل آپؐ ہی نورِ مبیں
آپ ہی مابینِ خالق اور آدم رابطہ (۲۰۱)

آپؐ ہیں واقفِ سِرِّ توحید بھی
شاہدِ لمحۂ کن فکاں آپ ہیں (۲۰۲)

پھیل کر نور بنا تیریٰ ! حقیقت کامل
نون میں کن کے جوسمٹا تو وہ نقطہ ٹھہرا (۲۰۳)

ایک نقشِ نخستیں کی تنویر سے
بزمِ کونین بھی ہوگئی ضوفشاں (۲۰۴)

جس کے طفیل بزم دو عالم سجی عزیزؔ
بےشک وہ ایک ذات محمدؐ کی ذات ہے (۲۰۵)

سیرتِ طیبہ اور اُسوۂ حسنہ کی پیروی:

سیرت عربی زبان کا لفظ ہے، لغت میں سیرت کے معنی ہیں:

''السیر ہ، سار کا اسم، عادت، طریقہ، طرزِ زندگی، ہیئت سیرۃ الرجل، سوانح عمری، لوگوں کے ساتھ سلوک کی کیفیت کو کہا جاتا ہے۔ ھُوَحَسَنُ السیر ۃ، وہ اچھی عادت والا ہے اور اسی سے عرب کا قول ہے۔ مَنْ طَابَتْ سیرتہٗ سیرتہٗ حُمِرَ تْ سیرتہٗ یعنی جس کا باطن اچھا ہوتا ہے اسکی عبادت اچھی ہوتی ہے۔'' (۲۰۶)

اردو میں سیرت کے لیے مختلف الفاظ استعمال ہوتے ہیں:

''عادت، خصلت، طینت، سرشت، مزاج، خو، طبع، سبھالو، بان، ڈھنگ انداز، روش، سوانح حیات، سوانح عمری، برتانت، اُصولِ حیات'' (۲۰۷)

اسلام کے فروغ کے لیے سب سے بڑی چیز حضور ﷺ کی سیرتِ مبارکہ ہے۔ کفّار کو جس نے سب سے زیادہ متاثر کیا۔ وہ نبی کریم ﷺ کا اخلاق تھا۔ حضور پاک کی سیرت ہی کی بدولت لوگ جوق در جوق حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک منوانے

کے لیے حضور ﷺ نے کفار کے سامنے اپنی ذات پیش کی تھی کہ اگر چالیس سالہ زندگی میں کوئی عیب نکال دو تو خدا کو وحدہٗ لاشریک ماننے سے انکار کر دینا۔جس کے سامنے بھی نبی عظیم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور پھر اسلام کی دعوت دی جاتی تو وہ قیل و قال کے بغیر حضور ﷺ کی سیرت سے متاثر ہو کر اس وحدہٗ لاشریک پر ایمان لے آتا تھا۔ ہر شخص کا زندگی گزارنے کا اپنا طریقہ ہے۔ ہر شخص کا مزاج جدا ہے کوئی شخص کائنات میں ایسا نہیں جس کی زندگی کو اللہ پاک نے مثالی کیا ہو، سوائے حضرت محمد ﷺ کی مبارک زندگی کے ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور ﷺ کی زندگی کو مثالی، اور لوگوں کے لیے مشعل راہ قرار دیا ہے۔جس کی پیروی کر کے انسان انسانیت کی معراج تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

فرمانِ رب ہے:

"لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" (۲۰۸)

ترجمہ:۔تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عزیز احسن حضور ﷺ کے اُسوۂ مبارک کو اپنے اشعار میں بیان کرتے ہیں:

اُمّت کے لیے اُسوۂ کامل کا نمونہ
ہستی میں محمدؐ کی ہے منزل کا نمونہ (۲۰۹)

عزیز احسن اپنے اشعار میں بیان کرتے ہیں کہ پیرویٔ سیرت اور اُسوۂ نبی کو اپنا کر ہی دراصل ہم فلاح پا سکتے ہیں:

اُسوۂ نورِ مصطفیٰؐ پھیلے
اُسی سیرت کا رنگ چھا جائے
جو بھی جن و بشر جہان میں ہوں
اِتّباعِ نبیؐ پہ آ جائیں
اور فوز و فلاح پا جائیں (۲۱۰)

آقاؐ کی سیرت کو جب اپناؤ گے
رحمت کی برسات مسلسل پھیلے گی (۲۱۱)

مقصد بنے حیات کا جب ، اُسوۂ نبیؐ
بنتا ہے بود و باش کا ڈھب اُسوۂ نبیؐ (۲۱۲)

شاعر اپنے اشعار میں بیان کرتا ہے کہ اگر مسلمانی کا دعویٰ کرتے ہوتو اپنی زندگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ پاک کو اپنالو کیوں کہ دنیا اور آخرت میں کامیابی کا یہ واحد راستہ ہے اس لیے اُسوۂ نبی سے اپنے دل و جاں مزین کرلو، یہی فلاحِ دارین کا راستہ ہے۔ شاعر مزید بیان کرتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اُسوۂ حسنہ اور سیرت کی پیروی ہی اللہ کی رضا کا باعث ہے اُسوۂ حسنہ کو حقیقی طور پر اپنانا اللہ کی خوشنودی اور آخرت میں بخشش کا واحد ذریعہ ہے۔

جس نے اُن کی پیروی کا ہر قدم رکھا خیال
وہ تو محشر میں بلا ریب و گماں بخشا گیا (۲۱۳)

بنا ہی لیتا ہے محبوب ، رب اُسے بے شک
جو مصطفیٰ ؐ کی یہاں اتباع کرتا ہے (۲۱۴)

کامل ہر اِک جہت سے ہے وہ خُلق اس لیے
اللہ کی رِضا کا سبب اسوہ نبیؐ (۲۱۵)

وہی اُسو ہ رہے پیہم نظر میں
کہ جس پر ہے بِنا اُجلی سحر کی! (۲۱۶)

جاؤں حضورِ داورِ محشر میں کس طرح
سکھلائے گا مجھے یہ اَدب اُسوۂ نبیؐ (۲۱۷)

قرآن کریم عطیۂ خداوندی اور سرچشمۂ ہدایت ہے لیکن قرآن کے احکامات پر عمل پیرا ہونا صرف اُسی صورت میں ممکن ہے جب سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روشنی پا کر اُسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ پر گامزن ہوں، راہ میں حائل مشکلات کا حل صرف اور صرف اُسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں ہی مضمر ہے۔ یعنی قرآن کی تعلیمات ہماری زندگی کے لیے روشنی ہیں اور اس روشنی کے ساتھ ساتھ اُسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لیے صراطِ عمل ہے، جو دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کی ضمانت ہے۔

قرآن ہے کتاب ، عمل اُسوۂ نبیؐ
انساں کی مشکلات کا حل اُسوۂ نبیؐ (۲۱۸)

قرآں کی روشنی میں عمل کس طرح سے ہو
اس کا جواب صرف اَٹل اُسوۂ نبیؐ (۲۱۹)

جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام اور سیرت مبارکہ پر عمل نہیں کرتا تو گویا وہ اپنی عمر کو یونہی گنوا رہا ہے بروز قیامت سوائے ذلت و رسوائی کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ خالی محبت اور عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوے تو کرنا آسان ہے اصل بات تو سیرت اور اُسوۂ نبی پر عمل پیرا ہونا ہے۔

جھلکتی ہے حُبّ نبیؐ جو بیاں سے
وہ ظاہر بھی ہو کچھ عمل کی زباں سے (۲۲۰)

اتباعِ نبویؐ میرے عمل سے جھلکے
اُن کے دربار میں اظہارِ وفا سے پہلے (۲۲۱)

عزم لازم ہے نئے عہدِ وفا سے پہلے
اُسوۂ پاک میں ڈھل جاؤں فنا سے پہلے (۲۲۲)

شاعر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اُس کی زندگی کا چراغ گل ہونے سے پہلے اُسوۂ نبی، سیرتِ نبی ﷺ کی کامل اتباع کی توفیق دیدے۔

جو شخص اُن کے نقشِ قدم پر چلا عزیزؔ
ٹھہری اسی کی ذات مکرم بہر زماں (۲۲۳)

شاعر بیان کرتا ہے کہ تمام تر کائنات میں ایک ہی ہستی ہے جس کی زندگی، سیرت یا اُسوۂ بابرکت پر عمل پیرا ہو کر ہم دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جو خود کو ان کی سیرت سے وابستہ کر لیتا ہے پھر وہ شخص بھی لوگوں کے لیے مینارۂ نور بن جاتا ہے۔ اگر خدانخواستہ ان کی سیرت سے منحرف ہو تو دونوں جہانوں میں رسوائی کے سِوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ انسانیت کی بقا سیرتِ رسول ﷺ میں ہی مضمر ہے۔

مرا عمل بھی کبھی سیرتِ نبیؐ میں ڈھلے
جہاں پکار اُٹھے اتباع پوری ہے (۲۲۴)

وہ راہِ بولہبی پر ہی گامزن ہوگا
نبیؐ سے بڑھ کے کسی کو جو راہ داں سمجھے (۲۲۵)

برکاتِ درودِ پاک:

درودِ پاک وہ بابرکت وظیفہ ہے جو تقویٰ، قبولیتِ دعا اور ایمان کی تکمیل کا باعث ہے۔ یہ وظیفہ دلوں کو تسکین دیتا ہے۔ درود و سلام کے ذکر نے عزیز احسن کے قلب کو روشن کیا ہے اور اُن کی نعتوں کے معانی و مفاہیم میں بھی گہرائی پیدا کر دی ہے۔ درود و سلام کی برکت سے ان کا قلب

عشقِ رسالت میں ہمہ وقت معمور رہتا ہے۔ درودِ پاک ہی وہ وظیفہ ہے جو خود اللہ اور اُس کے فرشتے بھی ادا کرتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّ اللّٰہ و ملاء کَتَہٗ یُصَلُّوْ نَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیہِ وَ سَلِمُوْا تَسْلِیْماً" (۲۲۶)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درود و سلام پڑھو۔

تمام زاہدین، عابدین، ولی اللہ، صالحینؒ سبھی کے لیے درودِ پاک ایسا متبرک وظیفہ ہے، جسے وہ باقی ہر ذکر سے بڑھ کر وردِ زباں رکھتے ہیں۔ اسی بات کو عزیز احسن اشعار میں پیش کرتے ہیں۔

صُلحاء کا یہی طریقہ ہے
دل سے خود کو محمدی لکھے
اُن پہ بھیجے سدا درود و سلام
مدحِ مکی وا بطحیؐ لکھے (۲۲۷)

شاعر بیان کرتا ہے کیوں کہ میں اپنے آقا پر درود کا نذرانہ بھیجتا ہوں، یہ سب اُسی درود کی برکت ہے کہ میں شاد و آباد ہوں۔

آل و اصحابؓ پہ پڑھتا ہوں شب و روز درود
شاد و آباد میں ان کی ہی عنایات سے ہوں (۲۲۸)

درود و سلام ایسا عمل ہے کہ جب بھی کوئی فرد اپنی نوکِ زباں پر اس کو جاری کرتا ہے تو اس انسان پر رحمت کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ آنحضورؐ نے حدیثِ پاک میں ارشاد فرمایا:

"مَنْ صلی علی صَلاۃً صلی اللّٰہ علیہ عشراً" (۲۳۹)

ترجمہ: جس نے مجھ پر ایک بار درودِ پاک پڑھا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔

درود پڑھتا ہے ذرّہ ذرّہ کہ عیدِ میلادِ شاہِ دیں ہے
پکارتا ہے ہر اِ یک گوشہ کہ رحمتِ ذوالمنن یہیں ہے(۲۳۰)

دل کی دھڑکن نے جب ذِکرِ آقاؐ کیا
پھر درودں کی چادر بنی گفتگو (۲۳۱)

درودِ پاک پڑھنے والا انسان ہر طرح کے غموں سے نجات پا تا ہے غم کے صحرا میں درودِ پاک اس کے لیے سائبان کے مانند ہوتا ہے۔

دل میں رکھ یادِ نبیؐ ہونٹوں پہ رکھ پیہم درود
دیکھ ہوتا ہے میسر پھر تجھے کیسا سکوں! (۲۳۲)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اور میرے فرشتے حضورﷺ پر درود بھیجتے ہیں اسی طرح حدیث مبارکہ میں بھی بیان کیا گیا ہے:

''ہر صبح ستر ہزار فرشتے اتر کر مزارِ اقدس کا طواف کرتے ہیں اور اس کے گرد حاضر رہ کر صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں جب شام ہوتی ہے تو وہ چلے جاتے ہیں اور ستر ہزار اور اُتر کر یوں ہی طواف کرتے اور صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں یوں ہی ستر ہزار رات میں حاضر رہتے ہیں اور ستر ہزار دن میں، جب حضور انورﷺ مزار مبارک سے روز قیامت اُٹھیں گے ستر ہزار ملائکہ کے ساتھ باہر آئیں گے'' (۲۳۳)

شاعر اپنے آقاﷺ کے روضۂ پاک پر حاضری کا شرف حاصل کرتا ہے اور دعا مانگتا ہے کہ اُسے ہمیشہ درودِ پاک کو وِردِ زباں رہنے کی توفیق دیدے۔

ترے در کو دیکھ کے اب نہیں کوئی آرزو مگر ایک ہے
کہ درودِ پاک پہ ختم ہو مری بات بات کا سلسلہ (۲۳۴)

درود وسلام پہچان کرواتا ہے کہ ایک عاشق رسول جو عشق کا دعویٰ کرتا ہے، وہ اپنے نبی

پر کتنا درود بھیجتا ہے، نبی کریم ﷺ کی ذات پر وہ جتنا درود بھیجتا ہے اُتنا ہی وہ اُن کی ذات میں فنا ہوتا چلا جاتا ہے۔ جب کوئی عاشقِ صادق اُن کے عشق میں فنا ہو جاتا ہے تو اُسے ہر طرف ہی محبوب اور ذکر محبوب نظر آتا ہے۔ وہ شب و روز اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی چاہتا ہے۔

ہر اِک شے سے سوا اُنؐ کو ہی چاہوں
لبوں پہ روز و شب صَل علیٰ ہو (۲۳۵)

ایک عاشقِ رسول ﷺ کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے کہ اُسے خواب میں حضور علیہ السّلام کا دیدار نصیب ہو، عزیز احسن بھی دُعا گو ہیں کہ اُن کا درود پڑھنا بارگاہِ آقا میں مقبولیت حاصل کر لے اور اِس درود کی برکت سے اُسے خواب میں نبی پاک ﷺ کا دیدار نصیب ہو۔

درود، روح میں گونجے عمل میں نور آئے
کبھی تو میں بھی کہوں خواب میں حضورؐ آئے (۲۳۶)

شاعر اس بات پر بہت فخر محسوس کرتا ہے کہ اُسے نبی ﷺ کے اُمتی ہونے کا شرف ملا ہے، اس پر شکرانہ ادا کرتے ہوئے وہ اپنے تمام غموں اور پریشانیوں سے بے بہرہ ہو کر اپنے رہبر و رہنما پر درود و سلام پیش کرتا ہے۔

مجھے نعمتیں یہ عطا ہوئیں
مجھے رفعتیں یہ عطا ہوئیں
کہ میں اس کے دین میں آ گیا
مری روح کے وہ جو زخم تھے
مرا چارہ گر وہ مٹا گیا
مرے راہبرؐ پہ سلام ہو
مرے رہنماؐ پہ درود ہو
مرے راہبرؐ پہ صلوٰۃ ہو
مرے رہنماؐ پہ سلام ہو (۲۳۷)

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عشق عربی زبان کا لفظ ہے۔لغت میں اس لفظ کے معنی ہیں:

''بے حد محبت کرنا، خواہش، محبت عادت، لت، جنوں کی ایک قسم ہے جو حسین اور خوبصورت آدمی یا چیز کے دیکھنے سے ہو جاتی ہے (۲۳۸)''

''فروز اللغات'' میں اسکے معنی ہیں:

''بکسرِ اوّل وسکون، دوم وسوم عربی لفظ ہے۔محبت فریفتگی، پریم، پیار چاہ، شوق، خواہش، عادت، لت، سلامِ رخصت'' (۲۳۹)

کسی کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینا اور زبان تو کُجا دل میں بھی شکوہ، شکایت نہ کرنا عشق کہلاتا ہے۔کسی سے پیار، محبت کا ہو جانا انسانی اختیار میں نہیں ہے۔مگر پھر بھی لُغوی اعتبار سے اس کے معنی میں ذکر کیا گیا ہے کہ کسی حسین اور خوبصورت آدمی یا شے کو دیکھنے سے دل میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اُسے عشق کہا جاتا ہے۔ازل سے لے کر آج تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر کوئی حسین پیدا نہیں ہوا ہے نہ ہی ہوگا۔آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن کی تعریف میں کئی شاعروں نے اشعار کہے ہیں، یوں تو نبیوں میں حضرت یوسف علیہ السّلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے حد درجہ حسن عطا کیا تھا۔لیکن جب سرکارِ سیّد عالم کے حسن کا تذکرہ ہو تو بے شک اس دنیا میں کوئی ازل سے ابد تک نبی کریم علیہ السّلام کے حسن کا ہم پلہ پیدا ہی نہیں ہوا نہ ہی ہوگا۔امام احمد رضا خان بریلویؒ کا شعر ملاحظہ ہو:

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں اُنگشتِ زناں
سَر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب (۲۴۰)

بجا طور پر کہا گیا ہے کہ: ''واحسن منک لم ترقط عینی'' کہ آپ سے بڑھ کر حسین میری آنکھ نے نہیں دیکھا یہاں تک کہ خود مالک کائنات بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسین چہرے کی قسم اُٹھا رہا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

"والضُّحیٰ"(۲۴۱)

ترجمہ:(آپ کے روشن چہرے کی قسم)

جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ساری دنیا سے بڑھ کر حسین ہیں، رحمتِ عالمین ہیں تو فرض عین ہے کہ اُنہی سے محبت اور عشق کیا جائے اور اپنے قلوب کو اُنہی کے عشق سے سجایا جائے۔

قلوب میں عشقِ احمدیؐ کے
نجوم ہیں ضوفشاں ہزاروں (۲۴۲)

پھول حُبِّ نبیؐ کے کھلے قلب میں
ہوگئی سب کہی اَن کہی ضوفشاں(۲۴۳)

محبتِ شاہِؐ دین و دنیا کے کھل رہے ہیں چمن ہزاروں
اِدھر کھلے ہیں گلاب و سوسن اُدھر ہیں سر وسمن(۲۴۴)

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عشق و محبت کا یہ عالم تھا کہ صحابہ کرام جہاں کہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم کے نشان دیکھتے اس کو چوم لیتے، جس کو بھی عشقِ نبی کی دولت میسر آجائے تو وہ درجۂ کمال پر پہنچ جاتا ہے۔صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عشق کے ہی طفیل بڑے مرتبے پائے جذبۂ عشقِ رسول ہی تھا جس کے باعث صحابہ چار یار کہلائے اور عشرہ مبشرہ کو بشارتیں دی گئیں۔

ہر صحابی نے انہیں مان کے پایا ہے شرف
پیروی کر کے ہی ہر ایک سرافراز ہوا(۲۴۵)

اُنہی کے قرب سے بوبکر بن گئے صدیقؓ
ملی علیؓ کو اُسی ذات سے سیادت بھی(۲۴۶)

روشنی کے منار ہیں بے شک
اُنؐ کے اصحابؓ خاص و عام تمام(۲۴۷)

جوشخص اپنے دامن کوعشق نبی ﷺ کے گلوں سے بھر لیتا ہے، اُسے دنیا سے بے رغبتی حاصل ہوجاتی ہے۔ اسے دنیوی چیزوں سے آرام وسکون نہیں ملتا، نہ وہ مال وزر اور نہ ہی بنگلوں میں کہیں مطمئن رہتا ہے، وہ صرف اپنے محبوب ﷺ کی نگاہِ عنایت کا طلبگار رہتا ہے۔

درکار ہے حضورؐ ! نہ دولت ، نہ عزّو جاہ
پڑ جائے مجھ پہ صرف عنایت کی اِک نگاہ(۲۴۸)

نہ عزّو جاہ نہ تاج شہی نظر میں رہے
حضورؐ آپ کی سیرت مری نظر میں رہے(۲۴۹)

خوشا! زبان وقلم سے اُن کا ہی ذکر دل میں اُتر رہا ہے
خوشا! کہ ان کی محبتوں نے بنالیا ہے سرائے دل کو(۲۵۰)

عشرتِ زندگی سے موڑ کے مُنہ
پیرویٔ نقوشِ پا کیجے (۲۵۱)

ہر اک شے سے سِوا اُنؐ کو ہی چاہو
لبوں پر روز و شب صلِّ علیٰ ہو (۲۵۲)

بارگاہِ سرورِ دوعالم میں بے پناہ عشق ومحبت کا دعویٰ تو سبھی کرتے ہیں لیکن عشقِ رسول ﷺ اور حُبِّ نبی کا اصل حق جب ہی ادا کرنا ممکن ہے کہ اُسوۂ حسنہ پرعمل پیرا ہوا جائے۔عمل واستقامت کے بغیر حُبِّ آقا ﷺ کے کھوکھلے دعوے کر دینے سے کسی طور دنیوی اور اُخروی کامیابی کاحصول ممکن نہیں، اسی حقیقت کا اظہار عزیز احسن اپنے اشعار میں کرتے ہیں۔

حُبِّ آقاؐ کے دعووں میں احسنؔ کبھی
ہو نہ جائے نری کھوکھلی گفتگو(۲۵۷)

نبیؐ کا عشق عمل میں ڈھلے تو بات بنے
پھر امتحان کی مدت بھی مختصر ہو جائے (۲۵۸)

عزیز! دعویٰ عشقِ رسول جھوٹا ہے
اگر عمل میں ہی شائستگی نہیں آئی (۲۵۹)

صرف آئینۂ کردارِ رسول عربیؐ
رُوبرُو رکھنا ہے دنیا کے ہٹا کر درپن (۲۶۰)

عمل سے دُور ہو گر حُبِّ سرورِ کونین
تو اُن سے عشق کا دعویٰ صریح جھوٹا ہے(۲۶۱)

اُسوۂ ختم الرّسُلؐ سے جب ہو محکم رابطہ
دعویِ حُبِّ نبیؐ ہو تب مجسم رابطہ (۲۶۲)

عشق جتنا ہے لبوں پر وہ عمل میں بھی ڈھلے
پھر تو احسنؔ ترا ہر کام ہی آساں ہو جائے (۲۶۳)

تمنائے دیدارِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شاعر کے دل میں تمنا ہے کہ وہ حضور پرُنور کے رُخ انور کی زیارت سے مشرف ہو۔ دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مسلمان کی تمنا اور خواہش ہے۔ اہل ایمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور کی خواب میں زیارت کو متاعِ دوجہاں خیال کرتے ہیں کیوں کہ جس پر سرورِ کائنات کی نگاہِ التفات پڑتی ہے اس کی زندگی کے انداز بدل جاتے ہیں۔ وہ خاکی انسان رُخِ نورانی کی زیارت حاصل ہونے پر عرفانِ ذات کی منزلیں طے کر لیتا ہے۔

آرزو ہے کہ اب قلم میرا
دیدِ آقاؐ کا خواب بھی لکھے (۲۶۴)

التماس اک بار پھر کرتا ہے ، قلبِ ناصبور!
روئے انورؐ کی جھلک مل جائے میرے خواب کو (۲۶۵)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرور کائنات کی زیارت کسی عاشق صادق کے لیے ایک سعادت کا درجہ رکھتی ہے۔ عاشقانِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، کے دلوں میں ہر لمحہ عقیدت ومحبت کا دریا موجزن رہتا ہے۔

میسر ہو دیدارِ آقاؐ مسلسل
بنا دے مجھے اِس کے قابل حضوری (۲۶۶)

عاشقوں کے لبوں پر ہر وقت دیدار آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا رہتی ہے۔ شاعر اپنے جذبات کو اظہار و بیاں کے طور پر الفاظ کے سانچے میں ڈھالتا ہے اور دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہے کہ اُسے جلوہ انوارِ سید الکونین حاصل ہو۔

جو بخشے خوابوں کو انوارِ سیدا لکونین
ہنور آنکھوں میں وہ نیند ہی نہیں آئی (۲۶۷)

شاعر آرزو کرتا ہے کہ کاش کبھی ایسا بھی ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرورِ کونین خواب میں

تشریف لائیں تو اُس کی (شاعر کی) خوش نصیبی بام عروج پر پہنچ جائے اور اُسے سرورِ ذیشان کے قدموں کو چھونے کی سعادت مل جائے۔

آئے اے کاش کہ خوابوں میں وہ لمحہ بھی کبھی
چھو سکے سرورِ کونین کے بندہ بھی چرن (۲۶۸)

سوالِ دیدِ رُخ مصطفیٰ ؐ ہے آنکھوں میں
کبھی تو خواب میں اس کا جواب مل جائے (۲۶۹)

ہُوک اُٹھتی ہے جو کرتا ہے کوئی خواب کا ذکر
کاش میں بھی تو سناؤں کبھی دیدار کی بات (۲۷۰)

اے کاش کبھی خواب میں دیکھوں رُخِ انور ؐ
دیدارِ نبیؐ سے مری قسمت بھی سنور جائے (۲۷۱)

شاعر کا دل تمنائے دیدار سے پُر ہے وہ اپنی حسرتِ دید کو امید واثق دلاتا ہے کہ یقیناً کبھی نہ کبھی اُسے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی۔ تو خواب کے وہ لمحات اس کے لیے گل و گلزار کے مانند ہوں گے۔

ضرور خواب مری نیند کو سنواریں گے
نگاہ خواب میں دیکھے گی اُن ؐ کا نور ضرور (۲۷۲)

کاش دیکھوں میں بھی کوئی روشن و بیدار خواب
آمدِ آقاؐ سے بن جائے گل و گلزار خواب (۲۷۳)

شاعر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت پر نازاں ہے جب وہ بارگاہِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نعت کے نذرانے پیش کرتا ہے تو اُس کے دل میں یہ آرزو بھی بس جاتی ہے کہ اس کی مدح

سرائی نبی کی بارگاہ میں قبول ہوجائے اوراس کے صلے میں اُسے دیدارِ آقائے دوجہاں کا شرف نصیب ہو۔

مدحت کے صلے میں اُنؐ کو دیکھوں
دھڑکن میں یہ آرزو بسی ہے (۲۷۴)

روضۂ رسول پہ حاضری:

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس کوایسی شان سے نوازا ہے کہ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ ہر روز ستر ہزار فرشتے درود پڑھنے کے لیے آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ جس کی حاضری ایک بار ہوگی پھر دوبارہ نہیں آسکے گا۔ درِ رسول کی شان کے کیا کہنے کہ فرشتے حسرت سے اپنی باری کا انتظار کرتے ہیں۔ شاعر بھی حضورانور ﷺ کے روضۂ پُرنور کو دیکھنے کی تڑپ دل میں رکھتا ہے۔ اس کے دل میں روضۂ رسول ﷺ کی حاضری کی شدید خواہش ہے اپنی اس خواہش کو اشعار میں پیش کرتا ہے۔

تڑپ تو رکھتا ہوں زادِ سفر نہیں رکھتا
کرم حضورؐ کہ میں بال و پر نہیں رکھتا (۲۷۵)

شاعر درِ رسول ﷺ پر حاضری کے لیے دعا گو ہے کہ یا رسول ﷺ اللہ آپ کے در پر حاضر ہونے کی حسرت ہے مگر اس کے پاس اسباب نہیں ہیں، وہ خواہش تو ضرور رکھتا ہے مگر اس کے معمولات اور قلت اسباب کے باعث درِ اقدس پہ حاضری کا موقع میسر نہیں آ رہا۔ شاعر کا دل دنیاوی لذتوں سے بیزار ہو چکا ہے۔ حضور کے روضے کی خاک آنکھوں میں لگانے کی حسرت اُسے بے چین کیے ہوئے ہے کہ کون سا پل ہو کہ حضور ﷺ کا اِذن ہوجائے اور اُسے جلد سے جلد حاضری کا شرف نصیب ہو سکے۔

عزیزؔ احسن کبھی ہم نعرہ زن ہوں
خوشا ہم ان کا روضہ دیکھتے ہیں (۲۷۶)

شاعر کے دل میں ہمیشہ یاد نبی، عشق نبی کا دریا موجزن رہتا ہے۔ وہ درِ رسول پہ حاضری کا خواہشمند ہے۔ جب اس کے دل میں درِ رسول ﷺ پہ حاضری کی خواہش شدید تر ہو جاتی ہے تو وہ اپنے تخیّل میں روضۂ رسول پر حاضر ہو جاتا ہے، اُس کی خوش نصیبی کی انتہا ہو جاتی ہے۔

تخیّل روضۂ اطہر پہ لے آیا تو یوں جانا
مرے قدموں کے نیچے آسماں ہے اب جہاں میں ہوں (۲۷۷)

خوشا مدینے پہنچنے کی آرزو ہے جواں
خوشا کہ دل کی تڑپ میں کمی نہیں آئی (۲۷۸)

کیسا کلام ؟ نقدِ سخن کیا ہے ؟ حرف کیا ؟
میں جاں ہی واردوں درِ اقدس پہ لے چلو! (۲۷۹)

حضور ﷺ کا کرم بارانِ رحمت کی صورت سب پر برستا ہے، جو بھی آپ کے در مبارک پر دامن پھیلاتا ہے، اس کو نوازا جاتا ہے کیوں کہ دو جہان ہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے در کا محتاج بنایا ہے، کائنات کی ہر مخلوق آپ کے دربارِ اقدس سے وابستگی کو سعادت سمجھتی ہے۔

ہجر میں سوزِ دل تو ہے خیرِ انامؐ کے لیے
دیکھیے کب ہو حاضری در پہ سلام کے لیے (۲۸۰)

پھر میسر ہو حاضری آقاؐ!
ہو غمِ ہجر میں کمی آقاؐ! (۲۸۱)

تڑپ رہا ہے یہ دل یادِ شہرِ طیبہ میں
زُجاجِ شعر میں احساس بر ملا دیکھو (۲۸۲)

دائم دل و دیدہ میں ہو گلزارِ مدینہ
حاصل ہوں شب و روز ہی انوارِ مدینہ(۲۸۳)

ہوں دور مدینے سے مگر اُن کے کرم سے
ہے دل میں وہی گرمیٔ بازارِ مدینہ(۲۸۴)

ہجر طیبہ میں گریں آنکھ سے جتنے آنسو
کرمِ شاہؐ سے ہر ایک گہر ہو جائے (۲۸۵)

عشرت ہو کہ عُسرت ، رہیں آقا ہی نظر میں
ہر حال میں احسن مجھے یاد آئے مدینہ(۲۸۶)

خوشا مدینے پہنچنے کی آرزو ہے جواں
خوشا کہ دل کی تڑپ میں کمی نہیں آئی (۲۸۷)

تعلق جب نظر کا سبز گنبد سے ہوا تھا
عزیز احسنؔ عجب انداز سے مدحت سرا تھا(۲۸۸)

شاعر مدینہ کی حاضری کا شرف حاصل کرتا ہے۔ بالآخر یہ سعادت اُسے نصیب ہو ہی گئی۔ وہ درِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ حاضر ہو کر احساس ندامت سے آنسو بہاتا ہے، دل شکستہ کے ساتھ وہ اپنے گناہوں کو یاد کرتا ہے اور گریہ وزاری سے اپنے گناہوں پر معافی طلب کرتا ہے۔ کیوں کہ شاعر اس امید کے ساتھ درِ رسول پر حاضر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ خوشخبری دی ہے کہ جب گناہ کر بیٹھو تو اس کے حبیب کے درِ پاک پہ حاضری دو اور اِستغفار طلب کرو، اور اگر وہ

(رسول ﷺ) تمہارے لیے اِستغفار کریں تو اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دے گا۔ اسی امید کو دل میں لیے شاعر روضۂ رسول ﷺ کی سنہری جالیوں کے سامنے کھڑے ہو کر زار و قطار رو رو کر معافی طلب کرتا ہے۔

شکستہ دل تھا ندامت کے چند آنسو تھے
درِ نبیؐ پہ مرے پاس بس یہ ساماں تھا (۲۸۹)

مسلسل آئیہ جَا ءوکَ ہی یاد آ رہی تھی
سنہری جالیوں کے سامنے جب میں کھڑا تھا (۲۹۰)

شاعر باقی تمام امتیوں کے لیے بھی دُعا کرتا ہے کہ سبھی کو حضور ﷺ سرورِ کائنات کے در کی حاضری نصیب ہو، اور سبھی حضور ﷺ کے در سے روشنی حاصل کریں۔

سب کو نصیب ہو درِ اقدس پہ حاضری
پائیں درِ رسولؐ سے ہم سب بھی روشنی (۲۹۱)

دعا قبول ہو یَا رَب ! عزیزؔ احسن کی
درِ نبیؐ کے علاوہ کہیں بھی جاں نہیں جائے (۲۹۲)

فضائے طیبہ میں دن جو گزرے وہ آج پھر یاد آئے دل کو
حیات بخشی ہے، اُس فضا میں، اسی سے انساں لگائے دل کو (۲۹۳)
طیبہ سے واپسی کا وہ منظر عجیب تھا
دیوار و در سے میری نگہ خود لپٹ گئی (۲۹۴)

نکلے مرا دم روضۂ انور کے مقابل
مٹی بھی مری راہِ مدینہ میں بکھر جائے (۲۹۵)

فیضان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکرم، شاہِ بنی آدم، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ والا صفات منبع کرم ہے۔ بنی نوع انسان پر آپ کے فیضان وکرم کی چادر تنی ہوئی ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضانِ نظر کا احسان مند ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا سایہ تمام کائنات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

آپ ہیں طورِ عرفانِ انسانیت
منبع علم بھی بے گماں آپؐ ہیں(۲۹۶)

یہی ایک در ہے کہ سنگ وخشت نے جس سے پائی حیاتِ نو
وہی ذرہ مہر بنا جو سنگِ درِ رسولؐ سے مَس ہوا(۲۹۷)

اسلام کے فروغ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت گرامی اور ان کا اعلیٰ وارفع کردار و عادات تھیں جن کی بدولت مشرکین مکہ جیسے بدعادات واطوار والے اور جہالت میں ڈوبے ہوئے لوگ جوق در جوق حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رب کی خاص عنایات تھیں۔

فِکرِ انساں پہ اگر عظمتِ سرکار کھُلے
اُن کی جانب ہی رُخِ لمحۂ دوراں ہو جائے (۲۹۸)

ان کے فیضان وکرم سے اسلام پھیلتا گیا اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

پاک لہجے پہ دل سے فِدا ہو گیا
میرے آقاؐ کی جس نے سُنی گفتگو(۲۹۹)

رہزن بھی آئے دامنِ خیرالبشرؐ میں جب
فیضِ نظر سے ہو گیا کردار مختلف (۳۰۰)

ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ممنون ہیں کہ اُن کے کرم سے ہم اُن کے اُمتی ہیں۔آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کرم وعطا سے آج ہم شاد وآباد ہیں یہ ہم پہ لازم ہے کہ اُن کی مدحت کر کے اُن کے فیضانِ نظر کے دائمی حق دار کہلائیں شاعر بیان کرتا ہے۔

میں عزیزؔ اُس کے نہ گُن گاؤں؟ تو کس کے گاؤں؟
مَہبَطِ نور بنایا ہے مرا دل جس نے (۳۰۱)

آپؐ نازِ عجم آپ فخرِ عرب
آپؐ کی رِفعتیں کل جہاں سے سوا (۳۰۲)

آپؐ کے فیضِ مکرمت سے ہوئی
نسلِ آدم ذوالا حترام تمام(۳۰۳)

آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کہتی آئی یہ سرگوشیوں میں صبا
مرحبا ، مرحبا ، مرحبا ، مرحبا(۳۰۴)

نبی اکرم ،حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پُرنور، دُکھی دلوں کے سرور پیارے نبی اس دنیا میں تشریف لائے اور تمام عالم کو بُقعۂ نور بنا دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری سے عرب کے جاہل قبائل دنیا کی رہنمائی کے قابل ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔عزیز احسن نے اپنی نعتیہ شاعری میں جابجا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد کا تذکرہ کیا ہے عرب کے قبائل حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیّدِ عالم کی آمد سے قبل جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے آپ کی آمد کی سعادت کے طفیل دنیا نے روشنی پائی۔

اُن کی آمد سے پہلے اندھیرا ہی تھا
وہ جو آئے تو دنیا ہوئی ضوفشاں(۳۰۵)

ہر طرف پھیلی جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی روشنی
ہر دلِ تاریک تک پہنچی عطا کی روشنی (۳۰۶)

صرف دھندلائی ہوئی تھی جو نگاہوں میں کبھی
بُقعۂ نور بنا دی وہی منزل جس نے(۳۰۷)

جل اُٹھے ہر سمت دنیا میں تیقن کے چراغ
یوں دلوں کو نورِ بطحا نے عطا کی روشنی(۳۰۸)

ظلمتیں کافور ہو جائیں فضائے دہر سے
اس طرح پھیلے رُخِ شاہِ ہدیٰ کی روشنی(۳۰۹)

جب ہر طرف ظلمت چھائی تھی۔مظلوموں کا کوئی پُرسانِ حال نہ تھا۔جب لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔شراب نوشی عام تھی اس گھمبیر صورت حال کو بدلنے کے لیے اللہ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو دنیا میں رحمت بنا کر بھیجا۔آپ ﷺ اپنے رب کی ربوبیت کی دلیل بن کر آئے اور دنیا والوں کے سامنے اخلاق حسنہ کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔

تمام ادیانِ کہنہ منسوخ کرنے آتا ہے ایک ہادی
کہ جس کے نعرے سے گونج اُٹھیں گے بلاد وقریہ، پہاڑ، وادی(۳۱۰)

وہ جس نے آ کر جہاں سے تفریقِ رنگ ونسل ونسب مٹادی
صلاح وامن اور آشتی کی بشر کو اک نئی راہِ نو دکھا دی (۳۱۱)

آپؐ نے دین براہیمی کو خالص کر دیا
جاہلیت کی سبھی رسموں میں یوں ترمیم کی (۳۱۲)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب کی وحدانیت کے پیام کونہایت خوش اسلوبی کے ساتھ لوگوں تک پہنچایا۔جن کے دلوں میں تیرگی نے گھر کر لیا تھا ان کے قلوب میں آپ نے شمع ہدایت روشن کی۔آپ کے تشریف لانے کے بعد آپ کی تعلیمات کے ذریعے انقلاب بپا ہوگیا۔ظلم واستبداد ختم ہوگیا اور دینِ اسلام کو وقار حاصل ہوا۔

آپ آئے تو زمانے میں اجالے پھیلے
علم و حکمت کے نئے دور کا آغاز ہوا (۳۱۳)

آمدِ شاہِ دیں سے ہی ختم ہوا ہے اضطراب
دردِ دلِ بشر میں بھی اُن کے سبب کمی ہوئی (۳۱۴)

سلام اُن پر کہ جن سے انساں کو درس انسانیت ملا ہے
سلام اُن پر کہ جن کی آمد سے آدمی کا شرف بڑھا ہے (۳۱۵)

جھوٹ کے صحرا میں جب رکھا قدم سرکارؐ نے
بندۂ دشت و جبل ٹھہرا صداقت آشنا (۳۱۶)

ہے جو کائنات میں روشنی یہ جمالِ روئے نبی سے ہے
اُسی آفتاب سے کٹ سکا وہ طویل رات کا سلسلہ (۳۱۷)

آدمیت کو دیا زیست کا حاصل جس نے
یعنی سینوں میں رکھے سِل کی جگہ دل جس نے (۳۱۸)

دیپ توحید پرستی کے جلا کر ہر سو
ظالموں کو بھی بنا ڈالا تھا، عادل جس نے (۳۱۹)

دل کے غاروں تک بھی پہنچی مہرِ رحمت کی کرن
رُوح کے دامن سے جب پھوٹی رِضا کی روشنی (۳۲۰)

اعزازنسبت:

لِلہ الحمد کہ منسوب میں اس ذات سے ہوں
خوب سرسبزعنایات کی برسات سے ہوں(۳۲۱)

اللہ کا احسان عظیم ہے کہ ہم حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتی اور غلام ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھنے، تعلیمات نبی کو دل سے تسلیم کرنے اور پھر اس پر کار بند رہنے میں۔ اس طرح روحانی نسبت قائم ہوجاتی ہے، جوکوئی بھی حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت حاصل کرے اس پر حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت واجب ہوجاتی ہے۔ حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اطہر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سنگ آستاں سے نسبت ہی ہمارے لیے بڑی بات اور متاعِ زندگی ہے۔

عزیز احسن کی شاعری میں حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کا ذکر کئی مقامات پر آباد ہے۔ وہ حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت اور محبت کو ہی اصل ایمان سمجھتے ہیں۔ وہ دُعا کرتے ہیں کہ دامنِ آقا سے نسبت کی وابستگی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہے۔

چھوٹے نہ کبھی ہاتھ سے دامانِ محمدؐ
نسبت سے اُنہیؐ کی مجھے حاصل ہو نظر بھی (۳۲۲)

الٰہی ! اب مرے احساس کو اتنی جلا دے دے
مجھے ہو پاس ہر لحظہ مرے آقاؐ کی نسبت کا (۳۲۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکرم کی نسبت سے دنیا اور آخرت کا سفر کامیاب ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب سے ارفع و اعلیٰ ہستی بنا کر بھیجا ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ہی سب سے اعلیٰ و افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اطہر میں اتنے لطائف اور اوصاف حمیدہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی وقت میں اللہ تعالیٰ سے بھی واصل ہوتے ہیں اور مخلوق میں بھی شامل ہوتے ہیں۔ سب سے اعلیٰ و افضل واسطہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ہے۔

عزیز نسبتِ آقا پہ میں تو نازاں ہوں
اگرچہ ہوتی ہے اعمال پر ندامت بھی (۳۲۴)

سر پر رکھوں ملے جو وہ خوابوں میں بھی عزیز
نسبت سے ان کی رتبۂ نعلین ہے عظیم (۳۲۵)

خیال و فکر کی تطہیر کچھ محال نہیں
جو اُن کی ذات سے وابستگی نظر میں رہے (۳۲۶)

نبیؐ کی ذات سے وابستگی ضروری ہے
ملے گا نعت نگاری کا بھی شعور ضرور (۳۲۷)

اُس ایک نام کی خوشبو سے جسم و جاں مہکے
اُس ایک رنگ کی نسبت سے دل گلاب ہوا (۳۲۸)

جب بھی مداح نبیؐ نعت میں کچھ حرف لکھیں
اُن کی نسبت سے ہر اک حرف اَمر ہو جائے (۳۲۹)

چھوڑ کر اک جادۂ روشن کو اُمّتِ آپؐ کی
چاہتی ہے ساتھ ہی پاتی رہے نسبت کا پھل (۳۳۰)

اہلِ صُفّہ کی طرح عشقِ نبیؐ درکار ہے
ایسی نسبت باعثِ طولِ اَمل ہوتی نہیں (۳۳۱)

شفیعِ روزِ جزا:

حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکرم رحمۃ لِلعالمین ہیں، سرورانبیاء ہیں، اسی لیے آپ کی شفاعت کا سائباں یوم روزِ جزا مومنین کونصیب ہوگا۔ ہر عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی آرزو ہوتی ہے کہ اُسے بروز قیامت شفیع امت کی شفاعت نصیب ہو۔ ہرنعت گوشاعر اپنے جذبات اور شوقِ ولا کو حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکرم سے بے پایاں محبت کی بنا پر بہترین فنی وتخلیقی انداز میں بارگاہِ خیرالانام میں پیش کرنے کی سعی کرتا ہے اس کی کوشش ہوتی ہے کہ پیش سرکار ایسا اسلوب اور قرینہ اختیار کرے جو رحمتِ کون و مکاں کو پسند آجائے اور یوں اس کی بخشش کا سامان ہو جائے بقول عزیزؔ احسن:

رُوبرو اُن کے ندامت سے بہاؤں آنسو
اور بھر جائے شفاعت کے گلوں سے دامن (۳۳۲)

صدقے میں اُن کی مدح نگاری کے پاسکوں
اے کاش! روزِ حشر شفاعت کی روشنی (۳۳۳)

حشر میں آپ کی شفاعت سے
آپ کے قرب میں بہشت ملے (۳۳۴)

گنہگار پہنچے شفیعِ اُممؐ تک
کرا دے سبھی طے مراحل حضوری (۳۳۵)

ہو مرا حشر بھی مدحت گزار لوگوں میں
حضور! آپ جو کہہ دیں وہاں ضرور ضرور (۳۳۶)

اے شافعِ اُمم ہے تمنائے عاصیاں
نوبت کبھی نہ آئے سوال و جواب کی (۳۳۷)

ندامتیں ہیں عمل پر مگر نہیں مایوس
شفیعِ روزِ جزا سے دلوں کا بندھن ہے (۳۳۸)

میں عزیز نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھوں تو امید ہے کہ پہنچ سکے
مری ذات تک بھی جزا کے دن کرم و نجات کا سلسلہ (۳۳۹)

یہ التجا ہے کہ جب حشر میں جب غلام اُٹھے
تو آپ ہی کے علَم کے تلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آئے (۳۴۰)

ظاہر ہو جب شفاعتِ کبریٰ تو ہے اُمید
میں بھی رہوں نظر میں وہاں آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (۳۴۱)

رِقت انگیزی:

ذکرِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے ہوئے کسی بھی عاشق صادق پر رقت اور گریہ کی کیفیت کا طاری

ہوجانا ایک بے اختیار اور غالب جذبہ ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ خیر ہو، درِ اقدس پہ حاضری کی بات ہو، ہجرِ طیبہ اہلِ محبت کو رُلاتا ہی ہے۔انفرادی اور اجتماعی پریشانیوں میں استمداد کی درخواست اور استغاثے کی کیفیت میں یا وصل کی لذتوں میں بھی رونا آتا ہے۔اس وارداتِ قلبی کو رقت انگیزی کہتے ہیں۔عزیز احسن کے کلام میں رقت کے جذبات بھی ملتے ہیں عزیز احسن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی محبت اور عقیدت کے باعث،نعت کہتے ہوئے، یادِ نبی میں غمگین ہوجاتے ہیں اور جب مشکل میں مبتلا ہوں تو بارگاہ نبی علیہ السلام میں رقت انگیزی کے ساتھ دستِ دعا دراز کرتے ہیں۔

سخت مشکل میں ہے اب عزیزؔ آپکا
یا نبی! والئ بے کساں آپ ہیں (۳۴۲)

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر انسان کو یقینِ کامل عطا کرتا ہے اور ہر مشکل آسان بنا دیتا ہے۔اُن کے ذکرِ پُرنور کی برکت سے راہِ نجات اختیار کرنا یقینی ہوجاتا ہے۔

ستم زدہ ہوں نگاہِ کرم کا طالب ہوں
میں بے اماں ہوں کہیں کوئی گھر نہیں رکھتا (۳۴۳)

عصیاں کا خوف دل کو رُلاتا ہے پَر ''اُمید''
میں بھی تو اُمتیٔ رؤف الرَّحیم ہوں (۳۴۴)

اے کاش کبھی سارے جھمیلوں سے نمٹ کے
میں رووَں حضورؐ! آپ کے قدموں سے لپٹ کے (۳۴۵)

احسن کبھی اُس در کی حضوری ہو میسر
طیبہ میں پہنچ جاؤں میں ماحول سے کٹ کے (۳۴۶)

عزیز احسن کے دل میں یادِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبات موجزن ہیں،

وہ یادِ نبی میں رورو کر گریہ وزاری کرتے ہیں تا کہ اُنہی کی نسبت سے، ان کا نصیب دنیا اور آخرت دونوں میں چمک اُٹھے۔

دل چاہتا ہے یادِ شہہ دیں میں خوب رو
چمکا اسی طرح سے تو اپنے نصیب کو (۳۴۷)

فراقِ طیبہ:

ہجر طیبہ، فراقِ طیبہ، تمنائے حضوری کے موضوعات عاشقوں کے لیے اتنے ہی اہم ہیں جیسے یادِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا موضوع ہے۔ اکثر شعراء نے مدینہ منورہ کو جنت سے تشبیہ دی ہے اور بعض نے مدینہ منورہ کو جنت قرار دیا ہے۔ عزیز احسن بار بار مدینہ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کی نعتیہ شاعری میں تمنائے حضوری کا موضوع کثرت سے موجود ہے۔ وہ یادِ مدینہ کی تڑپ کو مختلف اشعار میں بیان کرتے ہیں۔

دل تڑپتا ہے مدینے کی فضاؤں کے لیے
عرصہ ہجر میں جذبوں کی سپَر نازک ہے(۳۴۸)

روح ہوتی ہی رہے روضۂ اطہر پہ نثار
عشقِ سرکار عطا شہپرِ توفیق کرے(۳۴۹)
شہرِ طیبہ کا ہوں باشندہ ، یہ دل کہتا ہے
کاش تقدیر بھی اس خواب کی تصدیق کرے(۳۵۰)

جو گھبرائے دل ہجرِ طیبہ میں میرا
سکینت کرے مجھ پہ نازل حضوری(۳۵۱)

فراقِ طیبہ میں اب تو شاید جگرمرا خون ہو چلا ہے
میں اُن فضاؤں سے دور رہ کر جیوں، کہاں میرا حوصلہ (۳۵۲)

ہجر طیبہ ہے کڑے صبر کی منزل احسنؔ
ضبط درکار ہے ، یہ راہ گزر نازک ہے (۳۵۳)

کاش طیبہ کے نظارے سے مرا دل کھل جائے
اور اس روح کو اک لمحہ حضوری مل جائے (۳۵۴)

فراقِ طیبہ میں تلقینِ صبر لاکھ سہی
عزیز! دل کو تو ہونا ہے ناصبور ضرور (۳۵۵)

عاصی ہوں پر ارمان بڑا ہے مرے آقاؐ
ہو اِذنِ حضوری تو سعادت مجھے مل جائے (۳۵۶)

علاجِ قلبِ حزیں کہیں بھی نہیں ہے احسن! سوائے طیبہ
کہ روح مانگے ہے سانس لینے کو روز و شب، بس فضائے مدینہ (۳۵۷)
تڑپ رہا ہے یہ دل یادِ شہرِ طیبہ میں
زُجاجِ شعر میں احساس برملا دیکھو (۳۵۸)

درِ نبیؐ پہ پہنچ کر سکوں ملے تو کہوں
حضورؐ! آج تلک میں بہت پریشاں تھا (۳۵۹)

مدحتِ آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نعت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گہری محبت اور عقیدت کی مظہر ہے۔ خود خدا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نعت خواں ہے نعت گوئی دنیا میں باعث عزت اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے۔ عزیز احسن نے اپنی نعت کے ذریعے تمام افکار اور شاعرانہ وسائل کا مرکز ومحور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کو بنایا ہے جو کائنات کی سب سے اعلیٰ ذات ہے جس کی محبت ہر مسلمان کے ایمان کی شرطِ اوّل ہے۔

عزیز احسن نعت گوئی کو احسانِ خداوندی سے تعبیر کرتے ہیں۔

نعت ایک صنف سخن ہی نہیں بلکہ خلوصِ عقیدت اور جذبوں کے اظہار کی ایک صورت ہے۔ نعت دل کی طہارت اور جذبوں کی روانی کا نام ہے۔ نعت کہنا ایک نازک معاملہ ہے ہر شاعر اس پر قلم نہیں اُٹھا سکتا۔ کاشف عرفان ایک مضمون ''عزیز احسن کا نعتیہ سفر، تہذیبی ورثے کی بازیافت'' میں لکھتے ہیں:

> ''عزیز احسن کے ہاں احتیاط کا عمل بہت نمایاں ہے۔ یہی احتیاط ہے جو انہیں خدا اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقام کو سمجھنے اور بیان کرنے کا قرینہ دیتی ہے۔ نعت لکھنا یقیناً دو دھاری تلوار پر چلنے کے مترادف ہے۔ الفاظ کا مبہم استعمال اِس سفر کو اور بھی مشکل بنا دیتا ہے۔ ذرا سا کمزور شاعر جذبات کی رو میں بہہ کر منزلوں کا پتہ کھو بیٹھتا ہے۔ کہیں مقام کو یہاں تک بڑھا دیتا ہے کہ خدا کی خصوصیات اور صفات کا حامل بنا دیتا ہے اور کہیں اپنے جیسا بشر۔ دونوں ہی باتیں قرآن وسنت کے خلاف ہیں عزیز احسن کے ہاں احتیاط نے ان کی نعت کو ایسے فکری نقائص سے پاک رکھا ہے وہ نہ صرف مقامِ احد ومحمود سے واقف ہیں بلکہ بیان میں بھی درجات کا خیال رکھتے ہیں''۔(۳۶۰)

نعت میں احتیاط کے تقاضے کا اظہار عزیز احسن کے اِن اشعار میں ملاحظہ کیجیے۔

نعتِ سرکارؐ دو عالم ہے ، کوئی کھیل نہیں
اس میں الفاظ نہیں دل کا لہو صرف کرو (۳۶۱)

شہرِ اَبیات میں خامے کا سفر نازک ہے
مدحِ سرکارِ دو عالمﷺ کا ہنر نازک ہے(۳۶۲)

مری زباں پہ ہو نعت رسولِ پاکﷺ عزیزؔ
سماعتوں میں جب آوازۂ نشوز آئے (۳۶۳)

نعت لکھنا ہی وظیفہ مرا بن جائے عزیزؔ
جب لکھوں لذتِ دیدارِ چشیدہ لکھوں (۳۶۴)

میں فقیرِ راہ ہوں اب شاہ کر دیجے مجھے
نعت کے مفہوم سے آگاہ کر دیجے مجھے(۳۶۵)

کاشف عرفان، اپنے مضمون ’’عزیز احسن کا نعتیہ سفر،تہذیبی ورثے کی بازیافت‘‘ میں ایک اور مقام پر بیان کرتے ہیں:

’’منصبِ رسالت اور مقصدِ نبوّت کو سمجھنا ہی عمدہ نعتیہ شاعری کا بنیادی جُزو ہے عزیز احسن نعت کو عبادت کے درجے پر رکھ کر مشقِ سخن کرتے ہیں اور اسی باعث وہ قرآن اور احادیث کو اپنی نعت میں لفظوں کی شکل دیتے ہیں۔شاید یہی احتیاط ہے جو اُنھیں نعت میں فکری طور پر نئے تجربے کی طرف نہیں جانے دیتی اور وہ کسی حد تک روایتی

شاعر ہیں۔ دراصل انہوں نے نعت کے میدان میں اپنے لیے کچھ حدود مقرر کی ہیں اور اِن حدود سے تجاوز کی کوشش نہیں کرتے۔ لہٰذا ان کے ہاں فکری اور فنی ہر دو سطحوں پر موضوعات کے چناؤ اور زبان و بیان کے معاملے میں احتیاط کی روش نظر آتی ہے‘‘(۳۶۶)

بقولِ عزیز احسن:

احمد ، حمود ، حامد و محمود ، آپ ہیں
کیا کہہ سکوں میں نعت کی ان کثرتوں کے بیچ(۳۶۷)

نعت لکھوں تو مرے لفظوں میں خورشید ڈھلے
قرأتِ حرفِ ثنا دیدۂ بیدار سے ہو(۳۶۸)

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا نعت نگاروں پہ کرم
کوئی بوصیری کوئی سعدیؒ شیراز ہوا(۳۶۹)

آپ کی شان کے شایاں نہ کوئی حرف لکھا
شعراء عرصۂ مدحت میں ہیں ششد راب تک(۳۷۰)

متن میں ہو جو ذکرِ نبیؐ ضوفشاں
خود ہی ہو جائے گی شاعری ضوفشاں(۳۷۱)

مدح دیتی ہے حیاتِ جاوداں افکار کو
کونسی خوبی ہے جوو جدان میں لاتی نہیں(۳۷۲)

مدحِ سرکارِ عالی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہے زندگی
شاعری ہےتوفی الاصل یہ شاعری (۳۷۳)

بارگاہِ عالی وقار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جتنا تعلق ہوگا، اسی قدر ہی کسی نعت گو کا اسلوب بھی شاندار ہوگا۔ عزیز احسن نعتِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی خوش نصیبی سے موسوم کرتے ہیں کہ یہ سرکارِ عالی مرتبت کا ہی کرم ہے کہ بندے کو نعت گو ہونے کی سعادت ملی ہوئی ہے۔

توفیقِ ثناء جو مل رہی ہے
اس دل پہ نظر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہے (۳۷۴)

اے خوشا قسمت کہ پایا موسمِ مدحت عزیزؔ
نعت کی خوشبو سے خامے کا ہے پیہم رابطہ (۳۷۵)

میرا خامہ جو یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لکھے
روشنائی سے روشنی لکھے (۳۷۶)

نعت لکھنے سے جو پاتا ہے سکوں قلبِ عزیزؔ
میرے سرکار! یہ الطاف وکرم آپ کے ہیں (۳۷۷)

اے کاش عزیزؔ اب مرے آقا کے کرم سے
حسان رضی اللہ عنہ کا سا لہجۂ مدحت مجھے مل جائے (۳۷۸)

عزیز احسن اپنے اشعار میں مدحت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گرامی کے ساتھ یہ بھی پیغام پہنچاتے ہیں کہ ثناء رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توفیق تو اللہ نے عطا کر دی ہے۔ اب صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اُلفت اور محبت کا دعوا کر دینا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیّد عالم کی محبت کے ساتھ اُن کی تعلیمات پر عمل کا جذبہ بھی ہماری ذات و کردار سے عیاں ہو۔

اے کاش ! ہو پیروی کا مظہر
نعتوں میں جو آج آگہی ہے(۳۷۹)

میرے ہر شعر میں ہو مدحِ رسولِ اکرمؐ
ہر عمل میرا، مری بات کی توثیق کرے(۳۸۰)

وہ بات لکھ ہی نہ پاؤں کہ جو عمل میں نہ ہو
مجھے بھی نعت نگاری کا وہ شعور آئے (۳۸۱)

شاعر بارگاہِ نبی کے وسیلے سے دعا گو ہے کہ اُسے زندگی بھر ثنائے مصطفیٰ کی توفیق میسر رہے اور وہ تادمِ آخر اپنے نبیؐ رحمت، شفیع اُمّت کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدحت کے نذرانے پیش کرتا رہے۔

آقا کرم عزیزؔ پہ جاری رہے سدا
لکھتا رہے یہ مدح و ثنا رحمتوں کے بیچ(۲۸۲)

یہ عزیزؔ آپؐ کی نعت لکھتا رہے
اس کو حاصل ہو فن یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ (۳۸۳)

نعت اُن کی انھیں سناتے ہوئے
کاش ہو جائے یہ غلام تمام(۳۸۴)

اُمّت کا اِستغاثہ:

عزیز احسنؔ وسیع المطالعہ اور زود گو شاعر ہیں۔ اُن کی نعتیہ شاعری، حُبِّ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، سیرت و کردار اور تعلیمات و پیغامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تذکار سے آراستہ ہے۔ وہ

منصبِ نبوت اور پیغام رسالت کو بھی پیشِ نظر رکھتے ہیں۔اسی لیے اُن کی شاعری میں قارئین کے لیے پیغام کی ترسیل کا جذبہ موجزن ہے۔عزیز احسن اپنی نعت میں سماج کی حالتِ زار کی تصویر کشی کرتے ہیں وہ اپنی نعتوں میں ملک وقوم اور اُمّتِ مسلمہ کی ابتری پر نوحہ کناں ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ان کی شاعری میں یہ حساس پہلو تواتر کے ساتھ جلوہ گر ہے۔وہ شاعری میں مسلم اُمہ کی مشکلات اور اسبابِ زوال کو سادہ زبان میں بیان کرتے ہیں یوں ان کی نعت مجموعی طور پر آقائے نامدار کے حضور اُمّت کا استغاثہ پیش کرتی ہے۔

عزیز احسن اُمّت مسلمہ کی زبوں حالی پر ہر لحہ اضطرابی کیفیت میں مبتلا نظر آتے ہیں۔وہ اپنی شاعری میں پیغام دیتے ہیں کہ اُمتِ مسلمہ کی مشکلات کا حل صرف اور صرف اسوۂ نبی کی پیروی میں مضمر ہے۔

کاشف عرفان ایک مضمون ''عزیز احسنؔ کا نعتیہ سفر،تہذیبی ورثے کی بازیافت'' میں عزیز احسن کے شعری تناظرات کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''عزیز صاحب کے ہاں عشقِ رسول ﷺ کی لازوال دولت تو موجود ہے ہی ساتھ ہی ساتھ وہ عالمی منظر نامہ پر بھی گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ان کی نظر کلیسا سے اُٹھنے والی ان عالمی تحریکوں پر بھی ہے جو آنے والے دور میں مسلمانوں کی مذہبی اور تہذیبی شناخت کو ختم کرنے کے درپے ہوگی''۔(۳۸۵)

اسی مضمون میں آگے مزید بیان کرتے ہیں:

> ''عزیز احسن کے ہاں اپنے عوام سے رشتہ اتنا گہرا اور مضبوط ہے کہ اس رشتے نے ان کی شخصیت میں خاص طرح کی مثبت نفسیاتی تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔گویا عزیز صاحب کی نعتیہ شاعری کو سمجھنے کے لیے عصرِ حاضر کی روح کو سمجھنا ضروری ہے۔اور ساتھ ہی ساتھ خارجی تبدیلیوں کے داخلی تبدیلیوں پر اثر کا ادراک رکھنا بھی ضروری ہے''۔(۳۸۶)

اس پُر آشوب دور میں اُمتِ مسلمہ ہر طرف سے اغیار میں گھری ہے اور اکیسویں صدی کے آغاز سے ہی منفی تبدیلیوں کی زد میں آئی ہوئی ہے۔ عزیز احسن اپنی قوم کی بدبختی پر نوحہ کناں ہوتے ہیں۔

ایسی اک آہ کروں قوم کے اِدبار پہ میں
کہ مری آہ سے اب عرشِ الٰہی ہل جائے (۳۸۷)

افسوس اُسوۂ شہِ والاؐ کو چھوڑ کر
کھاتے ہیں ہر قدم پہ زمانے سے مات ہم (۳۸۸)

ہے تسلط غیر کا قلب و دماغ و روح پر!
لکھ دیا ہے وقت نے ماتھے پہ ''ذلت ہے اٹل'' (۳۸۹)

امینِ علم و حکمت تھے مسلماں ہر زمانے میں
کیا ہر باب لیکن آج خود پر بند حکمت کا (۳۹۰)

مگر یہ تیرگئ زر پرستی ختم کیوں کر ہو
کوئی کوکب نہیں ہے مطلعِ دل پر قناعت کا (۳۹۱)

مسائل کے یہ اژدر کیوں ڈراتے ہیں مسلماں کو؟
لہو پیتا ہے کیوں عفریت ہر لحظہ سیاست کا (۳۹۲)

کہیں ہم نفس کی اپنے، پرستش تو نہیں کرتے
کہیں دھوکا تو ہم کھاتے نہیں حبِ رسالت کا (۳۹۳)

اُمت مسلمہ نے جب تک اُسوۂ نبیؐ کو اپنائے رکھا، انہیں عزت وعظمت نصیب رہی۔ عروج اور ترقی کی منزلیں ان کا استقبال کرتی رہیں۔ لیکن اس قوم نے سہل پسندی کو اپنا شعار بنا لیا۔ ان کے علماء ومفکرین اسلام کی آفاقی فکر سے غافل ہو گئے، امانت کی جگہ بد دیانتی اور لوٹ کھسوٹ نے لے لی۔ خلافت کی جگہ بادشاہت نے ڈیرے جما لیے، موت کی بجائے زندگی محبوب ہو کر رہ گئی، ایثار کی جگہ ہوس پرستی اور خودغرضی کا دور دورہ ہو گیا، ذاتی مفادات کو قومی، ملکی بلکہ دینی مفادات پر ترجیح دی جانے لگی، اطاعتِ امیر کی جگہ اپنی انا اور ذات کی اطاعت نے لے لی اور اپنا اقتدار ملک، قوم اور دین سے زیادہ محبوب ہو گیا، تو عزت وسربلندی کے تاج اس قوم سے چھین کر دوسروں کو پہنا دیئے گئے۔

ڈاکٹر عبدالکریم نے اپنے ایک مضمون ''جناب عزیز احسن اور ان کی نعتیہ کلام کا ایک طالبِ علمانہ مطالعہ'' میں اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> ''مسلم اُمہ اور اس کے رہنماؤں کو انا پرستی نے تباہ وبرباد کیا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے لے کر آج تک کی مسلم اُمہ کی تاریخ کا مطالعہ کر لیں۔ مشرق ومغرب میں انا پرستوں کی داستانیں بکھری پڑی ہیں جو خود تو تاریخ کی غلام گردشوں میں نابود ہو گئے لیکن اُمّت کو بھی برباد کر گئے۔ آج کے دور میں فلسطین وکشمیر کے حل طلب مسائل، افغانستان وعراق وشام پاکستان میں دہشت گردی، نئے پاکستان کے نعرے اور دھرنے یہ سب کیا ہیں۔ وفاؤں کے نعرے اور انا پرستی کے ہمالیہ''۔(۳۹۴)

بقول عزیز احسن:

پیروی کی بھی بنا ہم نے انا پر رکھی\
ہائے افسوس کہ تہمت ہی وفا پر رکھی (۳۹۵)

ہم نے غزوات کو قصوں کی طرح پڑھ ڈالا
اور اُمید ظفر صرف دعا پر رکھی (۳۹۶)

جب زوالِ اُمّتِ آقاؐ ! کا آتا ہے خیال
ڈوبنے لگتا ہے دل ہوتا ہے کچھ اتنا اُداس(۳۹۷)

جادۂ دیں پہ چلنے کو تیار ہو، اس کے اعمال سے حق کا اظہار ہو
کاش اُمّت کا احساس بیدار ہو، ہے یہ ہر قوم کی رہبری کے لیے(۳۹۸)

اُمّتِ مسلمہ کے تمام زوال کا سبب صرف اور صرف ایمان سے دوری اور قوت ایمانی سے محرومی ہے۔ یہ صرف اور صرف ایمان کی قوت ہی تھی جس کے سبب مسلمان چاردانگِ عالم میں چھا گئے تھے۔

چمک جب تک رہی اعمال میں اس پاک سیرتؐ کی
یہ اُمّت مستحق بھی تھی زمانے بھر میں عزت کی!(۳۹۹)

یہ دین اللہ کی وارث رہی جب تک زمانے میں
اُسی دم تک رہی یہ قوم حامل شان و شوکت کی (۴۰۰)

نیابت مان لی جب اس نے،فرعونوں کی، دنیا میں
تو ٹھہری مستحق یہ قوم دنیا بھر میں ذلت کی!(۴۰۱)

اب اس کا مرثیہ لکھوں کہ میں روتا رہوں پیٹے ہم
لحد پر میں کھڑا ہوں اُمّتِ مسلم کی غیرت کی!(۴۰۲)

اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق اصل محبت اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ رسول کریمؐ کی محبت اس

لیے ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول اور محبوب ہیں۔ ہر وہ محبت جو اللہ کی وجہ سے کی جائے وہ اللہ کی ہی محبت ہے۔ یہی سبب ہے کہ مومنین کو آپس میں بھائی بھائی کہا گیا ہے۔لیکن مومنوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کی پینگیں بڑھانا اسلام میں سخت ممنوع ہے۔ کفر میں کتنا ہی کرّ وفر ہو کتنا ہی دبدبہ اور جاہ وجلال ہو۔لیکن مومن ہر حال میں کافر پر مومن کو ترجیح دیتا ہے۔لیکن جب مومن، مومن کو چھوڑ کر غیروں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے تو اس کا نتیجہ، دینِ مبین سے دوری ہوگا اور غیروں کے نقشِ قدم پر چل کر زندگی بداعمالیوں کی نذر ہو جائے گی۔

جادۂ حق سے یہ اُمّت ہٹ رہی ہے روز وشب
ہر سبق غیروں کا، ملت رَٹ رہی ہے روز و شب(۴۰۳)

آج ہر صورت' نمایاں نقشِ حرفِ یاس ہے
غیر سے کچھ بھیک پا لینے کی سب کو آس ہے(۴۰۴)

قاریوں کی بھیڑ میں، اِک عاملِ قرآں نہیں
کون ایسا ہے کہ جس پر غیر کا احساں نہیں(۴۰۵)

اُسوۂ ہادئ سُبُلؐ جن کے لیے مثال تھا
سیرتِ بولہب میں اب، لوگ وہی مگن ہوئے (۴۰۶)

جس کو ملا تھا منصبِ رہبرئ اُمم کبھی
کیوں اسی قوم کے عزیز ننگِ جہاں چلن ہوئے؟(۴۰۷)

مثال غیروں کی رکھتی ہے سامنے اُمّت
زوال دیکھ رہی ہے اسی سبب شب و روز(۴۰۸)

عزیز احسن کی مناقب کا فکری جائزہ

منقبت کے معانی ومفاہیم (ابتدائی مباحث):

منقبت عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ (ن۔ق۔ب) ہے اور اس کی جمع مناقب ہے۔

عربی لغت ''المنجد'' کے مؤلف نے منقبت پر یوں بحث کی ہے:

''المنقبۃ: (جمع مناقب) مناقب الانسان ما عرف بہ من الخصائل الحمیدہ والاخلاق الجمیلہ'' مناقب سے مراد انسان کے وہ فضائل حمیدہ اور اخلاق جمیلہ ہیں جن سے وہ پہچانا جاتا ہے''(409)

فارسی لغت ''فرہنگ آموزگار'' میں منقبت کا مفہوم یہ درج ہے:

مناقب: (جمع منقبت)، کارنیکو، خوہائے پسندیدہ (410)

اُردو لغت ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس لفظ کے معانی درج ذیل ہیں:

منقبت: اسم مونث، صفت، ثنا، مدحِ ائمہ کبار و بزرگانِ دین (411)

''لغات کشوری'' میں منقبت کا مفہوم یوں درج ہے:

منقبت: ہنر، تعریف کرنا، اصطلاح میں تعریف اور ثنا اہل بیتِ رسولؐ اور اصحاب کبارؓ کی۔(412)

اعجاز اللغات کے مطابق اس لفظ کے معانی ہیں:

منقبت: تعریف، مدح، توصیف۔(413)

''فرہنگ لفظ'' میں منقبت کے معانی کی تفصیل یوں تحریر ہے:

منقبت: تعریف، توصیف، فخر و مباہات، ائمہ اہل بیتؑ یا اولیائے کرام کی شان میں لکھے جانے والے اشعار یا نظم۔ جمع: مناقب (414)

وکی پیڈیا پہ منقبت کے بارے میں کچھ اس طرح لکھا ہے:

"A Manqbat(Urdu:manqbat(is a sufi devotional poem, in praise of Ali Ibn-e-Abi Talib, The son in law of Muhammad or of any Sufi Saint".(415)

اردو میں یہ لفظ تعریف، توصیف اور ثنا کے معنوں میں آیا ہے۔ ''اصناف شاعری'' میں منقبت کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

''جس طرح آنحضورؐ کی مدح میں لکھی گئی ہر نظم ''نعت'' ہے اسی طرح آپؐ کے اہل بیتؓ اور بزرگانِ دین کی شان میں جو منظوم خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ ''منقبت'' کہلاتا ہے۔''(416)

ڈاکٹر احسن زیدی کے بقول:

''ایسے اشعار جن میں صحابہؓ رسول بالخصوص حضرت علیؓ یا ائمہ اہل بیتؓ کی تعریف کی گئی ہو منقبت کہلاتے ہیں یہ کسی نظم کے حصے کے طور پر الگ سے نظم یا قصیدے کی شکل میں لکھے جا سکتے ہیں۔''(417)

صاحب ''بحر الفصاحت'' ''نجم الغنی رام پوری'' ''منقبت'' کے باب میں رقمطراز ہیں:

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں لکھا جانے والا کلام نعت ہے اور آپؐ کے اہل بیت علیہم السلام اور ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی شان میں جو کلام لکھا گیا وہ منقبت کہلایا۔ حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسینؓ کی مدحت میں ہر دور سے اشعار کہے جا رہے ہیں۔''(418)

جملہ بحث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اردو میں حمد، نعت، منقبت اور مدح کے الفاظ تعریف وتوصیف کے لیے آتے ہیں۔ یہ لغوی اعتبار سے ہم معنی ہیں لیکن اصطلاحی معانی مختلف ہیں اور ان کا استعمال ممدوح کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اگر ممدوح ذاتِ خداوندی ہے تو ''حمد'' کہلائے گی۔ اگر ممدوح رسول اکرم ﷺ کی ذات ہے تو ''نعت'' کہلائے گی۔ اگر ممدوح اہلبیت کرام اور بزرگان دین ہیں تو اس کے لیے ''منقبت'' کا لفظ استعمال ہوگا۔ جبکہ مطلقاً کسی بزرگ شخصیت کے لیے ''مدح'' کا لفظ لاتے ہیں۔

بزرگانِ دین کے فضائل ومناقب نظم ونثر دونوں صورتوں میں بیان ہوئے ہیں مگر ان بزرگانِ دین کی منظوم مدح سرائی کو منقبت کہا جاتا ہے۔

اُم المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی صاحبزادی ہیں ان کی ماں کا نام ''اُمِ رُوماں'' ہے ان کا نکاح حضورِ اقدس ؐ سے قبل ہجرت مکہ مکرمہ میں ہوا تھا۔ لیکن کاشانۂ نبوت میں یہ مدینہ منورہ کے اندر شوال 2ھ میں آئیں یہ حضور ﷺ کی محبوبہ اور بہت ہی چہیتی بیوی ہیں۔

حضور سرورِ عالم ﷺ نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: اے اُمِّ سلمہ! مجھے عائشہ کے بارے میں کوئی تکلیف نہ دو۔ عبادت میں بھی آپ ؓ کا مرتبہ بہت ہی بلند ہے نمازِ تہجد پڑھنے کی پابند تھیں اور اکثر روزہ دار بھی رہا کرتی تھیں۔ سخاوت اور صدقات وخیرات کے معاملے میں بھی تمام امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں خاص طور پر بہت ممتاز تھیں۔ آپ ؓ کے فضائل ومناقب میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی وفات 17 رمضان المبارک 58ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ ؓ کی وصیت کے مطابق رات کے وقت آپ ؓ کو جنت البقیع کے قبرستان میں دوسری ازواج مطہرات کی قبروں کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

منقبت

زوجۂ پاکِ مزّمّل و اَبطحیؐ

ماہِ صدق و صفا کی حسیں روشنی
جس کے ماتھے کا جھومر صداقت نبی

رسمِ تصدیق جس کے پدر سے چلی
جس کو ورثے میں تسلیم کی خُوملی

آپؓ خودصدیقہ ہیں اورصدیق کی بیٹی ہیں۔

چاندنی جس کی رویت سے شرما گئی
میری ماں! عائشہؓ، علم کی منتہی

دیں میں جس کی اُمومت سے جاں پڑگئی
راویوں میں ہمیشہ نمایاں وہی!

جس نے پھیلائی خوشبو احادیث کی
اور بخشی شبوں کو عجب روشنی(۴۱۹)

جس نے اوصافِ مہرِ رسالت سبھی
پیشِ اُمّت رکھے، تھے خفی یا جلی

حضرت ابوموسیٰ اَشعریؓ فرماتے ہیں ہم اصحابِ رسول ﷺ کوکسی بات میں اِشکال ہوتاتو ہم حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہؓ کی بارگاہ میں سوال کرتے تو آپؓ کے پاس سے ہی اس کے

متعلق حدیث مل جاتی یا کسی حدیث سے اس مسئلہ کا استنباط مل جاتا۔ حضرتِ آدمؑ سے لے کر آج تک کوئی بی بی ایسی عالمہ فقیہہ پیدا نہ ہوئیں جیسی جناب عائشہ صدیقہؓ ہوئی ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے شوقِ علمِ دین کے لیے بارگاہِ حضرت عائشہ صدیقہ میں حاضر ہونا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی علمی شان وشوکت پر دلالت ہے۔

جس کی عزت امر عظمتیں دائمی
جس کے صدقے تیّمم کی رخصت ملی (420)

اُمّت کو تیمم کی آسانی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صدقے سے ہی ملی ہے۔

جس کی عفت کی رب نے گواہی بھی دی!
ساری اُمّت کی ماؤں میں جو فرد تھی

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں کہ جناب حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہؓ کے فضائل ریت کے ذروں، آسمان کے تاروں کی طرح بے شمار ہیں۔ آپؓ رب تعالیٰ کا خاص تحفہ ہیں جو حضور انورؐ کو عطا ہوئیں۔ جناب مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی عِصمت کی گواہی بچے سے دلوائی گئی جبکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عفت کی گواہی خود رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۃ نور میں دی ہے۔

جس کو نسواں پہ حاصل ہوئی برتری
اہلِ بیتِ مطہرؓ میں ممتاز بھی

حضرتِ عَمر بن عاصؓ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہؐ! آپؐ کے نزدیک سب سے پیارا انسان کون ہے؟ فرمایا عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ایک اور حدیثِ پاک میں حضور علیہ السلام نے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرِید کی سب کھانوں پر۔

''بنتِ صدیقؓ، آرام جانِ نبیؐ
اُس حریمِ برأت پہ لاکھوں سلام'' (۴۲۱)

حضورؐ کا وصال آپؓ کے سینۂ مبارک پر ہوا۔ حضورؐ کی آخری آرام گاہ آپؓ کا حجرہ

ہے، آپؓ کا لُعابِ دہن حضورؐ کے لُعابِ دہن کے ساتھ وصال کے وقت جمع ہوا، آپؓ کے بستر میں وحی آتی تھی، آپؓ خود صدیقہ ہیں اور صدیق کی بیٹی ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبداللہ ہے اور ابوبکر آپ ؓ کی کنیت ہے اور صدیق و عتیق آپ ؓ کا لقب ہے۔ آپ ؓ کے والد کا نام عثمان اور کنیت ابوقحافہ ہے۔ اور آپ ؓ کی والدہ محترمہ کا نام سلمیٰ ہے جن کی کنیت اُم الخیر ہے۔

آپ ؓ کا سلسلۂ نسب ساتویں پشت میں مرہ بن کعب پر حضورؐ کے شجرۂ نسب سے مل جاتا ہے آپ ؓ واقعۂ فیل کے تقریباً ڈھائی برس بعد مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔

زمانۂ جاہلیت میں بھی آپ ؓ نے کبھی بت پرستی نہیں کی۔ آپ ؓ ہمیشہ اس کے خلاف رہے یہاں تک کہ آپ ؓ کی عمر شریف جب چند برس کی ہوئی تو اسی زمانے میں آپ ؓ نے بُت شکنی فرمائی۔

عہد طفلی میں بُت شکنی:

زمانۂ جاہلیت میں بھی آپ ؓ نے بُت پرستی نہیں کی۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے والد حضرت ابوقحافہ ؓ (کہ وہ بعد میں صحابی ہوئے) زمانۂ جاہلیت میں اُنہیں بُت خانہ لے گئے اور بتوں کو دکھا کر اِن سے کہا،:''یعنی یہ تمہارے بلند و بالا خدا ہیں اُنہیں سجدہ کرو، وہ تو یہ کہ کر باہر چلے گئے۔

سیدنا صدیق اکبر قضائے مبرم کی طرح بت کے سامنے تشریف لائے اور بتوں اور بت پرستوں کا عجز ظاہر کرنے کے لیے ارشاد فرمایا''میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دو''۔ وہ کچھ نہ بولا پھر فرمایا،''میں ننگا ہوں مجھے کپڑا پہنا"، وہ کچھ نہ بولا۔ صدیق اکبرؓ نے ایک ہاتھ میں پتھر لے کر فرمایا:" میں تجھ پر پتھر مارتا ہوں، اگر تو خدا ہے تو اپنے آپ کو بچا"۔ وہ اب بھی نرا بُت ہی بنا رہا۔ آخر آپ ؓ نے بقوت صدیقی اس بت کو پتھر مارا تو وہ خدائے گمراہاں منہ کے بل گر پڑا۔

آپؓ عہدِ جاہلیت میں:

زمانۂ جاہلیت میں حضرت ابوبکر صدیق اپنی برادری میں سب سے زیادہ مالدار تھے مروت واحسان کا مجسمہ تھے،قوم میں بہت معزز سمجھے جاتے تھے،گم شدہ کی تلاش آپؓ کا شیوہ رہا اورمہمانوں کی آپؓ خوب میزبانی فرماتے تھے،آپؓ کا شمار رؤسائے قریش میں ہوتا تھا وہ لوگ آپؓ سے مشورہ لیا کرتے تھے،آپؓ قریش کے ان گیارہ لوگوں میں سے ہیں جن کو ایام جاہلیت اورزمانۂ اِسلام دونوں میں عزت وبزرگی حاصل رہی، کہ آپؓ عہدِ جاہلیت میں ''خون بہا''اور جرمانے کے مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے جو اس زمانے کا بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا۔

کبھی شراب نہ پی:

آپؓ نے عہدِ جاہلیت میں کبھی شراب نہیں پی۔ایک بار صحابہ کرام کے مجمع میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے دریافت کیا گیا کہ آپؓ نے زمانۂ جاہلیت میں شراب پی ہے؟ آپؓ نے فرمایا: خدا کی پناہ میں نے کبھی شراب نہیں پی۔لوگوں نے کہا: کیوں؟ فرمایا۔''یعنی میں اپنی عزت وآبرو کو بچاتا تھا اورمروت کی حفاظت کرتا تھا اس لیے جو شخص شراب پیتا ہے اس کی عزت وناموس اور مروت جاتی رہتی ہے۔جب اس بات کی خبر حضور رحمتِ عالم ﷺ کو پہنچی تو آپؐ نے دوبار فرمایا: ابوبکر نے سچ کہا،ابوبکر نے سچ کہا۔

عزیز احسن نے خلیفۂ اوّل حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کی شان میں قلم اُٹھایا اوران کی مدح کا حق ادا کرنے کے لیے ان کی منقبت بیان کی ہے۔مناقب کے اشعار ملاحظہ کیجیے:

منقبت

صدیق اکبرؓ

مرتبہ صدیق اکبرؓ کو دیا اللہ نے
انبیاؑ کے بعد اِک سب سے بڑے انسان کا

کیا ٹھکانہ عظمتِ صدیقِ اکبرؓ کا عزیزؔ
جس نے چکھا سب سے پہلے ذائقہ ایمان کا

مرتبے میں انبیاؑ کے بعد ہی صدیقؓ ہیں
التزام ایسا ہی کچھ رکھا گیا قرآن میں
فضلِ ربّ دیکھیں کہ کچھ آیات بھی نازل ہوئیں
میرے آقا کے مُحِبّ، صدیقؓ کی بھی شان میں (422)

درج بالا اشعار میں حضرتِ صدیق اکبرؓ کی فضیلت اور مرتبے کو قرآنی حوالے سے بیان کیا ہے اور یہ بھی ذِکر کیا ہے کہ حضرتِ صدیق اکبرؓ وہ ہستی ہیں کہ جو مردوں میں سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

سب سے پہلے قبولِ اسلام:

بہت سے صحابہ کرام و تابعین عظامؒ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں ایک روایت کے مطابق بحیریٰ راہب ہی کے زمانے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، نبی کریمؐ پر ایمان لا چکے تھے۔

آپؓ افضل البشر بعد الانبیاؑ:

حضرت ابوبکر صدیق افضل البشر بعد الانبیاؑ ہیں قرآن پاک میں سورۃ نساء میں انعام پانے والوں میں پہلے انبیاؑ اور پھر صدیقین کا ذکر آیا ہے۔ اس کے علاوہ کئی احادیث میں اُسی قسم کے مضمون کی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تعریف اور توصیف میں وَارد ہوئی ہیں۔ جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سرکارِ اقدسؐ کے نزدیک سارے صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ فضیلت اور عظمت والے حضرت صدیقؓ ہی ہیں۔

میرے پتھر کے برابر تم بھی اک پتھر رکھو
بہرِ تعمیرِ قباء جس کو ملا حکم نبیؐ
یہ شرف صدیق اکبرؓ نے ہی پایا بالیقیں
وقتِ آخر اُنؓ کو آقاؐ نے امامت سونپ دی(423)

روئے زمین پر پہلی مسجد جو کہ تعمیر کی گئی وہ مسجد قبا تھی۔ مسجد قبا کی تعمیر شروع کرتے وقت حضورؐ نے پہلا پتھر رکھا اور دوسرا پتھر رکھنے کا حکم سیدنا صدیق اکبرؓ کو دیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے وصال سے قبل نماز کی امامت کے لیے حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلے پر کھڑے ہونے کا حکم دیا۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہمارے آقا و مولیٰ جنابِ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے جن لوگوں کو کمال وخوبی والا بنادیا ان میں سے ایک مشہور و معروف امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو کہ افضل البشر بعد الانبیاؑ حضرت ابوبکر صدیق کے بعد تمام صحابہؓ میں سب سے افضل ہیں۔

نام ونسب:

آپؓ کا نام عمرؓ ہے کنیت ابوحفص اور لقب فاروقِ اعظم ہے۔ آپ کے والد کا نام خطاب اور ماں کا نام حنتمہ ہے، جو ہشام بن مغیرہ کی بیٹی یعنی ابوجہل کی بہن ہیں۔ آٹھویں پشت میں آپؓ کا شجرۂ نسب سرکار اقدسؐ کے خاندانی شجرہ سے ملتا ہے۔ آپ واقعۂ فیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔

قبولِ اسلام:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبوت کے چھٹے سال ستائیس برس کی عمر میں اسلام سے مشرف ہوئے۔ آپؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب کہ چالیس مرد اور گیارہ عورتیں ایمان لا چکی تھیں اور بعض علماء کا خیال ہے کہ آپ نے انتالیس مرد اور تیئیس عورتوں کے بعد اسلام قبول کیا۔

آپؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ:

دن بدن مسلمانوں کی تعداد بڑھتے ہوئے دیکھ کر ایک روز کفار مکہ جمع ہوئے اور سب

نے یہ طے کیا کہ محمد ﷺ کو قتل کر دیا جائے (معاذ اللہ رب العالمین) مگر سوال پیدا ہوا کہ کون قتل کرے............؟ مجمع میں اعلان ہوا کہ ہے کوئی بہادر جو محمد ﷺ کو قتل کر دے۔ اس اعلان پر پورا مجمع تو خاموش رہا مگر حضرتِ عمرؓ نے کہا کہ میں ان کو قتل کروں گا۔ لوگوں نے کہا: بے شک تم ہی ان کو قتل کر سکتے ہو۔

پھر حضرت عمرؓ اُٹھے اور تلوار لٹکائے ہوئے چل دیئے اِسی خیال میں جا رہے تھے کہ ایک صاحب قبیلہ زہرہ کے جن کا نام حضرت نعیم بن عبداللہؓ بتایا جاتا ہے اور بعض لوگوں نے دوسروں کا نام لکھا ہے بہر حال انہوں نے پوچھا کہ اے عمر! کہاں جا رہے ہو؟ کہا کہ محمد ﷺ کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ (نعوذ باللہ) حضرت نعیمؓ نے کہا میں بھی مسلمان ہو چکا ہوں۔ اور پہلے تو اپنے گھر کی خبر لے۔ تیری بہن فاطمہ بنتِ خطاب اور بہنوئی سعید بن زیدؓ دونوں اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سُن کر حضرتِ عمرؓ کو بے انتہائی غُصہ آیا، وہیں سے پلٹ پڑے اور سیدھے اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ گھر پہنچنے پر قرآن پاک کی تلاوت کی آواز آ رہی تھی۔ اس آواز کو سُن کر بہن اور بہنوئی کو بہت زیادہ پیٹا۔ بہن کو بھی مار مار کر لہولوہان کر دیا۔ جب غُصہ قدرے ٹھنڈا ہوا تو کہنے لگے کہ وہ جو تم پڑھ رہے تھے مجھے بھی دو تا کہ میں بھی اس کو پڑھ لوں۔ آپؓ کی بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو اور اس مقدس کتاب کو پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ہر چند اصرار کیا مگر وہ بغیر غُسل کے دینے کو تیار نہ ہوئیں آخر غُسل کیا پھر کتاب لے کر پڑھی، اسمیں سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی اس کو پڑھنا شروع کیا جس وقت اس آیت کریمہ پر پہنچے:

ترجمہ: ''یعنی بے شک میں اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو''۔

تو حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ مجھے محمد ﷺ کی خدمت میں لے چلو۔ حضرت خبابؓ نے یہ بات سُنی تو آپؓ نے کہا کہ اے عمر! میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں کہ کل جمعرات کی شب میں، سرکارِ اقدسؐ نے دعا مانگی تھی کہ یا اِلٰہ العالمین! عمر اور ابوجہل میں سے جو تجھے محبوب اور پیارا ہو اس سے اسلام کو قوت عطا فرما۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا تمہارے حق میں قبول ہوگئی ہے۔

فاروق کا لقب:

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا تو میری اسلام قبول کرنے کی خوشی میں اسوقت جتنے مسلمان حضرت ارقمؓ کے گھر میں موجود تھے انہوں نے اتنی زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ اس کو مکہ کے سب لوگوں نے سُنا، پھر جتنے بھی صحابہ کرام اس وقت حضرت عمرؓ کے آس پاس موجود تھے، اس گھر سے دو صفیں بن کر نکلے، ایک صف میں حضرت حمزہؓ اور دوسری صف میں حضرت عمر تھے، سب صفوں کی شکل میں مسجدِ حرام میں داخل ہوئے۔ کفّارِ قریش نے جب دونوں کو مسلمانوں کے ساتھ دیکھا تو ان کو بے انتہا ملال ہوا۔

اس روز سرکارِ اقدسؐ نے حضرت عمرؓ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا۔ اس لیے کہ اسلام ظاہر ہو گیا اور حق و باطل کے درمیان فرق واضح ہو گیا۔

منقبت

سیدنا عمرِ فاروقِ اعظمؓ

عمر فاروقؓ شہکارِ رسالتؐ
ملی جن کے طفیل اُمّت کو قوت

عجب اک نابغہ تھی ذات ان کی
خِرد جن کی تھی بردوشِ شجاعت

وہ جن کے رعب نے یکسر مٹا دی
شیاطینِ زماں کی شیطنیت

گزر جس راہ سے ہو جائے ان کا
اڑا دیں وہ رُخِ شیطاں کی رنگت(۴۶۴)

عزیزاحسنؔ نے امیرالمؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کی منقبت بیان کی ہے۔منقبت کے شروع میں اپنے ممدوح کی شان کو بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ جناب عمر فاروقؓ باغِ رسالت کے مہکتے ہوئے پھول ہیں جن کی مثال تاریخِ اسلام میں ملنا ممکن ہی نہیں ہے۔حضرتِ عمرِ فاروق کے قبولِ اسلام سے قبل حضورؐ نے حضرت عمرِ فاروق کے اسلام قبول کرنے کی دعا فرمائی تھی۔

حاکم کی روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے ہے کہ حضورؐ نے اس طرح دعا فرمائی، یعنی" یا اللہ خاص طور سے عمر بن خطاب کو مسلمان بنا کر اسلام کو عزت وقوت عطا فرما"۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خُدا نے فرمایا:

’’یعنی میں بِلا شُبہ نِگاہِ نبوت سے دیکھ رہا ہوں کہ جن کے شیطان اور انسان کے شیطان بھی دونوں میرے عمر کے خوف سے بھاگتے ہیں‘‘۔

نبی ہوتے وہی بعد محمدؐ
اگر ہوتی نہ ختم اُنؐ پَر نبوت

نظر اُن کی ہزاروں میل دیکھے
عطا کی رب نے کچھ ایسی بصارت

ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یعنی اگر میرے بعد نبی ہوتے تو عمر ہوتے"۔

حضرت عمرِ فاروقؓ سے بہت سی کرامات بھی ظاہر ہوئیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ علامہ ابونعیمؒ نے دلائل میں حضرت عمر بن حارثؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروقِ اعظمؓ جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے، یکا یک آپؓ نے خطبہ چھوڑ کر تین بار فرمایا: یَا سَارِیۃُ الْجَبَل !یعنی اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ۔اوراس کے بعد پھر خطبہ شروع فرما دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن نے بعد نماز دریافت کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، قسم ہے خدائے

ذوالجلال کی! میں ایسا کہنے پر مجبور ہو گیا تھا۔'' یعنی میں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑ کے پاس لڑ رہے ہیں۔ دور کفاران کو آگے اور پیچھے سے گھیرے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں نے کہہ دیا: اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ............اس واقعہ کے کچھ روز بعد حضرت ساریہؓ کا خط آیا، جس میں لکھا تھا کہ ہم لوگ کفار سے لڑ رہے تھے اور قریب تھا کہ ہم شکست کھا جاتے کہ عین جمعہ کی نماز کے وقت ہم نے کسی کی آواز سنی۔۔ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہٹ جاؤ۔ اس آواز کو سُن کر ہم پہاڑ کی طرف چلے گئے تو خدا تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی ہم نے انہیں قتل کر ڈالا۔ اس طرح ہم کو فتح حاصل ہو گئی۔

عمر ظلمت کے پردوں میں نہاں تھے
بجھانے جب چلے شمعِ ہدایت

دعائے رحمتہ للعالمیں ﷺ سے
ملی لمحوں میں کچھ ایسی ہدایت (۴۶۵)

عزیز احسن نے اپنے ممدوح کی تعریف بیان کرتے ہوئے: درج بالا اشعار میں اُس واقعے کو سمو دیا ہے جس میں حضرت عمر اسلام قبول کرنے سے قبل (نعوذ باللہ) حضرتِ محمد ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے، مگر نبیٔ پاک ﷺ کی زبان مبارک سے کی گئی دعا کی برکت سے اسلام قبول کر لیا۔

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عثمانِ غنیؓ کو جو خصوصیت اور انفرادیت حاصل ہے وہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضورِ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کسی کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں نہیں آئیں لیکن حضرت عثمان غنیؓ کے نکاح میں صرف نبی نہیں بلکہ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سید الانبیاؑ حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے نکاح میں آئیں۔

نام ونسب:

آپؓ کا نام ''عثمانؓ'' کنیت ابوعمر اور لقب ''ذوالنورین'' ہے۔ آپؓ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ عثمان بن عفّان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف، یعنی پانچویں پشت میں آپؓ کا سلسلۂ نسب رسول اللہؐ کے شجرۂ نسب سے مل جاتا ہے۔ آپؓ کی نانی ام حکیم، جو حضرت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں وہ حضورؐ کے والد گرامی حضرت عبداللہ کے ساتھ ہی پیدا ہوئیں یعنی حضرت عبداللہ اور ان کی بہن دونوں جڑواں پیدا ہوئے اس رشتہ سے حضرت عثمانِ غنیؓ کی والدہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ آپؓ کی پیدائش عام الفیل کے چھ سال بعد ہوئی۔

قبولِ اسلام اور مصائب:

حضرت عثمانِ غنیؓ ان حضرات میں سے ہیں جن کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسلام کی دعوت دی تھی۔ آپؓ قدیم الاسلام ہیں یعنی ابتدائے اسلام ہی میں ایمان لے آئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثؓ کے بعد اسلام قبول کیا۔

ذوالنّورَین لقب کی وجہ:

حضرت عثمانِ غنیؓ کو ذوالنّورین کا لقب عطا کیا گیا، کیوں کہ حضرت عثمان کے عقد میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئیں، ذوالنّورین کا مطلب ہے، دونوروں والا۔

آپؓ کی اولاد:

حضرتؓ عثمانؓ کے ایک صاحبزادے حضرت بی بی رقیہؓ کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے جن کا نام عبداللہؓ تھا۔ وہ اپنی ماں کے بعد چھ برس کی عمر پا کر انتقال کر گئے۔ اور حضرت بی بی اُم کلثومؓ سے آپؓ کی کوئی اُولاد نہیں ہوئی۔

فرشتے بھی حیا کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا: یارسول اللہؐ! کیا وجہ ہے کہ میرے باپ حضرت صدیق اکبرؓ آئے تو آپؐ بدستور لیٹے رہے پھر حضرت فاروقِ اعظمؓ آئے مگر آپؐ بدستور لیٹے رہے اور جنبش بھی نہیں فرمائی لیکن جب حضرت عثمانِ غنیؓ آئے تو آپؐ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کرلیا۔ حضرت عائشہؓ کے اس سوال کے جواب میں سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> ''کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں''۔

بیعتِ رضوان:

ترمذی شریف میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقامِ حدیبیہ میں بیعت رضوان کا حکم فرمایا۔ اس وقت حضرت عثمانِ غنیؓ قاصد کی حیثیت سے مکہ معظّمہ گئے ہوئے تھے۔ لوگوں نے حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب سب لوگ بیعت کر چکے تو رسول مقبولؐ نے فرمایا کہ

عثمان خدا اور رسولِ خداؐ کے کام سے گئے ہوئے ہیں۔ پھر اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا یعنی حضرت عثمان غنیؓ کی طرف سے خود بیعت فرمائی۔ سرکارِ اقدس نے اپنے دستِ مبارک کو حضرت عثمانِ غنیؓ کا ہاتھ قرار دیا۔ یہ وہ فضیلت ہے جو حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ خاص ہے۔

منقبت

جناب ذوالنُّورَین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غنی ہے عرف، تو پیارا تو خطاب ذُوالنُّورین
وہ زوجِ دُختِ رسالت مآبؐ ذُوالنُّورین

عجیب شان کہ دو بیٹیوں کے زَوج بنے
مرے نبیؐ کا حسیں انتخاب ذُوالنُّورین

حیا وحلم کا پیکر تھے حضرتِ عثماںؓ
اسی لیے تو ہوئے آنجناب، ذُوالنُّورین (۴٦٦)

عزیز احسن نے حضرت عثمان غنیؓ، جناب ذوالنُّورین کی منقبت میں لکھا کہ آپؓ حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دختران کے شوہر تھے اور اسی لیے ذوالنُّورین کا خطاب پایا، آپؓ حلم وحیا کے پیکر تھے حتیٰ کہ فرشتے بھی آپؓ سے حیا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپؓ کی شخصیت ایمانداری، متانت، دیانت، سخاوت وحیا کے اتنے قائل تھے کہ انہوںؐ نے فرمایا کہ اگر میری اور کوئی بیٹی بھی ہوتی تو وہ بھی حضرت عثمان غنیؓ کے ہی عقد میں دے دیتا۔

وہ جس کی ذات بنی وجہِ بیعتِ رضوان
نشانِ آیہء اُم الکتاب ، ذوالنُّورینؓ

قِتال، شہر نبیؐ میں انہیں پسند نہ تھا
شہید ہوکے ہوئے کامیاب ذوالنّورینؓ

سعید روح بھی پاکیزہ نفس بھی تھے عزیزؔ
سخاوتوں کے درخشاں شہاب ،ذوالنّورینؓ (427)

امیر المؤمنین فاتح خیبر سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ذاتِ گرامی کئی کمالات وخوبیوں کی جامع ہے کہ آپؓ شیرِ خدا بھی ہیں اور دامادِ مصطفیٰ بھی۔ حیدرِ کرار بھی ہیں اور صاحب ذوالفقار بھی، حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے شوہر نامدار بھی اور حسنین کریمین کے والد بزرگوار بھی۔ صاحبِ سخاوت بھی اور صاحب شجاعت بھی، عبادت وریاضت والے بھی اور فصاحت وبلاغت والے بھی، حلم والے بھی اور علم والے بھی۔ فاتحِ خیبر بھی اور میدان خطابت کے شہسوار بھی۔ غرض کہ آپؓ بہت سے کمالات اور خوبیوں کے جامع اور ہر ایک میں ممتاز ویگانہ ہیں۔ اسی لیے دنیا آپؓ کو مظہر العجائب والغرائب سے یاد کرتی ہے اور قیامت تک یاد کرتی رہے گی۔

ہو معرفت ، کہ بصیرت ، وہ فقر ہو کہ غِنا
علیؓ کی ذات میں یکجا ہیں یہ تمام صفات

خروج و رفض کی توڑی ہے آپ ہی نے کمر
اُن ہی کے دم سے ملا ہے بہادری کو ثبات (428)

نام ونسب:

آپؓ کا نام ''علی بن ابی طالب'' اور کنیت ''ابوالحسن وابوتراب'' ہے۔ آپؓ سرکارِ اقدسؐ کے چچا ابوطالب کے صاحبزادے ہیں یعنی حضورؐ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ آپؓ کی والدہ محترمہ کا نام فاطمہ بنتِ اسد بن ہاشم ہے اور یہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت فرمائی۔ آپؓ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن

عبدمناف۔آپؓ واقعۂ فیل کے ۳۰سال بعد پیدا ہوئے۔

آپؓ کا قبول اسلام:

حضرتِ علیؓ نوعمر لوگوں میں سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوئے۔جب آپؓ کی عمر مبارک دس سال تھی بلکہ بعض لوگوں کے قول کے مطابق نو سال اور بعض کہتے ہیں کہ آٹھ سال اور کچھ لوگ اس سے بھی کم بتاتے ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضاؒ خاں تحریر فرماتے ہیں کہ بوقتِ قبولِ اسلام آپؓ کی عمر آٹھ دس سال تھی۔

بقولِ عزیزؔ احسن:

''علیؓ کے قلب میں ایماں کی روشنی آئی
اور ایسے وقت! کہ تھی تیرگی زمانے میں
صغیر سِن تھے کہ ہاتھ آئی دین کی نعمت
یہ دولت اُن کو ملی ہاشمی گھرانے میں''(429)

قلعۂ خیبر کی فتح:

خیبر کا وہ قلعہ جو مرحب کا پایۂ تخت تھا۔اس کا فتح کرنا آسان نہ تھا۔اس قلعے کو سر کرنے کے لیے سرکار اقدس ﷺ نے ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جھنڈا عنایت فرمایا اور دوسرے دن حضرت عمرؓ کو عطا فرمایا لیکن فاتح خیبر ہونا کسی اور کے لیے مقدر ہو چکا تھا۔اس لیے ان حضرات سے وہ فتح نہ ہوا جب اس مہم میں بہت زیادہ دیر ہوئی تو ایک دن سرکار ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ جھنڈا کل ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر خدائے تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا وہ شخص اللہ ورسول ﷺ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور رسول ﷺ اس کو دوست رکھتے ہیں۔

ہر صحابی کی خواہش تھی کہ کاش! رسول اللہ کل صبح جھنڈا ہمیں عنایت فرمائیں اگلے دن صبح حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟

لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ! وہ آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں اور ان کی آنکھیں دُکھتی

ہیں۔آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کی دکھتی آنکھوں پر لُعابِ دہن لگایا تو وہ بالکل ٹھیک ہوگئیں، پھر حضورؐ نے ان کو جھنڈا اعنایت فرمایا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ نرمی سے پہلے اُنھیں اسلام کی طرف بلاؤ، اگر نہیں مانیں تو راہِ خدا میں اُن سے لڑو، حضرت علیؓ جھنڈا تھامے ہوئے قلعۂ خیبر کی طرف بڑھے۔قلعہ کے قریب پہنچ کر حضرت علیؓ نے دعوتِ اسلام دی تو اسلام قبول کرنے کی بجائے، مرحب بڑے گھمنڈ سے آیا اور مقابلے کے لیے تیار ہوا، لیکن حضرتِ علی المرتضیٰ، شیر خُدا نے اس زور سے تلوار ماری کہ اس کے سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک پہنچ گئی اور وہ زمین پر ڈھیر ہوگیا اس کے بعد آپؓ نے فتح کا اعلان فرمادیا۔

جنگ خیبر کے موقع پر حضرت علیؓ نے شجاعت اور بہادری کے وہ جوہر دکھائے ہیں۔ جن کا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا اور لوگوں کے دلوں میں جوش اور ولولہ پیدا کرتا رہے گا۔

لگا لُعابِ دہن جب علیؓ کی آنکھوں میں
شجاعتوں کی عجب داستاں رقم کر دی
علیؓ نے دین کا پرچم بلند فرما کر
وغا میں عدل کی تاریخ محترم کر دی

سلام فاتحِ خیبر کی عظمتوں پہ عزیزؔ
کہ وہ خلوص و وفا کے حسین پیکر تھے
وہ حُبِّ دیں میں یقیناً تھے کامل و اکمل
علیؓ کی ذات میں عرفاں کے لاکھ جوہر تھے(430)

مرشدنا حضرت قاضی شاہ محمد شفیق احمد فاروقیؒ

میٹرک کی سند کے مطابق 5 دسمبر 1939ء (اصل سن: 1937ء) کو آپ آبائی وطن قصبہ گھاٹم پور ضلع کانپور یوپی میں پیدائے ہوئے۔ آپ کا شجرۂ نسب اور نسبتی حالات مفید الطالبین میں درج ہیں جس کا تمام سعیدی ہر روز ورد کرتے ہیں۔ دادا پیر حضرت خواجہ سعید الدین احمد فاروقی کے چھ صاحبزادگان تھے، آپ بھائیوں میں سب سے چھوٹے اور مادرزاد ولی تھے۔

آپ بچپن ہی میں اپنے والد کے ساتھ 1948ء میں آبائی وطن گھاٹم پور سے ترک وطن کے بعد کراچی میں ہی مقیم رہے، اس دوران میں آپؒ نے اپنے والد خواجہ سعید الدین احمد فاروقی، پیر شریعت وطریقت اور قطب ہندوسندھ کے زیر سایہ پرورش پائی فیض ولایت کو جلا بخشی اور ورثۂ فاروقی جز وخون ہونے کی وجہ سے عدل وانصاف آپ کی زندگی کا حصہ بن گیا تھا۔

آپؒ کے پیرومرشد حضرت مخدوم خواجہ شاہ عبدالرحیم چشتیؒ رسول نگر گوجرانوالہ تھے جن سے آپ کے والد نے بیعت کرایا تھا۔ آپؒ نے عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی تھی ساتھ ہی والد محترم نے آپ کو راہ سلوک سے بھی گزارا۔ آپؒ دادا پیر کی روحانی اور باطنی کیفیت سے استفادہ کرنے والوں کے لیے نسخہ بھی لکھتے تھے جس سے آپ کی تحریر میں پختگی اجاگر ہوئی۔

آپؒ کا ذوق شعر وادب نہایت صاف ستھرا تھا جس کا اندازہ آپ کی کتاب ''ارض الحج والحرمین الشریفین'' سے ہوتا ہے، آپؒ کی شاعری نعتیہ رنگ کی حامل ہے، جس میں فنا فی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عکس ہے اس مجموعہ کا نام ''سلام ربی علی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' اور ''صلوٰۃ ربی علیٰ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ہے، جو حُبِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سے مہک رہا ہے۔ اسی طرح شریعت وطریقت کے

عنوان پر سینکڑوں کتابچے ہیں جن سے سعیدی سلسلے کے افراد مستفیض ہوتے ہیں۔ حال ہی میں ''افکارِ شفیق'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب میں آپ کے بیشتر کتابچے جمع کر دیئے گئے ہیں۔ 1282 صفحات پر مشتمل یہ کتاب طیب گروپ آف انڈسٹریز، فیصل آباد، نے شائع کی ہے۔ آپ کی تمنا تھی کہ جمعہ کے دن وصال ہو، چناں چہ 19 شوال 1435ھ مطابق: 15، اگست 2014ء عین تہجد کے وقت، مابینِ جمعرات و جمعہ، مدینہ منور میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا، مسجدِ نبوی میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور جنت البقیع میں آپ کو ابدی آرام گاہ مُیسر آئی۔

حضرت شفیق الملت قاضی شفیق احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

نور دے کر ، یا شفیقؒ و مشفقِ من، خواب کو
چین کچھ تو بخش دیجے دیدۂ بے تاب کو

قربتِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رہ کر پائی ہے
آپ نے وہ شان جس پر رشک ہو اقطاب کو
معرفت کی سیر میں اس طرح خود آگے بڑھے
کر دیا پیچھے سفر میں شیخ کو اور شاب کو

گو، رہا لاغر جسد، پر روح تھی اتنی قوی
ہیچ جانا معرفت کے بحر میں گرداب کو

معرفت کی راہ میں بھی آپ کی خاطر ملی
نورِ عشقِ مصطفےٰ سے روشنی ہر باب کو (431)

منظومات

مہرِ رسالت

عزیز احسن کی مثنوی "مہرِ رسالت":

عزیز احسن نے مثنوی "مہرِ رسالت" 1994ء میں لکھنا شروع کی تھی۔ پھر کئی برس بعد انھیں اس کی تکمیل کا موقع ملا چناں چہ انھوں نے ترمیمات اور اضافوں کے ساتھ 13 مئی 2006 کو یہ مثنوی خود ہی کمپوز کر لی۔

مثنوی "مہرِ رسالت" کا عروضی وزن .... "مفعول مفاعلن فعولن یا مفاعیل" ہے۔

مثنوی کی ابتداء عرب کے اس ماحول کی عکس بندی سے ہوئی ہے جسے "عہدِ جاہلیت" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

چھایا تھا جہاں پہ گھپ اندھیرا
ہر شے پہ تھا ظلمتوں کا ڈیرا
شمعِ رہِ خیر بجھ چکی تھی
چھائی ہوئی صرف تیرگی تھی
کمزوروں پہ ظلم ہو رہا تھا
دکھ، ورثہ ضعیف کا بنا تھا

عورت کا مقام کچھ نہیں تھا
فسق اور فجور ہر کہیں تھا
شر پھیلا تھا بحر اور بر میں
اندھیر مچا تھا ہر نگر میں
پیدا ہو جانے والی دختر
بنتی تھی زمیں کا رزق اکثر

(432)

اس کے بعد مشیتِ الٰہیہ کے جوش میں آنے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کا ذکر ہے:

ناگاہ مشیّتِ الٰہی
اِک صبح کو جوش میں جو آئی
مکے سے وہ نورِ پاک اُبھارا
خورشید ہے جس کا استعارہ
وہ مہرِ نبوت و رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
خورشیدِ جہانِ علم و حکمت
پھیلی ہیں ہر اک طرف جہاں میں
دور و نزدیک اسی کی کرنیں

(433)

پھر چند اشعار میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقصدِ بعثت پر روشنی ڈالی گئی ہے:

جب نور وہ اس جہاں میں آیا
ہر گوشہ زمیں کا جگمگایا
اعلان کیا نذیر ہوں میں
اللہ کا اِک سفیر ہوں میں

اللہ نے مجھ کو تم میں بھیجا
کرنے کو حقیقت آشکارا
لایا ہوں جہاں میں ایسا دستور
ہو جائیں گی ساری ظلمتیں دور

(434)

شاعر نے بڑے اختصار سے صرف چار اشعار میں مقصدِ بعثت بتا کر ایک نعت لکھی ہے جس میں اوصافِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا مختصر ذکر آ گیا ہے:

مہدی بھی سراج بھی امیں بھی
محبوب و شفیعِ مذنبیں بھی
قاسم بھی خلیل بھی غنی بھی
سچا بھی زبان کا دھنی بھی
کمزوروں، بے کسوں کا حامی
دیں جس کو ملائکہ سلامی
منصور، حکیم، نورِ اوّل
اللہ کی رحمتِ مکمل
مکی مدنی بھی ہاشمی ﷺ بھی
ہر عہد کے واسطے نبی بھی
والنجم بھی وہ ہے والقمر بھی
ہر اک شبِ تار کی سحر بھی
گمراہوں کو رہ دکھانے والا
خالق کا پتہ بتانے والا
طاہر بھی امام و مصطفی ﷺ بھی
ناصر بھی شکور و مجتبیٰ ﷺ بھی

صابر بھی حلیم بھی سخی بھی
حاشر بھی رحیم بھی ولی بھی
وہ ذاکرِ ذِکرِ جاودانی
دانندۂ سرِّ لامکانی
وہ جس کا پیام دل نشیں ہے
ہر عہد اُسی کا خوشہ چیں ہے
عالم کی نہایت اس کی ابجد
وہ خاتم الانبیاء محمد ﷺ
توحیدِ حق کا ترجماں ہے
ایمان اسی کا ارمغاں ہے
انسانوں میں ہے وہ سب سے افضل
تخلیق میں حسن میں مکمل!

(435)

اس مختصر نعت کے بعد مثنوی میں نبیء کریم علیہ السلام کی بعثت سے انسانیت کو پہنچنے والے فیضان کا ذکر ہے:

اُس رہبرِ ﷺ بے بدل نے آکر
اس ہادیٔ ﷺ باعمل نے آکر
نفسوں کی غلاظتوں کو دھویا
نیکی کا دلوں میں بیج بویا
ذرّوں کو چمک دمک عطا کی
ہر قلبِ سیاہ کی جلا کی
آیاتِ الٰہیہ سنا کر
انسانوں کو دینِ حق سکھا کر

وحشت کے وبال سے نکالا
گمراہی کے جال سے نکالا
فخرِ حسب و نسب مٹایا
وحشی کو بھی آدمی بنایا
اس رہبرِ آخریں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر
سچائی کے اس امیں نے آکر
اونچا کیا دینِ حق کا پرچم
زخموں کا تھا اس کے پاس مرہم
تھا اس کا کلام شرعِ روشن
بھر ڈالے گلوں سے اس نے دامن

(436)

اس کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے انسانیت کو توحید کا پیغام پہنچانے کی طرف اشارے ہیں:

انسان کو یہ سبق سکھایا
تخلیق ہے جس کی تو، وہ مولا
واحد بھی وہی ہے اور احد بھی
صرف اس کی ہی ذات ہے صمد بھی
وہ نورِ زمین و آسماں ہے
وہ راحتِ قلب و نورِ جاں ہے
وہ وہم و گماں سے ماورا ہے
اللہ بڑا، بہت بڑا ہے
وہ ذات ہے بے عدیل و یکتا
ہمسر کوئی اس کا ہے نہ ہو گا

پیدا نہ کیا جسے کسی نے
تخلیق کیا ہے سب اسی نے

(437)

ان اشعار کے بعد چند اشعار اللہ تعالیٰ کی صناعی کے بیان میں ہیں۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا ذکر ہے۔ پھر قرآنِ کریم کی تعلیم "استعانت صرف رب سے چاہو" کی طرف اشارہ ہے:

بخشی ہے تمہیں ہر ایک نعمت
ہے اس کی یہ خاص تم پہ رحمت
توحید فقط اسی کی مانو
غالب بھی فقط اسی کو جانو
اس کی ہی سدا کرو عبادت
چاہو تم اسی سے استعانت

(438)

اس تمام ذکر پر مثنوی کے چار حصے مکمل ہو جاتے ہیں۔ پھر چند ابیات میں قرآنی تعلیم کا خلاصہ پیش گیا ہے۔ مثلاً

انساں کے لیے ہے حکمِ طاعت
زیبا نہیں اس کو کبر و نخوت
اعمال کو خیر سے سنوارو!
توحید قلوب میں اُتارو
تم حکم فلاح و خیر کا دو
اشرار کو شر سے باز رکھو!
خود شر کے قریب بھی نہ پھٹکو
اوروں کو بھی راہِ حق دکھا دو

بیواؤں کے داد رس بنو تم!
ہمدرد یتیم کے رہو تم!

(439)

اس کے بعد اللہ کے پسندیدہ بندوں کی چند نشانیاں بیان کی ہیں جن میں آیاتِ قرآنِ کریم کا معنوی عکس ہے:

جو رَبّ کی نشانیوں سے اکثر
پاتے ہیں دلوں میں حق کا جوہر
تسبیح جو کرتے ہیں مسلسل
اس رب کی، جو نور ہے مکمل
وہ جن کو تجارتی مشاغل
کر پائیں نہ ذکرِ رب سے غافل
جو صبر و صلوٰۃ کے ہیں عادی
ہے اُن کے لیے سکوں کی وادی
تقوے کی طرف جو بڑھتے جائیں
اوروں کو بھی اس طرف بلائیں
دِیں اپنے عمل میں لانے والے
ہیں فوز و فلاح پانے والے

(440)

مساواتِ انسانی کا ابدی پیغام قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں، مثنوی کے چند ابیات کا جزو بنا ہے:

اَسود ہو کہ تم میں کوئی احمر
سارے انسان ہیں برابر

تخصیصِ عرب عجم نہیں ہے
رتبے میں کوئی بھی کم نہیں ہے
توقیر کسی کی ہو کہ عزت
قائم ہے اگر کوئی فضیلت
معیار ہے اس کا صرف تقویٰ
رب کے نزدیک ہے وہ بندہ
ڈھل جائے جو دین میں مکمل
سمجھے جو ہر اک سے خود کو ارذل
رَبّ نے جو بنائے ہیں قبیلے
ہیں صرف شناخت کے یہ حیلے
ہے نسل و نسب پہ فخر بے جا
سب کو ہی کیا ہے اس نے پیدا
یہ فخر قبولِ حق نہیں ہے
تقویٰ کی فضیلت ہر کہیں ہے

(441)

مثنوی کے چھٹے حصے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے ثمرات کا ذکر ہے:

اُس ہادیٔ انس و جاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر
اُس رحمتِ بے کراں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر
تاریک دلوں کو جگمگایا
ایمان کی شمع کو جلایا
جینے کے طریق سب سکھائے
ظلمت میں چراغِ دیں جلائے
جب دل پہ پڑی یقیں کی شبنم

اعمال کا حُسن بن کے محکم
دنیائے دل و نظر پہ چھایا
ہر شام پہ ہر سحر پہ چھایا
اب جو بھی عمل میں روشنی ہے
اُس مہرِ منیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی ہے
جو نیک عمل بھی ہو رہا ہے
اس نے ہی رواج اسے دیا ہے
جس کا بھی عمل حَسین تر ہے
سمجھو وہ اُسی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خُلق پر ہے

(442)

ساتویں حصے میں صرف تین اشعار میں وہ خوش خبری نقل کر دی گئی ہے جو احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے مسلمانوں تک پہنچی ہے کہ قیامت سے پہلے پہلے ہر کچے پکے مکان میں دنیا کے کونے کونے میں اسلام کا پیغام پہنچ کر رہے گا۔

پھیلے گا جہاں میں بس وہی نور
ہو کر ہی رہیں گی ظلمتیں دور
روشن رہِ حق میں جو دیا ہے
وہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نقشِ پا ہے
ہے دین بھی اُسوۂ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
آئین بھی اُسوۂ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(443)

آخری شعر تک مثنوی کے بانوے (92) اشعار مکمل ہو جاتے ہیں۔ جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامِ نامی اسمِ گرامی "محمدؐ" کے اعداد بنتے ہیں۔

اس مثنوی میں زبان کی فصاحت، بیان کی صباحت، خیال کی پاکیزگی اور تعلیماتِ

اسلام کی جھلکیاں بڑی خوبصورتی سے پیش کی گئی ہیں۔شعری محاسن میں تلمیحات کا استعمال اور بیان کا سبھاؤ دیدنی ہے۔اردونعتیہ مثنویوں کا ذکر جہاں بھی ہوگا،کوئی بھی دیانتدار محقق یا نقاد، عزیزاحسن کی اس مثنوی کو نظرانداز نہیں کرسکے گا۔

بنیاد پرست

اقبال نے کہا تھا:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شیطانی قوتیں دین کی تکمیلی شکل(مکمل اسلام) کی کشش اور عملی صورت میں اس کی جھلک ظاہر ہونے سے گھبراتی ہیں۔ کیوں کہ انھیں یہ معلوم ہے کہ دین کی کامل صورت میں کسی معاشرے میں تنفیذ،ظلمتوں کی موت ہے۔اسلام"نور" ہے اور کفر"ظلمت"۔اسلام نور کی جانب رہبری کرتا ہے اور کفر ظلمت کی طرف دعوت دیتا ہے۔اس لیے یہ کبھی نہیں ہوا کہ ملتِ اسلام کو دیگر مذاہب کے لوگوں نے ٹھنڈے پیٹوں قبول کرلیا ہو۔ ہندوستان پر برطانوی تسلط کے بعد حکومتِ برطانیہ نے دینِ اسلام کے خلاف بےشمار چالیں چلیں لیکن مسلمانوں کو ان کے عقائد سے نہ ہٹاسکی اور نہ ہی کسی شکل میں ایمان کے مظاہروں سے روک سکی۔ چناں چہ اس نے یہاں کا نظامِ تعلیم بدل ڈالا۔ان کے لائے ہوئے نظامِ تعلیم کے ذریعے مسلمان طلباء عیسائی یا کافر تو نہیں ہوئے لیکن انگریز کے بنائے ہوئے نصاب کے اثر سے اسلامی عقائد میں کچھ دراڑیں ضرور پڑ گئیں............اور کچھ نہیں تو طلباء میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو خود کو"لبرل" کہتے اور سمجھتے تھے۔انگریز کی اس چال کو مسلمان شعراء میں غالباً سب سے پہلے اکبر الہٰ آبادی نے سمجھا تھا اور اس کے خلاف آواز بلند کی تھی۔انھوں نے کالج کے قیام کے خفیہ ارادوں کو بھانپ کر ہی یہ کہا تھا:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

بہر حال اکبر ہوں یا اقبال، وہ ہندو پاک کے مسلمانوں میں دین کی تنفیذ کا مکمل داعیہ تو پیدا نہیں کر سکے لیکن یہ ضرور ہوا کہ کچھ لوگوں نے دینی اقدار کو برقرار رکھنے کے لیے کوششیں تیز کر دیں اور ایک طبقہ دیندار بن گیا۔ گو دیندار طبقے کی بھی وہ کیفیت نہیں تھی کہ کہا جا سکے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم ....یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ....(اے ایمان والو! داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے پورے، آیت 208 البقرۃ 2) کی روشنی میں دین پر عمل کرنے والے ہیں۔ لیکن دینی اقدار میں جذب و انجذاب کی جو قوت ہے اس کا کسی نہ کسی شکل میں مظاہرہ ہوتا رہا۔ افغانستان پر روس کے تسلط کے بعد جن مسلمان طبقات نے جہاد کیا اس سے دیگر اقوام کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ سمجھ گئیں کہ اگر مسلمانوں کا جذبہء جہاد اور تنفیذِ دین کا ارادہ اتنا ہی پختہ رہا تو ان کی خیر نہیں ہے۔ چناں چہ انھوں نے مسلمانوں کے اس طبقے کو مطعون کرنا شروع کیا، جو تھوڑا بہت دین کا درد رکھتا تھا اور کچھ نہ کچھ دینی اقدار پر عمل پیرا بھی تھا۔ روس کی شکست کے بعد امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے یعنی غیر مسلم قوتوں نے ایک اصطلاح ایجاد کی "FUNDAMENTALISM" اور اس کا اطلاق ان مسلمان طبقوں پر کیا جو کسی نہ کسی شکل میں اسلامی اقدار کا عملی مظاہر کر رہے تھے۔ حالاں کہ اس سے قبل "FUNDAMENTALISM" کی اصطلاح خود بائبل کے ماننے والوں کے لیے مثبت معنی میں استعمال ہوتی تھی یعنی انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ عزیز احسن نے اپنی اس نظم کے اختتام پر ایک فوٹ نوٹ دیا ہے جس میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ انھوں نے انگریزی لغات سے بنیاد پرستی کے معانی دے کر جو تبصرہ کیا ہے وہ تبصرہ ہی اصل میں ان کی نظم "بنیاد پرست" کا لبِ لباب ہے۔ پہلے لغات سے اخذ معانی اور ان کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

Fundamentalism: belief in the literal truth of the Bible, against evolution, etc.

بائبل کی لفظی، لغوی اور اصل سچائی پر اعتقاد

Fundamentalist :one who professes this belief.(Chambers English Dictionary)

جواس اعتقاد کا دعویٰ (اعتراف، اقبال یا اقرار) کرے۔

ایسی صورت حال میں جبکہ تحریف شدہ بائبل کی لغوی سچائیوں کو ماننے والوں کو عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے تو قرآنِ کریم جس کی اصل حالت میں موجود ہونے کی گواہی اظہر من الشّمس ہے، اس کی لفظی، لغوی اور اصلی سچائی ماننے والوں کو طعنہ دینے کے کیا معنی ہیں؟"

عزیز احسن کی مذکورہ نظم "مسدس" (چھ چھ مصرعوں والی نظم) ہے، جس کے چار مصرعے غزل کے دو مطلعوں کی طرح ہم قافیہ ہوتے ہیں اور دو مصرعے غزل ہی کے مطلعے کی طرح الگ قوافی اور ردیف کے حامل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ نظم کے پہلے ہی بند سے ظاہر ہوتا ہے:

دینِ اسلام پہ اعداء کی جو پڑتی ہے نظر
دیکھتے ہیں وہ مسلماں کے عمل میں جوہر!
جب انہیں خوبیٔ کردار کی ہوتی ہے خبر
خوف ہوتا ہے کہ ہوجائے نہ اُن پر بھی اثر
طعنے دیتے ہیں ہمیں وہ کہ ہیں "بنیاد پرست"
جن کی فطرت ہے مذاہب میں بھی "ایجاد پرست"

ان چھ مصرعوں میں چار مصرعے ہم قافیہ ہیں۔ نظر، جوہر، خبر، اثر............اور دو مصرعے بنیاد، ایجاد کے قوافی اور پرست ردیف کے ساتھ رقم کیے گئے ہیں۔

یہ نظم بیانیہ (narrative) اسلوب میں لکھی گئی ہے۔ اس میں خطابت کا انداز بھی نمایاں ہے۔ پہلے بند میں [سچے یا عملی] مسلمان کے عمل کے جوہر کی قوت ظاہر کی گئی ہے کیوں کہ اس کے عمل میں دوسروں کے لیے کشش کا سامان ہوتا ہے۔ اس لیے شیطانی قوتیں نہیں چاہتیں کہ سچے مسلمان دنیا میں رہیں۔ وہ صرف نام کے مسلمانوں سے خوش ہوتے ہیں۔ کیوں کہ نام کے مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا کوئی وعدہ نہیں ہے۔ بلکہ نام کے مسلمانوں کو تو کسی نہ کسی صورت عذاب ہی کا شکار رکھا جاتا ہے۔ تاریخ جس کی گواہ ہے۔

پہلے بند کے بعد روئے سخن غیر مسلم قوتوں کی طرف مڑ جاتا ہے اور شاعر کہتا ہے:

ایسے لوگوں سے ہمیں کہنا ہے، بے شک، بے شک
عملِ مردِ مسلماں میں ہے ایماں کی چمک
دین کے باب میں آ سکتی نہیں کوئی لچک
اب تو پھیلے گی اِسی دیں کی مہک حشر تلک
ہاں بڑا فخر ہے بنیاد پرستی پہ ہمیں
لِلّٰہ الحمد! یقیں ہے کسی ہستی پہ ہمیں

وحدتِ رَبّ پہ ہے ایمان وعمل کی بنیاد
ہم تو کر سکتے نہیں تازہ عقائد ایجاد
ختم کرنا ہے ہمیں قول وعمل کا یہ تضاد
ذہنِ انساں سے مٹانا ہے ہمیں کو الحاد
کثرتِ آلِہَ ایجاد نہیں کر سکتے
اپنا دیں آپ ہی برباد نہیں کر سکتے

آج بس ہم ہیں رسالت کے امیں دنیا میں
دین و ایماں کی صداقت کے امیں دنیا میں
اپنے خالق کی نیابت کے امیں دنیا میں
دینِ اسلام کی حکمت کے امیں دنیا میں
دل سے دیتے ہیں رسالت کی گواہی بس ہم
پوج سکتے ہی نہیں ہم کسی صورت میں صنم

آخرت اور قیامت پہ ہے ایماں اپنا
دین، ادیانِ زمانہ میں ہے ذیشاں اپنا
دوستی ہو کہ نہ ہو یہ نہیں ارماں اپنا
ہم کو کافی ہے جہاں میں چمنستاں اپنا
دین کے باب میں بے فکر نہیں ہو سکتے
طعنۂ غیر پہ مذہب تو نہیں کھو سکتے

اُس ہی خالق نے تو بخشا ہے فرشتوں کو وجود
جس کی تخلیق کے آثار نہیں ہیں محدود
جس نے تانا ہے زمیں پر یہ حسیں چرخِ کبود
پیدا کرتا ہے فرشتوں کو بھی وہ رَبِّ ودود
ایک مخلوق کو یوں نور کا پیکر دے کر
اس نے تخلیقِ لطافت کا دکھایا ہے ہُنر

وحیٔ رَبّانی و تنزیلِ کتب پر ایمان
ہے زمانے میں مسلماں کی یہی تو پہچان
ہم کو بخشا ہے حقائق کا بھی رَبّ نے عرفان
دیں کی بنیاد پہ قائم ہے مسلماں کی اُڑان
اپنے ایمان کی بنیاد ہی قرآن پہ ہے
انحصار اپنا رسالت ہی کے فیضان پہ ہے

رَبّ نے تقدیر میں جو کچھ بھی کیا ہے مستور
اپنا ایماں ہے کہ ظاہر اسے ہونا ہے ضرور

مر کے جی اُٹھنا ہے ہر اِک کو بہ ہنگامِ نشور
اور دریائے مکافات بھی کرنا ہے عبور
خیر وشر اس کی ہی جانب سے یہ تقدیر میں ہیں
نور وظلمت کے سب امکاں دلِ تحریر میں ہیں

ہم مسلمانوں کا شیوہ تو ہے تسلیم و رِضا
حق کریں بندگیٔ رب کا ہم اس طور ادا
پائیں اعمال فقط پیرویٔ دیں سے جِلا
خود کو کر سکتے نہیں ہم تو کبھی حق سے جدا
اپنی بنیاد سے کٹ جائیں تو مر جائیں گے
ریت کے ذرّوں کے مانند بکھر جائیں گے

یہاں تک شاعر نے ایمان کی شرائط اور اس پر ملتِ اسلامیہ کی اساس کا قائم ہونا ظاہر کیا ہے۔ اگلے بندوں میں وہ کہتے ہیں کہ دنیا کے دیگر مذاہب کے لوگوں پر کبھی کسی قوم نے انگلی نہیں اٹھائی۔صرف مسلمانوں سے یہ امتیازی سلوک برتا جاتا ہے کہ انھیں ہر طرح دین سے دور رکھنے کی کوششیں ہوتی ہیں۔وہ کہتے ہیں:

صرف ہم پر ہی یہ اعداء کی عنایت کیوں ہے؟
دینِ اسلام سے بے وجہ عداوت کیوں ہے؟
صرف اس دین سے اُن کو یہ شکایت کیوں ہے؟
صرف ہم کو ہی بدلنے کی ضرورت کیوں ہے؟
جب کہ بستے ہیں زمانے میں کروڑوں انسان
اپنے مذہب کے مطابق انہیں جینا آسان

گبر و ترسا ہوں، یہودی ہوں کہ ہوں نصرانی
ان کی دنیا میں ہے باطل کی بہت ارزانی
بیشتر ان میں ہیں شر اور فِتن کے بانی
ان کے اعمال پہ دنیا کو نہیں حیرانی
آج ان پر کسی جانب سے کچھ الزام نہیں
جن کے پاس آج خدا کا کوئی پیغام نہیں

اپنے ہاتھوں سے بدل دیتے ہیں اپنا مذہب
ہیں زمانے میں وہ شیطانِ لعیں کے مرکب
دین کے باب میں ہر چال ہے ان کی بے ڈھب
حق کے باغی ہیں وہ باطل کے پرستار ہیں سب
دین کی اصل سے ان سب نے بغاوت کی ہے
کتبِ حق کو بدلنے کی جسارت کی ہے

اس کے بعد اسلام کی حقانیت سے اعدائے اسلام کے خوف کا حوالہ ہے:

اصل "اسلام" ہے اور اِس کی ہے محکم بنیاد
دینِ اسلام مٹاتا ہے زمانے سے فساد
اہلِ دیں چاہتے ہیں دور وہ کر دیں الحاد
لیکن اغیار کی کوشش ہے یہ دیں ہو برباد
چاہتے ہیں کہ نہ اسلام کی بنیاد رہے
شہرِ اسلام کسی طور نہ آباد رہے

خوف اعداء کو ہے ایماں نہ اُبھر جائے کہیں
کفر کا رنگ جہاں سے نہ اُتر جائے کہیں

دلِ گیتی میں یہ "اسلام" نہ بھر جائے کہیں
آرزو کفر کی، دل میں ہی نہ مر جائے کہیں
اس لیے ضد ہے عمل دیں پہ نہ ہونے دیں گے
کفر کے زخم مسلماں کو نہ دھونے دیں گے

اصل خطرہ ہے انہیں پیرویٔ سرورؐ سے
خوف ہے ان کو رسالتؐ کے مہ و اختر سے
وہ نہیں چاہتے رحمت کا یہ بادل برسے
چاہتے ہیں کہ ہر اِک شام، سحر کو ترسے
اِتبّاعِ نبوی ان کو ڈراتی ہے بہت
روشنی، شہرِ عمل کی، انہیں کھاتی ہے بہت

ایک بند میں دین پر عمل کرنے کے ثمرات کی طرف اشارہ ہے:

دین، اعمال میں جھلکے تو ہماری ملت
ساری دنیا کو دکھا دے وہ منور سیرت
کرۂ ارض کے لوگوں کو ہو اس سے الفت
ہو جو بیدار تو بے شک یہی خیرُ الامت
کفر کا نام و نشاں تک بھی مٹا سکتی ہے
ظلمتِ جہل کی دیوار گرا سکتی ہے

چند بندوں میں نام نہاد مسلمانوں سے اغیار کی محبت کا سبب بتایا ہے:

جو کہ زُنّار سے توڑیں نہ تعلق اپنا
اور ظاہر نہ کریں دیں سے تعشُّق اپنا

دین کے زمرے میں جانیں نہ تفوق اپنا
صرف اغیار کو دکھلائیں تملُّق اپنا
دوست، وہ ایسے ہی افراد کے ہو جاتے ہیں
اپنے مطلب کے لیےان کے ہی گن گاتے ہیں

بعض احکامِ الٰہی جنہیں دل سے ہیں قبول
بعض احکامِ الٰہی جو سمجھتے ہیں فضول
روند ڈالیں جو سرِ راہِ عمل دیں کے اصول
صرف ہونٹوں پہ رہیں جن کے خدا اور رسولؐ
جن کو تائیدِ الٰہی نہیں حاصل ہوتی
جن کے ایماں کی عمارت نہیں کامل ہوتی

جو اُڑاتے ہوں سرِ عام شعائر کا مذاق
جن کے ہر قول وعمل سے مترشح ہو نِفاق
جو نہ چاہیں کہ شریعت کا ہو اُن پر اطلاق
رکھیں قرآن گھروں میں وہ سدا برسرِ طاق
سنتِ مرسَلؐ آخر جو سمجھتے ہوں حقیر
جن کے اسلام کی دنیا میں، نہ دیں میں توقیر

جن کے ساغر میں مفادات کی رہتی ہو رحیق
ایسے افراد بنا کرتے ہیں اعداء کے رفیق
چھوڑ بیٹھے ہیں جو اسلام کا ہر ایک طریق
جن کو ملتی ہی نہیں حُسنِ عمل کی توفیق

نعرہ زن ہوتے ہیں بنیاد پرستی کے خلاف
جمع ہوتے ہیں شیاطیں بھی انہی کے اطراف

اس کے بعد دین کی کامل تنفیذ اور مکمل دین پر عمل کے مظاہرے سے گریز کی صورت میں نصرتِ رب سے محرومی اور تباہی کی طرف اشارے کیے ہیں:

عملی شکل میں جو دیں نہیں دکھلا سکتے
نصرتِ رَبِّ جہاں وہ تو نہیں پا سکتے
سر سے پا تک حرمِ دیں میں نہیں آ سکتے
وہ تو باطل پہ زمانے میں نہیں چھا سکتے
جن کے سینے میں نہ ہو عظمتِ دینِ اسلام
رکھیں ایمان و عمل سے نہ جہاں میں کوئی کام

دیگر اقوام ہی آ جاتی ہیں غالب ان پر
ڈال دیتے ہیں وہ میدانِ وغا میں بھی سپر
خیر کی راہ کو جو چھوڑ کے اپناتے ہیں شر
رُعب اغیار کا پڑ جاتا ہے ان پر اکثر
نصرتِ رب سے وہی رہتے ہیں اکثر محروم
ہوتی ذلت ہے زمانے میں اُنہی کا مقسوم

دو بندوں میں مسلمانوں سے خطاب ہے:

اب مسلمانوں سے کہنی ہے فقط ایک ہی بات
چاہتے ہو جو غم و ہم سے ملے تم کو نجات
ان کو پہچانو! جو بیٹھے ہیں لگائے ہوئے گھات
اور کوشاں ہیں کہ چھا جائے یہاں کفر کی رات

مشورہ دیتے ہیں بنیاد سے کٹ جانے کا
فرقہ ونسل کی بانہوں میں سمٹ جانے کا

ہے کوئی اپنا قبیلہ ہی، نہ خطہ نہ مقام
نسل پر فخر ہے اسلام کے آئیں میں حرام
منسلک دین سے ہو جاؤ جو پانا ہے دوام
اِختلافات سے مٹ جاتا ہے قوموں کا قِوام

مسلم آئین بنو تم جو بقا چاہتے ہو
دیں کے ہو جاؤ اگر اپنا بھلا چاہتے ہو!

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مداہنت سے کام نہ لیں بلکہ واشگاف الفاظ میں دین کی حمایت کا اعلان کریں:

اہلِ دنیا سے کہو! "تم کو مبارک وہ جہاں"
جس میں بس دیں کے مخالف ہی کو ملتی ہے اماں
ہم تو واللہ لٹا سکتے ہیں حق بات پہ جاں
سچ ہے! الحاد کا دنیا میں نہ چھوڑیں گے نشاں

ہم شہادت کو شرابوں سے سوا چاہتے ہیں
دینِ اسلام پہ مٹ کر ہی بقا چاہتے ہیں

آؤ ہم مل کے کہیں سب کہ ہیں "بنیاد پرست"
دین کے باب میں ہرگز نہیں ایجاد پرست
اب وہ دشمن ہوں کہ ہوں دوست ہی الحاد پرست
ان کی خاطر نہ بنیں گے کبھی بیداد پرست

وحدتِ رَبّ پہ ہے ایمان وعمل کی بنیاد
کثرت اَصنام کی کر سکتے نہیں ہم ایجاد

اس بند پر نظم کا اختتام ہوتا ہے۔ یہ نظم، کامل منصوبہ بندی کے ساتھ دینی اقدار کی روشنی پھیلانے کی غرض سے لکھی گئی ہے۔اس میں مسلمانوں کو بیدار کرنے کی ایسی ہی کوشش نظر آتی ہے جیسی حالی نے اپنے مسدس میں اور اقبال نے جواب شکوہ میں کی تھی۔ملتِ اسلامیہ کی بیداری کے لیے کڑھن اس نظم کے لفظ لفظ میں اسی طرح سرایت کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے جیسی حالی اور اقبال کے کلام میں تھی۔ممکن نہیں کہ کوئی قاری اس نظم کو پڑھے اور بیان کی سچائی، اظہار کی نفاست، جذبے کی شدت اور فصاحت کی گواہی دیے بغیر رہ سکے۔

عشق اور نورِ عرفاں!

نظم،عشق اور نورِ عرفاں! کلیاتِ عزیز احسن کی کتاب "سیلِ حُبِّ رسول ﷺ" میں شامل ہے۔اس کا مرکزی موضوع "حُبِّ رسول ﷺ" ہے کیوں کہ اس میں حضورِ اکرم ﷺ کی محبت سے تہی دل کو "حیاتِ بے مصرف" قرار دیا گیا ہے۔قرآنِ کریم میں ارشادِ ربانی ہے اَلنَّبِیُّ أَوْلیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِم (نبی [کریم] مؤمنوں کی جانوں سے زیادہ ان کے قریب ہیں ....الاحزاب ۳۳، آیت ۶)۔مسلمانوں سے حضورِ اکرم ﷺ کی محبت ہر رشتہء و پیوند سے جدا اور شدید مطلوب ہے۔ایسی صورت میں شاعر نے نظم کی ابتداء ہی میں یہ بات کہہ دی ہے کہ:

حیات بیکار ہے یقینا
جو اُن ا کی الفت نہیں رچی ہے

اگر نبی ءکریم علیہ السلام کی محبت ہی دل میں رچی بسی نہیں ہے تو "دین کی آ گہی" کا درجہ بھی "صفر" ہوگا۔چناں چہ شاعر نے کہا:

شعور بے اصل ہے سراپا
اگر نہیں دیں کی آ گہی ہے

نظم کا اگلا شعر بھی قرآنِ کریم کی آیت کی طرف اشارہ کرتا ہے:

"قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ط

("اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمھیں دوست رکھے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا) (آیت ۳۱: آلِ عمران ۳)۔

اگر نہ ہو پیروی مکمل
عمل کی بنیاد کھوکھلی ہے

ظاہر ہے کہ مسلمان کا عمل حضورِ اکرم ﷺ کی کامل پیروی کا عکاس نہ ہو تو اس کی بنیاد کھوکھلی ہی ہوگی۔ اگلے شعر میں "آفاق میں گم" شخص [یا قوم] کو بصیرت سے عاری بتایا گیا ہے۔ یہاں اقبال کے شعر کی تجدیدِ متن ہو رہی ہے۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مؤمن کی یہ پہچان کہ گم اس میں آفاق

جو صرف آفاق ہی میں گم ہو
اسے بصیرت نہیں ملی ہے

حیات کیا ہے عزیزؔ احسن
حیات بس اُن کی پیروی ہے

پہنچ کے آقا کے در پہ ہم پر
کھلا کہ کیا اصل روشنی ہے

نبیؐ ہزاروں ہوئے ہیں لیکن
حضور کی شان ہی بڑی ہے

خرد جسے نورِ علم جانے
اسی کے باطن میں تیرگی ہے

مگر جسے عشق، نور سمجھے
وہ نور، عرفان و آگہی ہے

اس نظم کا بنیادی مقدمہ (Thesis) یہ ہے کہ نبیء کریم کی کامل پیروی کے بغیر مسلمان کی زندگی، زندگی نہیں موت ہے۔ نبی علیہ السلام سے عشق کے بغیر نہ تو کامل اتباع ممکن ہے نہ ہی اسلامی احکامات پر عمل ممکن ہے۔ اقبال نے عشق کے مقابلے میں عقل کو گمراہ بتایا تھا۔ عزیز احسن نے بھی عقلِ محض سے حاصل ہونے والے علم کو علم نہیں مانا۔ کیوں کہ عقل "علم بالوحی" کی قائل نہیں ہوسکتی۔ عشق کے ذریعے "علم بالوحی" کو نہ صرف مانا جاسکتا ہے بلکہ اس کا رنگ اپنی روح پر چڑھایا بھی جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاعر نے یہ کہہ کر بات ختم کردی:

مگر جسے عشق، نور سمجھے
وہ نور، عرفان و آگہی ہے

عزیز احسن نے اپنا ایم فل کا مقالہ "مثنوی رموزِ بیخودی کا فنی وفکری جائزہ" کے عنوان سے لکھا تھا۔ یہ اقبال اور ان کی فکر سے ان کی خصوصی دلچسپی کی علامت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نظموں پر اقبال کا فکری رنگ غالب ہے۔

نظم: "سیلِ زماں کے ایک تھپیڑے کی دیر ہے"۔

"سیلِ زماں کے ایک تھپیڑے کی دیر ہے"۔

شعراء بڑے حساس ہوتے ہیں۔ زمانے کے اتار چڑھاؤ اور عروج و زوال کے واقعات سے عبرت پکڑتے ہیں اور معاشرے کی بھی ایسے واقعات کی طرف توجہ مبذول کروانے کی کوشش کرتے ہیں جن سے عبرت حاصل کر کے عمومی طور پر لوگ اپنے کردار وعمل کو راہِ راست پر لانے کی سعی کریں۔

تلمیح علمِ بدیع کی ایسی صنعت ہے جس کے ذریعے شاعر اپنے شعر میں کسی تاریخی واقعے، مشہور قصے یا مذہبی داستان وغیرہ کی طرف اشارہ کرکے اپنی بات کو باوزن اور شعر کے مفہوم کو وسعت دیتا اور کم سے کم الفاظ میں بہت کچھ کہہ دیتا ہے۔

مجید امجد (29 جون 1914ء تا 1974ء) ایک شدید الحس شاعر تھے۔ ان کی شاعری میں دنیا کی بے ثباتی کی منظر کشی اور عبرت انگیز واقعات کے تلمیحاتی رنگ نمایاں ہوتے تھے۔ کلیاتِ مجید امجد میں ایک نظم ہے" درسِ ایاّم"۔ اس نظم میں انھوں نے بتایا ہے کہ زمانہ ایک طرح کا بپھرا ہوا دریا ہے۔ اس کے تھپیڑے بہت شدید ہوتے ہیں۔ دنیا میں بادشاہوں کو تہہ و بالا کرنے والے سیلِ زمانہ کی رفتار مسلسل تیز ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ آج اگر اسے عروج حاصل ہو گیا ہے تو یہ دائمی ہے۔ نہیں، نہیں، کسی کا عروج دائمی نہیں ہوتا۔ اس لیے بادشاہوں کے وارثوں کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ زمانہ ہمیشہ ان کی موافقت ہی میں رہے گا۔ مجید امجد کی اس نظم کے آخری چار مصرعے ملاحظہ ہوں:

تم نے فصیلِ قصر کے رخنوں میں بھر تو لیں
ہم بے کسوں کی ہڈیاں لیکن یہ جان لو
اے وارثانِ طرّۂ طرفِ کلاہِ کے
سیلِ زماں کے ایک تھپیڑے کی دیر ہے!

"کیانی" ایران کے بادشاہ کا لقب ہے جس کا مخفف ہے "کے" (با فتح کاف)۔ طرّہ۔ شملہ۔ دستار، اور کُلاہ ٹوپی کو کہتے ہیں۔ اس تلمیحی اشارے سے شاعر نے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ بڑے بڑے نامور بادشاہوں کے سروں سے تاج اتار لیے گئے۔ اے ایسے لوگوں کے وارثو! جن کو کچھ تھوڑا بہت اقتدار حاصل ہو گیا ہے، یہ نہ بھولنا کہ تمھارے سروں پر ہمیشہ تاج نہیں رہے گا۔

شاعری کا بہترین مصرف یہ ہے کہ تخلیقی زبان اور پرکشش لہجے میں خیر کا پیغام عام کرے۔ چناں چہ عزیز احسن نے بھی مجید امجد کے نصیحت آمیز مصرعوں کو اپنی نظم کا مرکزی موضوع بنایا اور ایک نظم کہہ ڈالی۔ اس نظم میں پاکستان کے حکمرانوں کو بالخصوص اور دنیا کے صاحبانِ

اقتدار کو بالعموم یہ پیغام دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ اپنے عہدِ اقتدار کو عارضی اور زوال پذیر سمجھیں اور حکمرانی کے نشے میں اس حقیقت کو نہ بھولیں کہ وقت سدا ایک سا نہیں رہتا۔ عام طور پر پاکستان کے حکمرانوں میں عوام کو دھوکہ دینے کے لیے دین کا نام لے کر اپنا اقتدار پکا کرنے کی کوششیں زیادہ ہوتی رہی ہیں۔ اس لیے عزیز احسن نے ان لوگوں کو یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ تمھارا یہ کروفر ہمیشہ قائم رہنے والا نہیں ہے۔

کہتے ہو تم کہ تم کو یقیں دین پر بھی ہے
حُبِّ رسولِ پاک کا دل پر اثر بھی ہے
دعوے بہت ہیں عجز کے پر، کرّ وفر بھی ہے
کچھ حُبِّ اقتدار بھی ہے عشقِ زر بھی ہے

"اے وارثانِ طُرَّہ ٔ طرفِ کلاہِ کَے
سیلِ زماں کے ایک تھپیڑے کی دیر ہے"

تم اقتدار ہی کو سمجھتے ہو زندگی
بھولے ہوئے ہو اپنے ہی لمحاتِ بے بسی
سچ بولنے کو کہتے ہو تم لوگ گمرہی
معروف کو مٹا کے ملی تم کو خسروی

"اے وارثانِ طُرَّہ ٔ طرفِ کلاہِ کَے
سیلِ زماں کے ایک تھپیڑے کی دیر ہے"

موقع پرست لوگوں کا اتنا ہوا اثر
گمراہوں کے ہجوم کو سمجھے ہو معتبر

پوری نظم پر اِدبار اور زوال کی طرف ایسے ہی اشارے ہیں۔ صاحبانِ اقتدار کو ابن الوقت خوشامدیوں کے چنگل سے بچنے کی بھی تلقین ہے۔ یہ نظم اصلاحی شاعری کا اچھا نمونہ ہے۔ اسلامی ادب میں زندگی کی عبرت انگیزی کے عکس ہی ملتے ہیں یا ملنے چاہئیں۔ اس لیے یہ نظم دینی فریضے کے طور پر بھی شاعر کی تخلیقی دانش کا حصہ بنی ہے۔

حوالہ جات (باب دوم)

1. سیداحمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ جلد دوم، اُردو سائنس بورڈ، لاہور: ۱۹۷۷ء
2. محمدعبداللہ خان خویشگی ،فرہنگ عامرہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ۱۹۸۹ء
3. شان الحق حقی ،فرہنگ تلفظ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ۲۰۱۲ء
4. تصدق حسین رضوی، لغات کشوری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۶ء
5. وارث سرہندی، علمی اردو لغت جامع، علمی کتاب خانہ، لاہور: ۲۰۰۵ء
6. En.m.wikipedia.org/wiki/hamd retrived on
7. پروفیسر افتخار شفیع، اصناف شاعری، ادارہ بیت الحکمت، لاہور: ۲۰۱۱ء ص ۱۲
8. رفیع الدین ہاشمی، اصناف ادب، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۷۸ء، ص ۲۳
9. نجم الغنی رام پوری، بحر الفصاحت حصہ اوّل، مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۹۹ء ص ۲۳۵
10. ڈاکٹر یحیٰ نشیط، ''اُردو میں حمد و مناجات'' فضلی سنز، کراچی: ۲۰۰۰ء ص ۱۷
11. القرآن، سورۃ ابراہیم: آیت ۳۴
12. القرآن، سورۃ لقمان، آیت ۲۷
13. القرآن، سورۃ فاتحہ
14. القرآن، سورۃ روم، آیت ۱۸
15. رفیع الدین ہاشمی، اصناف ادب، سنگ میل، پبلی کیشنز لاہو، ص ۲۴
16. میر تقی میرؔ، کلیات میرؔ، سنگ میل کیشنز، لاہور: ۱۹۹۹ء ص ۲
17. غالب، اسداللہ خان، ''دیوان غالب''، مکتبۂ اعجاز، لاہور ص: ۳
18. حیدر علی آتشؔ، کلیات آتش، مجلس ترقی ادب، لاہور: ۲۰۰۵ء، ص ۲۲

19. مومن خان مومن،کلیات،مجلس ترقی ادب، لاہور:س۔ن،ص ۷

20. میرحسن،مثنوی سحرالبیان (مرتبہ) خضر سلطان، بک ٹاک،لاہور:۲۰۰۵،ص ۶۵

21. میرانیس،''میراثی میرانیس''محفوظ بک ایجنسی،کراچی:۲۰۰۹ء،ص ۶۵

22. مولانا الطاف حسین حالی، دیوان حالی،خزینہ علم وادب، لاہور:۲۰۰۱،ص ۱۲۲

23. ڈاکٹر عزیز احسن،'' کلیاتِ عزیز احسن''نعت ریسرچ سنٹر کراچی:۲۰۱۷،ص ۱۰۰

24. ڈاکٹر پروفیسر ابوالخیر کشفی: (مضمون) ''عزیز احسن کے شعر عقیدت پر ایک نظر'' مشمولہ'' کلیات عزیز احسن''

25. ڈاکٹر عزیز احسن،'' کلیاتِ عزیز احسن''نعت ریسرچ سنٹر،کراچی:۲۰۱۷ء،ص ۱۰۰

26. ایضاً،ص ۱۰۱

27. ایضاً،ص ۱۰۲

28. ایضاً،ص ۱۰۲

29. ایضاً،ص ۱۰۵

30. القرآن،سورۃ یٰسین،آیت ۸۲

31. ڈاکٹر عزیز احسن،'' کلیاتِ عزیز احسن''نعت ریسرچ سنٹر،کراچی:۲۰۱۷،ص ۱۰۶

32. ایضاً،ص ۶۰۵

33. ایضاً،ص ۱۰۶

34. ڈاکٹر پروفیسر ابوالخیر کشفی (مضمون)''عزیز احسن کے شعر عقیدت پر ایک نظر''مشمولہ '' کلیات عزیز احسن''

35. ڈاکٹر عزیز احسن،'' کلیاتِ عزیز احسن''نعت ریسرچ سینٹر،کراچی:۲۰۱۷ء،ص ۱۰۶

36. ایضاً ص ۱۰۶

37. ایضاً ص ۳۲۰

38. ایضاً ص ۵۱۱

39. ایضاً ص ۶۰۱

40. ایضاً ص۱۰۹
41. ایضاً ص٦۰۲
42. ایضاً ص۱۰۹
43. ایضاً ص۵۰۱
44. ایضاً ص۵۰۲
45. ایضاً ص۱۰۲
46. ایضاً ص۱۰۳
47. ایضاً ص۱۰۳
48. ایضاً ص۱۰۳
49. ایضاً ص٦۰۳
50. ایضاً ص٦۰۱
51. ایضاً ص٦۱۳
52. ایضاً ص٦۱۳
53. ایضاً ص٦۱۴
54. ایضاً ص٦۱۹
55. ایضاً ص۱۰۲
56. ایضاً ص۱۰۱
57. ایضاً ص٦۰۴
58. ایضاً ص٦۰۲
59. ایضاً ص٦۰۳
60. ایضاً ص٦۰۴
61. ایضاً ص۳۲٦
62. ایضاً ص٦۰٦

63. ایضاً ص ۶۰۵
64. ایضاً ص ۶۱۳
65. ایضاً ص ۶۱۶
66. ایضاً ص ۳۳۵
67. ایضاً ص ۵۰۱
68. ایضاً ص ۱۰۳
69. ایضاً ص ۳۲۵
70. ایضاً ص ۳۲۸
71. ایضاً ص ۳۲۹
72. ایضاً ص ۳۳۵
73. ایضاً ص ۱۰۳
74. ایضاً ص ۱۲۶
75. ایضاً ص ۳۳۵
76. ایضاً ص ۶۱۲
77. ایضاً ص ۶۲۲
78. ایضاً ص ۱۰۹
79. ایضاً ص ۱۲۳
80. ایضاً ص ۱۰۳
81. ایضاً ص ۱۲۱
82. ایضاً ص ۶۱۳
83. کاشف عرفان: (مضمون) ''عزیز احسن کا نعتیہ سفر'' مشمولہ'' کلیات عزیز احسن''
84. ڈاکٹر عبدالکریم: (مضمون) ''عزیز احسن اور ان کے نعتیہ کلام کا طالب علمانہ مطالعہ'' مشمولہ'' کلیات عزیز احسن''

85. ڈاکٹر عزیز احسن، ''کلیات عزیز احسن''، نعت ریسرچ سنٹر، کراچی: ۲۰۱۷ء، ص ۴۳۷
86. ایضاً ص ۶۳۷
87. ایضاً ص ۶۴۱
88. ایضاً ص ۴۳۷
89. ایضاً ص ۱۱۴
90. ایضاً ص ۳۳۴
91. ایضاً ص ۱۱۷
92. ابوالخیر کشفی: (مضمون) ''عزیز احسن کے شعرِ عقیدت پر ایک نظر'' مشمولہ ''کلیات عزیز احسن''
93. ایضاً ص ۱۱۶
94. کاشف عرفان: (مضمون) ''عزیز احسن کا نعتیہ سفر'' مشمولہ ''کلیات عزیز احسن''
95. ایضاً ص ۱۱۲
96. ایضاً ص ۳۳۴
97. ایضاً ص ۳۲۷
98. ایضاً ص ۳۲۶
99. ڈاکٹر عزیز احسن: (مضمون) ''جوازِ شعرِ عقیدت'' مشمولہ ''کلیات عزیز احسن''
100. ایضاً ص ۱۰۱
101. ایضاً ص ۱۱۱
102. ایضاً ص ۱۱۱
103. ایضاً ص ۱۱۳
104. ایضاً ص ۳۲۷
105. ایضاً ص ۱۱۳

106. ایضاً ص ۱۱۸

107. ایضاً ص ۲۰۷

108. ایضاً ص ۵۰۸

109. ایضاً ص ۶۱۹

110. ایضاً ص ۶۲۰

111. ایضاً ص ۶۱۸

112. ایضاً ص ۶۱۸

113. ایضاً ص ۱۲۳

114. القرآن، سورۃ الحجر: آیت ۴۹

115. ڈاکٹر عزیز احسن، ''کلیات عزیز احسن'' نعت ریسرچ سنٹر، کراچی: ۲۰۱۷ء، ص ۳۰۵

116. ایضاً ص ۱۲۴

117. ایضاً ص ۶۱۲

118. ایضاً ص ۶۳۹

119. ایضاً ص ۶۳۵

120. مولانا عبدالحفیظ بلیاوی، ''المنجد'' خزینہ علم وادب، لاہور: ۱۹۵۰ء

121. سعد حسن خاں: ''مولانا یوسفی و دیگر، مترجمین''المنجد'' (دارالاشاعت) یاز دھم، کراچی، ۱۹۹۴ء) ص ۱۰۲

122. مولوی سید احمد دہلوی: ''فرہنگ آصفیہ'' (سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور: ۲۰۰۲ء ص ۸۷۹

123. مولوی نورالحسن نیئر: ''نوراللغات'' (سنگ میل پبلی کیشنز، جلد سوم، لاہور ۱۹۹۸ء ص ۱۵۲۰

124. حبیب اللہ آموزگار، ''فرہنگ آموزگار'' خیابان لالہ زار، تہران

125. مولوی سیّد تصدق حسین،''لُغات کشوری''سنگ میل پبلی کیشنز لاہور،۱۹۸۶ء

126. محمد عبداللہ خویشگی''فرہنگ عامرہ''مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،۱۹۸۹ء

127. مرزا مقبول بیگ بدخشانی،''اُردو لُغت''مرکزی اردو بورڈ،لاہور ۱۹۹۶ء

128. وارث سرہندی،''علمی اُردو لُغت جامع''علمی کتاب خانہ لاہور،۲۰۰۵ء

129. مولوی نجم الغنی رام پوری،''بحر الفصاحت''مجلس ترقی ادب،لاہور:۱۹۹۹ء

130. Retrived on . Wikipedia.org/wiki/naat. m.E n 2019/07/30

131. ڈاکٹر یونس حسنی:''اختر شیرانی اور جدید اردو ادب،انجمن ترقی اردو پاکستان ۱۹۷۶ء

132. رفیع الدین ہاشمی:''اصناف ادب''سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور:۱۹۷۸ء

133. ممتاز حسن،''خیر البشر کے حضور میں''،ادارہ فروغ اردو،لاہور:۱۹۷۵ء

134. طلحہ رضوی برق:''اردو کی نعتیہ شاعری''(دانش اکیڈمی،بہار ۱۹۷۴ء)

135. سیّد مختار گیلانی،(مضمون)مشمولہ''اعزازِ نسبت''از طاہر صدیقی،فیصل آباد:۲۰۱۶ء

136. ڈاکٹر فرمان فتح پوری:اردو کی نعتیہ شاعری'' آئینہ ادب،لاہور:۱۹۷۵ء

137. صدف نقوی:''گوہر ادب''مثال پبلشرز،فیصل آباد:۲۰۱۴ء

138. راجا رشید:''نعت کائنات''جنگ پبلشرز،لاہور:۱۹۹۳ء

139. مولانا عبدالقدوس ہاشمی:''ورفعنا لک ذکرک''مشمولہ،ارمغان نعت،ص ۱۲

140. القرآن،سورۃ الانبیاء 21 آیت 107

141. ڈاکٹر ریاض مجید:''اردو میں نعت گوئی''اقبال اکیڈمی لاہور،۱۹۹۰ء،ص ۱۲

142. ایضاً،ص ۱۹

143. مجید امجد:''صنف نعت''مشمولہ مجلہ اوج: گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور:۱۹۹۲ء

144. مولانا احمد رضا خان:الملفوظ،مدینہ پبلشنگ کمپنی،کراچی۔

145. عبدالکریم ثمر:اُردو کی نعتیہ شاعری'' آئینہ ادب لاہور

146. ڈاکٹر اے ڈی نسیم:اردو کی نعتیہ شاعری،آئینہ ادب لاہور

147. ڈاکٹر ابواللیث صدیقی: ''لکھنؤ کا دبستان شاعری، غضنفر اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۷ء
148. ڈاکٹر فرمان فتح پوری: ''اُردو کی نعتیہ شاعری'' آئینہ ادب، لاہور
149. القرآن، سورۃ الاحزاب، آیت:56
150. القرآن، سورۃ الم نشرح، آیت: ۴
151. کلیات عزیز احسن، ص، ۱۷۰
152. ایضاً، ص ۲۲۴
153. القرآن، سورۃ الانبیا ۲۱: ۱۰۷
154. ''کلیات عزیز احسن'' ص ۱۶۷
155. القرآن، سورۃ آل عمران ۳: ۱۴۴
156. القرآن، سورۃ الاحزاب، ۳۳: ۴۰
157. القرآن، سورۃ القلم، آیت: ۴
158. کلیاتِ عزیز احسن: ص، ۱۸۹
159. ایضاً، ص ۲۱۳
160. القرآن، سورۃ، النساء، آیت: ۸۰
161. القرآن، سورۃ الاحزاب: آیت: ۱۷
162. القرآن سورۃ الفتح آیت: ۹
163. ''کلیاتِ عزیز احسن'' ص ۲۶۱
164. ایضاً، ص ۲۰۷
165. القرآن، سورۃ النساء، ۴: ۶۴
166. کلیاتِ عزیز احسن، ص ۳۶۸
167. ایضاً ص، ۳۶۸
168. ایضاً ص، ۳۶۸
169. ایضاً، ص، ۵۴۰

170. ایضاً، ص،۵۱۷

171. ایضاً،ص ۲۳۷

172. بخاری شریف: (جلد ا)،ص ۱۶

173. کلیاتِ عزیز احسن،ص ۲۲۵

174. ایضاً،ص،۱۴۵

175. ایضاً،ص،۱۵۲

176. ایضاً،ص،۳۴۱

177. ابن ماجہ:ص،۳۰۲

178. کلیات عزیز احسن،ص،۲۵۵

179. ابن ماجہ:ص ۲۲۹

180. شفا، (جلد ا)،ص ۲۳۱

181. کلیاتِ عزیز احسن،ص ۲۲۵

182. ایضاً،ص،۲۳۷

183. ایضاً،ص،۲۲۱

184. ایضاً،ص،۲۲۵

185. جلال الدین سیوطی: ''خصائص الکبریٰ''، مکتبہ غوثیہ کراچی ۲۰۰۶ء ایضاً،ص 160

186. ایضاً،ص 448

187. ایضاً،ص 160

188. ایضاً،ص 160

189. آل عمران، آیت 110

190. ایضاً،ص 446

191. ایضاً،ص 536

192. ایضاً،ص 196

193. عبدالرزاق:" کتاب الایمان"، باب فی تخلیق نورِ محمد
194. ایضاً،ص536
195. ایضاً،ص162
196. ایضاً،ص384
197. ایضاً،ص385
198. ایضاً،ص241
199. ایضاً،ص447
200. ایضاً،ص559
201. ایضاً،ص185
202. ایضاً،ص148
203. ایضاً،ص555
204. ایضاً،ص146
205. مولانا سعد خان یوسفی:" دیگر مترجمین، المنجد،ص408
206. شان الحق حقی:" فرھنگ تلفظ" مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد2012ء
207. ایضاً
208. القرآن: الاحزاب: آیت21
209. ایضاً،ص449
210. ایضاً،ص716
211. ایضاً،ص337
212. ایضاً،ص145
213. ایضاً،ص562
214. ایضاً،ص337
215. ایضاً،ص

216. ایضاً،ص338
217. ایضاً،ص338
218. ایضاً،ص339
219. ایضاً،ص666
220. ایضاً،ص702
221. ایضاً،ص702
222. ایضاً،ص196
223. ایضاً،ص668
224. ایضاً،ص660
225. کلیاتِ عزیز احسن ص660
226. سورۃ احزاب،آیت:56
227. ایضاً،ص347
228. القول البدیع،ص103
229. ایضاً،ص238
230. ایضاً،ص537
231. ایضاً،ص678
232. کلیاتِ عزیز احسن ص678
233. ایضاً،ص131
234. ایضاً،ص190
235. ایضاً،ص138
236. ایضاً،ص257
237. محمد ثقلین بھٹی:"اظہر اللغات" اظہر پبلشرز،لاہور
238. مولوی فیروز الدین:"فیروز اللغات" فیروز سنز،لاہور

239. ایضاً
240. امام احمد رضا خان: "حدائق بخشش" مدینہ العلمیہ 2012 مکتبہ المدینہ کراچی، ص58
241. سورۃ الضحیٰ، آیت: 1
242. کلیاتِ عزیز احسن، ص555
243. ایضاً، ص379
244. ایضاً، ص216
245. ایضاً، ص169
246. ایضاً، ص163
247. ایضاً، ص201
248. ایضاً، ص172
249. ایضاً، ص728
250. ایضاً، ص205
251. ایضاً، ص180
252. ایضاً، ص101
253. ایضاً، ص102
254. ایضاً، ص103
255. ایضاً، ص104
256. ایضاً، ص538
257. ایضاً، ص358
258. ایضاً، ص524
259. ایضاً، ص737
260. ایضاً، ص561
261. ایضاً، ص559

262. ایضاً،ص551
263. ایضاً،ص517
264. ایضاً،ص748
265. ایضاً،ص557
266. ایضاً،ص523
267. ایضاً،ص737
268. ایضاً،ص650
269. ایضاً،ص520
270. ایضاً،ص652
271. ایضاً،ص528
272. ایضاً،ص273
273. ایضاً،ص523
274. ایضاً،ص136
275. ایضاً،ص142
276. ایضاً،ص143
277. ایضاً،ص524
278. ایضاً،ص548
279. ایضاً،ص374
280. ایضاً،ص434
281. ایضاً،ص735
282. ایضاً،ص381
283. ایضاً،ص381
284. ایضاً،ص366

285. ایضاً، ص175
286. ایضاً، ص524
287. ایضاً، ص542
288. ایضاً، ص540
289. ایضاً، ص543
290. ایضاً، ص253
291. ایضاً، ص365
292. ایضاً، ص727
293. ایضاً، ص639
294. ایضاً، ص652
295. ایضاً، ص185
296. ایضاً، ص723
297. ایضاً، ص551
298. ایضاً، ص538
299. ایضاً، ص688
300. ایضاً، ص689
301. ایضاً، ص241
302. ایضاً، ص164
303. ایضاً، ص718
304. ایضاً، ص554
305. ایضاً، ص132
306. ایضاً، ص686
307. ایضاً، ص132

308. ایضاً،ص133
309. ایضاً،ص238
310. ایضاً،ص239
311. ایضاً،ص239
312. ایضاً،ص384
313. ایضاً،ص341
314. ایضاً،ص239
315. ایضاً،ص656
316. ایضاً،ص131
317. ایضاً،ص685
318. ایضاً،ص686
319. ایضاً،ص133
320. ایضاً،ص346
321. ایضاً،ص604
322. ایضاً،ص222
323. ایضاً،ص169
324. ایضاً،ص732
325. ایضاً،ص173
326. ایضاً،ص527
327. ایضاً،ص226
328. ایضاً،ص367
329. ایضاً،ص176
330. ایضاً،ص362

331. ایضاً،ص738
332. ایضاً،ص171
333. ایضاً،ص435
334. ایضاً،ص558
335. ایضاً،ص528
336. ایضاً،ص353
337. ایضاً،ص698
338. ایضاً،ص131
339. ایضاً،ص139
340. ایضاً،ص353
341. ایضاً،ص185
342. ایضاً،ص136
343. ایضاً،ص697
344. ایضاً،ص206
345. ایضاً،ص207
346. ایضاً،ص548
347. ایضاً،ص398
348. ایضاً،ص409
349. ایضاً،ص408
350. ایضاً،ص558
351. ایضاً،ص395
352. ایضاً،ص399
353. ایضاً،ص411

354. ایضاً،ص528

355. ایضاً،ص179

356. ایضاً،ص543

357. ایضاً،ص735

358. ایضاً،ص541

359. کاشف عرفان: مضمون، مشمولہ" کلیاتِ عزیز احسن

360. ایضاً،ص413

361. ایضاً،ص398

362. ایضاً،ص139

363. ایضاً،ص135

364. ایضاً،ص192

365. کاشف عرفان: مضمون، مشمولہ،کلیاتِ عزیز احسن

366. ایضاً،ص140

367. ایضاً،ص545

368. ایضاً،ص135

369. ایضاً،ص547

370. ایضاً،ص554

371. ایضاً،ص406

372. ایضاً،ص718

373. ایضاً،ص525

374. ایضاً،ص560

375. ایضاً،ص515

376. ایضاً،ص189

377. ایضاً،ص179
378. ایضاً،ص525
379. ایضاً،ص408
380. ایضاً،ص138
381. ایضاً،ص141
382. ایضاً،ص155
383. ایضاً،ص164
384. کاشف عرفان: مضمون، مشمولہ" کلیاتِ عزیز احسن
385. کاشف عرفان: مضمون، مشمولہ: کلیاتِ عزیز احسن
386. ایضاً،ص411
387. کاشف عرفان: مضمون، مشمولہ" کلیاتِ عزیز احسن
388. کاشف عرفان: مضمون، مشمولہ: کلیاتِ عزیز احسن
389. ایضاً،ص411
390. ایضاً،ص535
391. ایضاً،ص176
392. ایضاً،ص219
393. ایضاً،ص219
394. ایضاً،ص220
395. ایضاً،ص220
396. ڈاکٹر عبدالکریم: مضمون، مشمولہ،" کلیاتِ عزیز احسن"
397. ایضاً،ص229
398. ایضاً،ص230
399. ایضاً،ص159

400. ایضاً،ص228
401. ایضاً،ص260
402. ایضاً،ص260
403. ایضاً،ص261
404. ایضاً،ص261
405. ایضاً،ص436
406. ایضاً،ص437
407. ایضاً،ص438
408. ایضاً،ص401
409. ایضاً،ص701
410. ایضاً،ص533
411. مولانا عبدالحفیظ بلیاوی،"المنجد" خزینہ علم وادب، لاہور: مئی 1950ء
412. حبیب اللہ آموزگار،" فرہنگ آموزگار" خیابان لالہ زار، تہران: س۔ن
413. سید احمد دہلوی،" فرہنگ آصفیہ" جلد دوم، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور:1982ء
414. مولوی سید تصدیق حسین،" لغات کشوری" سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور:1986ء
415. ذوالفقار احمد تابش،:اعجاز اللغات" سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور:1982ء
416. شان الحق حقی،" فرہنگ تلفظ" مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد:2012ء
417. en.m.wikipedia.org/wiki/manqbat retrieved on 2015/6/16
418. محمد افتخار شفیع،" اصناف شاعری" کتاب سرائے پبلشرز، لاہور:2011ء ص27
419. سید احسن زیدی ،" اردو میں منقبت نگاری" (تحقیقی مقالہ پی۔ ایچ۔ ڈی)،مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لاہور:1979ء، ص17
420. مولوی نجم الغنی رام پوری،" بحر الفصاحت" حصہ اول، مجلس ترقی ادب، لاہور:1999ء

ص251

421. کلیاتِ عزیز احسن، ص282

422. ایضاً، ص283

423. ایضاً، ص284

424. ایضاً، ص459

425. 223۔ایضاً، ص460

426.

427.

428. ایضاً، ص460

429. ایضاً، ص463

430. ایضاً، ص464

431. ایضاً، ص468

432. ایضاً، ص469

433. ایضاً، ص300

434. ایضاً، ص301

435. ایضاً، ص302

436. ایضاً، ص747

437. ایضاً، ص422

438. ایضاً، ص423

439. ایضاً، ص423

440. ایضاً، ص425

441. ایضاً، ص426

442. ایضاً، ص427

443. ایضاً،ص428
444. ایضاً،ص429
445. ایضاً،ص430
446. ایضاً،ص431
447. ایضاً،ص432
448. ایضاً،ص432

کلیات عزیز احسن کا فنی جائزہ

عروضی تخریج:

دل پر مرے احساس نے جو حرف لکھا ہے
ہے تیرے سوا کون کہ جس نے وہ پڑھا ہے
مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن
بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

ذات ہے بے مثل تیری ہے تری ہستی قدیم
رحم فرما مجھ پہ اے مثل و بے ہمتار حیم

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن
بحر: بحر رمل مثمن محذوف

آقاؐ جو نہیں تھے تو امانت بھی نہیں تھی
آدمؑ بھی نہ تھے اُن کی خلافت بھی نہیں تھی
مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن
بحر: ہزج مثمن اخرف مکفوف محذوف

٭ ہم کو دامن اُنؐ کو گنجِ شائگاں بخشا گیا
یوں فقیروں کو وہ دستِ مہرباں بخشا گیا
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن
بحر: بحر رمل مثمن محذوف

٭ نبیؐ پہ کتنا کرم رَبِ ذوالجلال کا ہے
کہ جو بھی وصف ہے اُنؐ کا بڑے کمال کا ہے
مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن
بحر: مجتث مثمن محذوف مسکن

٭ ذّرہ ذّرہ مصطفیٰؐ سے چاہتا ہے روشنی
جانتے سب ہیں کہ بس ان کی عطا ہے روشنی
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن
بحر: رمل مثمن محذوف

٭ جنؐ! کے اوصافِ حمیدہ کا خزانہ بے قیاس
اُنؐ! کی خدمت میں کروں کیا پیش میں حرفِ سپاس
فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلات
بحر: رمل مثمن مجنون محذوف

ماہِ عرب ہے، مہر عجم ہے تمہاری ذاتؐ!
نازاں ہیں ہم کہ فخرِ اُمم ہے تمہاری ذات
مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن

بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

لکھوں اِس طور سے اُن کا قصیدہ
بنالوں میں شنیدہ کو بھی دیدہ
مفاعلین مفاعلین فعولن
بحر: ہزج مسدس محذوف

اُمت کے لیے اسوۂ کامل کا نمونہ
ہستی میں محمدؐ کی ہے منزل کا نمونہ
مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن
بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

جب سے ملی ہے حُسنِ عقیدت کی روشنی
پھیلی ہے قلب روح میں مدحت کی روشنی
مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن
بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف

نہ عز و جاہ نہ تاجِ شہی نظر میں رہے
حضورؐ آپؐ کی سیرت مری نظر میں رہے
مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن
بحر: مجتث مثمن مجنون محذوف مسکن

؎ دنیا کی تمنا ہے نہ جنت ہے نظر میں
سب کچھ ہے اگر آپؐ کی سیرت ہے نظر میں
مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن
بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوت محذوف

ایمان و عمل عشق کی راہوں میں بہم ہوں
کردار سے یہ تیر گیاں راہ کی کم ہوں
مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن
بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف

؎ اے کاش کبھی چاک ہوں رسموں کی قبائیں
ہم اسوۂ آقا کے نمونے بھی دکھائیں
مفعول مفاعیل مفاعیل فعولُن
بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

طالبِ دنیا جو دو دل منفصل ہو جائیں گے
دین سے پیوستہ ہو کر ایک دل ہو جائیں گے
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن
بحر: رمل مثمن محذوف

؎ کہاں میں اپنے گناہوں کا بوجھ اُٹھا ہوئے
کہاں وہ نورِ مجسم ، وہ حامدو محمود
مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

بحر: مثمن مجنوں محذوف مسکن

میں فقیر راہ ہوں اب شاہ کر دیجے مجھے
نعت کے مفہوم سے آگاہ کر دیجے مجھے
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن
بحر: رمل مثمن محذوف

پہلے کردار کی جِلا کیجے
اور پھر مدحِ مصطفیٰ کیجے
فاعلاتن مفاعلن فعلُن
بحر: خفیف مسدس مجنون محذوف مسکن

قائم ہو جب بھی بزم حساب و کتاب کی
میں شان دیکھ پاؤں رسالت مآبؐ کی
مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن
بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف

شاعری جُز مدحِ آقاؐ برمحل ہوتی نہیں
جب سے میں نے نعت پر سوچا غزل ہوتی نہیں
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن
بحر: رمل مثمن محذوف

؎ ہے رخشِ سُخن مدحتِ آقاؐ کے سفر میں
صد شکر کہ ہے روح، بہاروں کے اثر میں
مفعول مفاعیل مفاعیل فعولُن
بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

؎ ملیک و مالک و مختارِ ملکِ ارض و سماں
تری ثناء میں مصروف عقل و نوح و قلم
مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن
بحر: مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن

؎ اعلانِ حُبِ سیدِ کونین ِ خوب ہے
اے کاش اِتباع کا جذبہ نصیب ہو
مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن
بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف

؎ ذہن و دل ہوتے ہیں روشن آپؐ ہی کے نام سے
پھیلتی جاتی ہیں کرنیں آپؐ کے پیغام سے
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن
بحر: رمل مثمن محذوف

؎ نبیؐ کا نام دل میں ضوفشاں ہے اب جہاں میں ہوں
لہو کا قطرہ قطرہ مدح خواں ہے اب جہاں میں ہوں
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن:

بحرِ ہزج مثمن سالم

٭ صدر شکِ کائنات محمدؐ کی ذات ہے
سرمایۂ حیات محمدؐ کی ذات ہے
مفعول مفاعیل مفاعیل فعولُن
بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

یا رب! یہ آرزو ہے کہ امت کا فر د فرد
صورت میں اور عمل میں نبیؐ کے قریب ہو
مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن
بحر: مضارع مثمن احزب مکفوف مخزوف

٭ دائم دل و دیدہ میں ہو گلزارِ مدینہ
حاصل ہو ں شب و روز ہی انوارِ مدینہ
مفعول مفاعیل مفاعیل فعو لُن
بحر: ہزج مثمن احزب مکفوف محذوف

٭ اُنؐ کا سحابِ لطف برستا ہے ہر طرف
رحمت ہے کیسی عام ، رسالت مآب کی
مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن
بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف

؎ شاد ہوں گے دامنِ ختم الرسلؐ تھامیں گے جو
جو رہے محروم، وہ خود منفعل ہو جائیں گے
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن
بحر: رمل مثمن محذوف

اے کاش کبھی طارقِ جانباز کے مانند
ہم مصلحتِ وقت کو خاطر میں نہ لائیں
مفعول مفاعیل مفاعیل فعولُن
بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

؎ ایمان و عمل عشق کی راہوں میں بہم ہوں
کردار سے یہ تیرگیاں راہ کی کم ہوں
مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن
بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف

؎ ان سے قربت بھی مل ہی جائے گی
دل کو کچھ درد آشنا کیجے
فاعلاتن مفاعلن فعلُن
بحر: حفیف مسدس مجنون محذوف مسکن

؎ بخش دیجے اب غلامی کی سند یا شاہِ دیںؐ
ایک ذرہ ہوں مثالِ ماہ کر دیجے مجھے
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

بحر: رمل مثمن محذوف

لکھوں جو نعتِ پیمبرؐ تو کس طرح لکھوں
لیا ہے نام جو اُنؐ کا لرز گیا ہے وجود
مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن
بحر: مخبث مثمن مجنون محذوف مسکن

واعظ کو بھروسہ ہے جو اعمال پر اپنے
عاصی ہوں ! محمدؐ کی شفاعت ہے نظر میں
مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن
بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

ہو فیصلہ، تو وہی عدل ہو نگاہوں میں
ہو مشورہ تو بصیرت وہی نظر میں رہے
مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن
بحر: مخبث مثمن جنون محذوف

اللہ نے تو خود ہی کیا ہے یہ اہتمام
بخشی ہے اُن کے ذکر کو رفعت کی روشنی
مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن
بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف

ذاتِ شہہؐ والا سے حرارت ہے لہو کی
ٹھہرائیں دو عالم کو اگر دل کا نمونہ
مفعول مفاعیل مفاعیل فعولُن
بحر:ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

راہ یقیں کے راہنما ،شاہ دوسرٰی
سرتا قدم نوال و کرم ہے تمہاری ذاتؐ!
مفعول مفاعیل مفاعیل فعولُن
بحر:ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

اُن کے طرزِ زندگی میں نورِ حق پوشیدہ ہے
اُن کے اندازِ تکلم کی ضیاء ہے روشنی!
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن
بحر: رمل مثمن محذوف

حضورؐ! اِذنِ حضوری اِسے بھی مل جائے
شکستہ پا کو بھی ارمان عرضِ حال کا ہے
مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن
بحر: مخبث مثمن مجنون محذوف مسکن

روضۂ اطہر کی صورت اے زمیں والو تمہیں
اِک ریاضِ نور، صدر شکِ جناں بخشا گیا
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

بحر: رمل مثمن محذوف

٭ مدینے میں جسارت لب کشائی کی ! یہ نا ممکن
میسر صرف اَشکوں کی زباں ہے اب جہاں میں ہوں
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلُن
بحر: ہزج مثمن سالم

٭ توڑ کر سب محبتوں کے صنم
خود کو ہر قید سے رہا کیجے
فاعلاتن مفاعلن فعلُن
بحر: خفیف مسدس مخبون مخذوف مسکن

٭ عمل سے عشق نبیؐ کا ثبوت مل جائے
ہو اِدعا تو و ہی خلق بھی نظر میں رہے
مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن
بحر: مجتث مثمن مخبون مخذوف

اب کوئی بھی معیار نظر میں نہیں جچتا
تقوے میں ابو ذر کی شباہت ہے نظر میں

مفعول مفاعیل مفاعیل فعولُن
بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف مخذوف

؎ اُنہی کا نام مثلِ مہر چمکا
ہوا روشن دو عالم کا جریدہ
مفاعیلن مفاعیلن فعولن
بحر: ہزج مسدس محذوف

؎ اب اِسے قعرِ مذلت میں بھی ملتا ہے سکوں
بے حسی اس درجہ آتی ہے کسی ملت کو راس؟
فاعلاتن فِعلا تن فِعلا تن فِعلات
بحر: رمل مثمن مخبون محذوف

؎ عزیز احسنؔ کی شاعری کا فنی جائزہ:

فنی محاسن سے مراد تخلیق کار کا اپنی تخلیق کو دوسروں کے سامنے پیش کرنے کا انداز ہے جس میں وہ بیان کی خوبیوں کو استعمال کر کے اپنی تخلیق کو زیادہ سے زیادہ موثر بنا تا ہے۔جس تخلیق میں جتنی زیادہ اثر انگیزی ہوگی اتنا ہی زیادہ فنی خصوصیات پر مبنی ہوگی۔

ابوالاعجاز حفیظ صدیقی فن کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"فن کی کوئی جامع و مانع تعریف تو ممکن نہیں البتہ فن کے بنیادی خصائص

یہ ہیں:

1۔زندگی یا حقیقت کی ایسی عکاسی یا ترجمانی جو مسرت بخشی پر منتج ہو۔
2۔صرف اظہار پر اکتفا کرنے کی بجائے حسنِ اظہار کی کوشش۔
3۔فنکار اپنی شخصیت کا پرتو جس میں اس کا سماجی شعور بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔
4۔فنکار کی تخیّل کا شمول جو زندگی کو زیادہ بھرپور شکل عطا کرتا ہے۔"(1)

اُردو انسائیکلو پیڈیا میں فن کی تعریف دی گئی ہے:

"یہ لفظ نہایت وسیع معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً
باغبانی، سنگ تراشی، مجسمہ سازی، معماری، نقشہ کشی، تصویروں کی رنگسازی،
شاعری، موسیقی، ڈرامہ یا تمثیل نگاری رقص اور بہت سے دوسرے فن اس
کے اندر شامل ہیں لیکن یہ لفظ انہی چیزوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔
جن سے ہماری نگاہیں لطف اندوز ہوتی ہیں جیسے کسی فنکار کی تصویریں،
اچھا مجسمہ یا کسی ماہر تعمیر کی جاذبِ نظر عمارت، ایک فنکار مصور کا کام
صرف یہ نہیں کہ وہ پیش نظر چیز کا خاکہ ہمارے سامنے پیش کر دے
۔ بلکہ وہ اس کے ذریعے ہمیں اس چیز کے متعلق بہت سی ایسی باتیں بتلاتا
ہے۔ جس کی وجہ سے فن کو ہم محسوس کر سکتے ہیں ۔لیکن ان کا اظہار ہم
نہیں کر سکتے یا اس کے متعلق وہ اپنے خاص محسوسات کا اظہار کرتا ہے جن
کی طرف ہمارے خیالات پہلے کبھی نہیں جا سکتے تھے۔"(2)

کسی شعر کو پڑھنے سے قاری پر شاعر کے متعلق دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔
ایک تو خیالات اور پیغام کی صورت ہے جو وہ اپنی شاعری کے ذریعے دینا چاہتا
ہے، وہ اس شاعر کی فکر ہے جبکہ دوسرا شعر کہنے کا طریقہ اور انداز ہے۔

کلیاتِ عزیز احسن میں علمِ بیان و بدیع کا استعمال

تشبیہ:

تشبیہ کے لغوی معنی مشابہت دینا یا تمثیل کے ہیں علم بیان
کی اصطلاح میں کسی چیز کو کسی خاص صفت (اچھی یا بُری) کے اعتبار سے
دوسری چیز کے مانند قرار دینا، تشبیہ کہلاتا ہے لیکن دوسری چیز میں پہلی چیز

کے مقابلے میں صفت مسلمہ طور پر زیادہ جامع صورت میں موجود ہونی چاہیے۔(3)

" تشبیہ کسی چیز کو دوسری چیز کی مانند قرار دینا جبکہ دونوں چیزوں میں کوئی مشترکہ صفت یا صفات پائی جائیں"۔(4)

علم بیان کی رُو سے مشترک صفات کی بنا پر کسی ایک چیز کو دوسری چیز کی مانند قرار دینا تشبیہ کہلاتا ہے۔(5)

کلیاتِ عزیز احسن میں تشبیہات کا استعمال:

عزیز احسن کے کلام میں تشبیہات محض الفاظ کی حد تک نہیں بلکہ جذبات کے اظہار کا ذریعہ ہیں اور عصری حالات کی عکاسی کرتی ہیں۔شاعر نے ان نادر تشبیہات کی مدد سے اپنے نعتیہ کلام کو نئے نئے معانی و مفاہیم سے ہمکنار کیا ہے۔اُن کی تشبیہات میں جدت ہے ان کو یہ ملکہ حاصل ہے کہ وہ تشبیہات کی مدد سے اپنے مافی الضّمیر کو اچھی طرح بیان کر لیتے ہیں۔اُن کا مطلب اور مدعا پوری طرح واضح ہوجاتا ہے اور کوئی ابہام باقی نہیں رہتا۔

اے کاش عزیز اب مرے آقاؐ کے کرم سے
حسانؓ کا سا لہجۂ مدحت مجھے مل جائے (6)

اس شعر میں عزیز احسن نے دعا کی ہے کہ اُن کا نعتیہ کلام شاعرِ رسالت حضرت حسان بن ثابت کے کلام سے مشابہہ ہوجائے۔

اسوۂ مبارک کی اِک جھلک جو پا جاؤں
میری زیست کا چہرہ مہر و ماہ جیسا ہو (7)

اس شعر میں شاعر دعا کرتا ہے کہ اگر مجھے اسوۂ حسنہ کی تقلید کی سعادت مل جائے تو میری زندگی سورج اور چاند کی طرح تاباں ہوجائے۔

خوں رنگ ہو گئی ہے حضوری کی آرزو
شاید اسے نصیب ہو صورت گلاب کی (8)

شاعر نے بارگاہِ رسالت میں حضوری کی آرزو کو خوں رنگ قرار دیا ہے اور خوں رنگ کی نسبت سے اسے گلاب قرار دیا ہے۔

روشنی کے منار ہیں بے شک
اُنؐ کے اصحاب خاص وعام تمام(9)

اس شعر میں شاعر نے نبی کریمؐ کے صحابہ کو روشنی کے مناروں سے تشبیہ دی ہے۔

داغِ قروحِ ضبطِ شوق یاد میں جب اُبھرے گئے
کِھل کے گلاب کی طرح مدحِ نبی کا فن ہوئے(10)

داغِ قروحِ ضبطِ شوق کو گلاب سے تشبیہ دی ہے ۔اس شعر میں گلاب مشبہ بہ ہے اور داغِ قروحِ ضبطِ شوق مشبہ ہے۔

ہوئی ہے خواب کے مانند جرأتِ مسلم
شجاعتوں کا کیا جارہا ہے اب ماتم (11)

اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ دورِ حاضر کے مسلمان نے شجاعت کا سبق بھلا دیا ہے۔ شعر میں جرأتِ مسلم کو خواب سے تشبیہ دی گئی ہے۔تشبیہ میں ندرت ہے۔

دل سیاہ خانہ ہے ، اک نگاہ اُٹھ جائے
آپؐ! کی توجہ سے قلب میں اُجالا ہوجائے(12)

اس شعر میں شاعر نے اپنے دل کو سیاہ خانہ سے تشبیہ دی ہے۔اور اس تمنا کا اظہار کیا ہے کہ اگر دربارِ نبوی سے نگاہِ التفات نصیب ہوجائے تو اس کا قلب منور ہوجائے۔

برف کے مانند پانی بن کے بہہ جائیں گناہ
خیر کی جانب بڑھانے کو قدم مل جائے راہ (13)

اگر نبی کریم کی نگاہِ کرم ہوجائے تو گناہ برف کے مانند پانی بن کر بہہ جائیں۔اس شعر میں بڑی نادر تشبیہ ہے، گناہوں کو برف سے تشبیہ دی ہے اور نگاہِ کرم کو تپش سے تشبیہ دی ہے۔

سائباں ہے آپؐ کی چاہت مجھے صحراؤں میں
پائی مدحت میں حلاوت کو ثر و تسنیم کی(14)

نبی کریمؐ کی محبت کو سائباں سے تشبیہ دی ہے اور آقا کی مدحت میں جو لذت ہے اس کو ثر و تسنیم سے مشابہہ قرار دیا ہے

احکامِ دیں کی جوہری قوت عمل میں ہو
نعتیں لکھیں تو لفظوں کو شمس و قمر کریں (15)

درج بالا شعر میں لفظوں کی تاثیر کو شمس و قمر سے تشبیہ دی ہے۔

اُبھرے اُنہیں کے اسوۂ کامل کا آفتاب
پیدا شبِ حیات سے ایسی سحر کریں (16)

اس شعر میں اسوۂ کامل مشبہ اور آفتاب مشبہ بہ ہے۔

حضورؐ! کیسے ندامت کے عکس دکھلاؤں ؟
کہ میرا دل تو شکستہ سا ایک درپن ہے (17)

شاعر نے اپنے دل کو ٹوٹے آئینے سے تشبیہ دی ہے۔

اے کاش کبھی طارقِ جانباز کے مانند
ہم مصلحتِ وقت کو خاطر میں نہ لائیں (18)

اس شعر میں شاعر نے تمنا کا اظہار کیا ہے کہ ہم جرأت مندی میں طارق بن زیاد کے مانند ہو جائیں اور اس دنیا کی مصلحت کو بھی خاطر میں نہ لائیں ۔

خاکِ نقش پائے سرورؐ ہو اگر مجھ کو نصیب !
میں اِسے سرمہ بناؤں اور جنت دیکھ لوں (19)

شاعر نے شعر بالا میں نبی کریمؐ کے نقشِ پا کی خاک کو سرمہ قرار دیا ہے۔

نقشِ سیرت دیکھنے کے شوق میں
میری آنکھیں روزنِ دیوار ہیں (20)

شاعر نے آنکھوں کو روزنِ دیوار سے تشبیہ دی ہے۔ روزنِ دیوارِ مشبہ بہ اور آنکھیں

مشبہ ہیں۔

اُس ایک نام کی خوشبو سے جسم و جاں مہکے
اُس ایک رنگ کی نسبت سے دل گلاب ہو(21)

حضورؐ کی نظرِ عنایت سے دل میں سرور و کیف کا رنگ پیدا ہوا ہے۔شاعر نے اس رنگ کو گلاب سے تشبیہ دی ہے۔

اُبھرے انہیں کے اسوۂ کامل کا آفتاب
پیدا شبِ حیات سے ایسی سحر کریں (22)

اسوۂ کامل کو آفتاب سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جبکہ نافرمانی کی زندگی کو شبِ تاریک سے تشبیہ دی ہے۔اوراطاعت کی زندگی کو سحر کہا ہے۔

شاہِ زمنؐ کی انجمن دھیان میں جب بھی آگئی
پھیل کے اشکِ خونِ دل پھول بنے، چمن ہوئے (23)

نبی کی یاد میں شاعر جو لہو کے آنسو بہاتا ہے اُن خونِ دل کے آنسوؤں کو شاعر نے پھولوں اور چمن سے مشابہ قرار دیا ہے۔

اُسی کائنات کے پھولؐ کو
مرے باغِ جاں میں سجا دیا (24)

شاعر نے درج بالا شعر میں اپنی جان کو باغ سے تشبیہ دی ہے اور سیدالکونین کو کائنات کا پھول قرار دیا ہے۔

کاش دیکھوں میں بھی کوئی روشن و بیدار خواب
آمدِ آقا سے بن جائے گل و گلزار خواب (25)

اس شعر میں شاعر نے دیدارِ نبویؐ کے خواب کی تکمیل کو گل و گلزار سے تشبیہ دی ہے۔

استعارہ:

"استعارہ" کے لغوی معنی کسی سے کوئی چیز عاریتاً طلب کرنے کے ہیں۔علم بیاں کی اصطلاح میں استعارہ سے مراد وہ لفظ ہے جو مجازی معنوں میں استعمال ہو اور اس کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو۔ جب شیر کہہ کر بہادر آدمی، صنم کہہ کر محبوب اور چاند کہہ کر بیٹا مراد لیا جائے تو یہ استعارہ ہے۔شاہ حسین ہنیری کوٹھری کہہ کر قبر، کالا ہرن کہہ کر نفس امارہ ، اور چرخہ کہہ کر جسمِ انسانی مراد لیتے ہیں یہ سب استعارے ہیں۔(26)

"استعارہ" کے لغوی معنی عاریتاً مانگنا یا عاریتاً لینا کے ہیں۔ علم بیان کی اصطلاح میں استعارہ اس لفظ کو کہتے ہیں۔جو حقیقی معنی کی بجائے غیر حقیقی یا مجازی معنی میں استعمال ہو،اور حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق پایا جائے ،یعنی لفظ کے حقیقی معانی کا لباس عاریتاً لے کر مجازی معنی کو پہنانے کا نام استعارہ ہے۔"(27)

کلیاتِ عزیز احسن میں استعارات:

امن کا ایک ہی منشور زمانے کو دیا
آئینے رکھ دیئے ،پتھر کے مقابل جس نے (27)

جنہیں اپنائیت سے دیکھ کر میں اپنا کہوں میں
بڑی مدت سے ایسے بام ودر کا منتظر ہوں (29)

چراغِ مصطفوی سے تھا اِک جہاں روشن
اِسی چراغ سے روشن ہو آج بھی عالم (30)

دعا کے بیج بو کر آسماں کی وسعتوں میں
الٰہی! میں کسی شیریں ثمر کا منتظر ہوں (31)

اس روح کے لیے تو مدینہ ہی چاند ہے
زندہ رہے چکور تو کیسے قمر سے دور (32)

وہ جس نے خیر کے اشجار دنیا میں لگائے ہیں
وہ جس نے نیکیوں کی کھیتیوں کو خون سے سینچا(33)
انسان پہ اب عظمتِ توحید کے در کھول
غُرفے شہہ کونینؐ کی رفعت کے بھی واکر(34)

ضیائے مدحِ نبیؐ سے پائی جو آج میں نے
قلم سمیٹے یہ روشنی صبح و شام میرا (35)

سفر بحر دنیا کا آخر ہو ایسے
بنے کشتیٔ جاں کا ساحل حضوری(36)

جڑیں جس کی ہوں اُلفت کی زمیں میں خوب گہری
مرے اللہ! میں ایسے شجر کا منتظر ہوں (37)

اے نورِ ازل چراغِ آخرؐ
مجھ کو بھی تو روشنی عطا کر (38)

نوحہ خواں ہے پھر عزیزاحسن زوالِ قوم کا
درد کے اشجار میں اے کاش اب آجائے پھل(39)

شہرِ رسولؐ کی ہی ملے مستقل ہوا
دارالشفا مدینہ ہے مجھ سے مریض کا (40)

عزیز نخلِ اطاعت زمینِ دل میں لگا
خزاں کی زد سے جو باہر ہے وہ شجر ہے یہی (41)
مدحتوں کے پھول کھل جاتے ہیں لفظوں میں عزیز
اُلفتِ آقا کے صدقے گلستاں ، بخشا گیا (42)

مری دنیا اذیت ناک ہوتی جا رہی ہے
اندھیری رات ہے اور میں قمر کا منتظر ہوں(43)

ہے جو کائنات میں روشنی پہ جمالِ روئے نبیؐ سے ہے
اُسی آفتاب سے کٹ سکا وہ طویل رات کا سلسلہ(44)

محبت کے درو دیوار ہوں جس کے الٰہی!
میں اس دنیا میں اک ایسے ہی گھر کا منتظر ہوں(45)

جنہیں اس در سے ملتی ہے بصیرت
وہ قطرے میں بھی دجلہ دیکھتے ہیں(46)

تخیل روضۂ اطہر پہ لے آیا تو یوں جانا
مرے قدموں کے نیچے آسماں ہے اب جہاں میں ہوں(47)

مجازِ مرسل:

"مجازِ مرسل" علم بیان کی تیسری شاخ ہے۔ اصطلاح میں یہ وہ لفظ ہے جو اپنے حقیقی معنوں کے بجائے غیر حقیقی یا مجازی معنوں میں استعمال ہو اور حقیقی و مجازی معنوں میں تشبیہ کے سوا کوئی اور علاقہ ہو۔(47)

پروفیسر صدیقی بیان کرتے ہیں:

"کسی چیز کو دوسری چیز کہہ کر پکارنا جبکہ دونوں چیزوں میں تشبیہ کا تعلق نہ ہو بلکہ کوئی اور تعلق ہو مثلاً: ریٹائرڈ جج کو جج کہہ کر پکارنا، میڈیکل کے طالب علم کو ڈاکٹر پکارنا وغیرہ۔"(49)

چراغِ علم بجھے ظلمتوں کا دور آیا
ضیائے سیرت و کردار ہو گئی مدھم (50)

اخوتوں کی فضا ختم ہو چکی مولا
محبتوں کا ہوا سرنگوں یہاں پرچم(51)

پھول حُبِ نبی کے کِھلے قلب میں
ہو گئی سب کہی ان کہی ضوفشاں (5 2)

آقا کی محبت کے گلاب ایسے کھلیں اب
ہر گوشۂ دنیا میں نظر آئے مدینہ(5 3)

جل اُٹھے ہر سمت دنیا میں تیقن کے چراغ
روح کے دامن سے جب پھوٹی رضا کی روشنی(55)

دیکھوں وہ شہر جس میں ریا کا گُزر نہ ہو
اب زندگی گزر تی ان حسرتوں کے بیچ (5 6)

مدینے میں جسارت لب کشائی کی! یہ ناممکن
میسرصرف اشکوں کی زبان ہےاب جہاں میں ہوں(57)

رزمِ ہستی میں ہتھیلی پہ کوئی سر لائے
کاش وہ وقت کبھی عشق ِ پیمبر لائے (5 8)

ہمارے غم میں شفق کا بدن ہے خون آلود
ہمارے حال پہ ہر شب ہے گریۂ شبنم(5 9)

عرفان و آگہی کے چراغوں کی روشنی
پاتی رہے حیات ِ دوروزہ سدا مری (6 0)

کاش مجھ کو بھی میسر ہو کسی ساعت عزیز
اُس تکلم کا ترنم ، اُس نوا کی ورشنی (61)

اوجھل ہو جب نظر سے صراطِ عمل تو میں
تیرے نبیؐ کے نقشِ قدم دیکھتا ہوں (62)

کنایہ:

"کنایہ" عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے لُغوی معنی پوشیدہ بات، پوشیدہ طور پر بات کہنا، اشارہ یا خفیہ اشارہ کے ہیں۔"علمِ بیاں" کی رُو سے کنایہ وہ کلمہ ہے، جس کے معنی مبہم اور پوشیدہ ہوں اور ان کا سمجھنا کسی قرینے کا محتاج ہو اور وہ اپنے حقیقی معانی کے بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہوا ہو کہ اس کے حقیقی معنی بھی مراد لیے جاسکتے ہوں، یعنی بولنے والا ایک لفظ بول کر اس کے مجازی معنی کی طرف اشارہ کر دیتا ہے۔اور اس کی مراد بھی انہی مجازی معنوں سے ہوتی ہے تاہم اگر حقیقی معنی بھی مراد لیے جائیں تو بھی صحیح ہو۔(63)

شاعر کوئی لفظ یا الفاظ کی ترکیب اس طرح استعمال کرے کہ اسے حقیقی اور مجازی دونوں معنوں میں استعمال کیا جا سکے، کنایہ کہلاتا ہے۔(64)

نورِ احمد نے یہ قلب و ذہن پر روشن کیا
کیسے ملتی ہے ہدایت اور کیا ہے روشنی (65)

اُن ؐ کی تنویرِ رسالت نے بتایا خلق کو
دینِ حق کے ساتھ پیمانِ وفا ہے روشنی(66)

بقیع ِ پاک میں آرام گہہ اپنی بنانے کی
کہی اکبر نے احسن بات یہ کتنی ٹھکانے کی(67)

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے کی
کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہوکر(68)

میں عزیز اپنی کہانی بھی سناؤں کیسے
مانع لفظ و بیاں ہیں مرے جذبات بہت (69)
عشاق کی نگری میں ڈھونڈے سے نہیں ملتا
اک اُسوۂ آقاؐ کا آئینہ ، ہزاروں میں (70)

شاید کہ عاصیوں کو مُیسر ہو حشر میں
یہ خواب دیکھتے ہیں نبیؐ کی پناہ کے (71)

نعت ہوتی گئی دل بہلتا گیا
دل میں اک نغمۂ سرمدی گونج اُٹھا (72)

میں حرف لکھنے کا لاکھ اہتمام کر ڈالوں
ملال رہتا ہے مدحِ نبیؐ ہوئی ہی نہیں (73)

حقیقتِ نبویؐ کون جان سکتا ہے
کسی کو قوتِ ادراک وہ ملی ہی نہیں (74)

رہزن بھی آئے دامنِ خیرالبشرؐ میں جب
فیض نظر سے ہو گیا کردار مختلف (75)

اُن کی آمد سے پہلے اندھیرا ہی تھا
وہ جو آئے تو دنیا ہوئی ضوفشاں (76)

عشرت ہو کہ عُسرت ، رہیں آقا ہی نظر میں
ہر حال میں احسن مجھے یاد آئے مدینہ (77)
پھر میسر ہو حاضری آقاؐ
ہو غمِ ہجر میں کمی آقاؐ (78)

دیپ توحید پرستی کے جلا کر ہر سُو
ظالموں کو بھی بنا ڈالا تھا، عادل جس نے (79)

تیری رحمت ہے غضب پر تیرے حاوی اے کریم!
ہو قبول اس بندۂ عاجز کی اب یہ التجا (80)

تراکیب:

تراکیب سازی میں شاعر دو یا دو سے زیادہ لفظوں کو ملا کر ایک نیا تلازمہ پیدا کرتے ہیں۔ ترکیب کے لُغوی معنی ہیں۔ مختلف اجزا ٔ کو ملا کر تیار کرنا، ملانا ، بنانا وغیرہ۔ عزیز احسن نے بہت سی نئی تراکیب وضع کی ہیں۔ ان کی تراکیب اجنبی نہیں لگتیں بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ترکیبیں ہماری زبان میں ہمیشہ سے موجود رہی ہیں۔

تراکیب کے مختلف استعمالات ملاحظہ ہوں:

مہر وماہ انجم و برق و شرار و کہکشاں
ہیں تو سب روشن مگر دل کی جِلا ہے روشنہ (81)

درج بالا شعر میں مرکب تراکیب کے استعمال سے شعر کو انتہائی خوبصورتی سے مالا مال کر دیا ہے۔

شہرِ علم و آگہیٔ نے فاش یہ نکتہ کیا
تیرگی بیمارۂ دل ہے، دوا ہے روشنی

اس شعر میں شہرِ علم وآگہی اور بیماریٔ دل کی تراکیب کا خوب استعمال کیا ہے۔

چاہیے آقاؐ! عنایت کی نظر بس آپ کی
اے مکینِ گنبدِ خضرا نگاہِ لطف ہو (83)

بدیعِ حرف و نوا بخش علمِ لفظ و صدا
کہ تو علیم و معلم بھی ہے تو ہی اعلم (84)

بے صدا عرصۂ آگہی کے لیے
حق وصدق و صفا کی اَذاں آپؐ ہیں (85)

آپ ہیں طور ِ عرفان ِ انسانیت
منبعِ علم بھی بے گماں آپؐ ہیں (86)

دل کے صحرا میں کھلے لالۂ طاعت آقاؐ !
مجھ کو حاصل ہو کبھی یہ بھی سعادت آقاؐ!(87)

کاش وہ دن بھی کبھی آئے کہ میں دیکھ سکوں
شہرِ کردار پہ بس تیری حکومت آقاؐ!(88)

یہ شعور اے کاش! اب بیدار ہو
ہم امینِ عظمتِ کردار ہیں (89)

کبھی تو اِتباَع سیرت رسول ِ پاکؐ کے
نمونۂ حسیں کو دیکھ کر فلک بھی شاد ہو (90)

غایتِ بزم ِ کن فکاں رونقِ محفل ِ حیات
مظہرشانِ ذوالمنن نورفشاں ہےاُنؐ کی ذات(91)

اُنہی کی ذات ہے وجہِ بِنائے عالمِ امکاں
وہی قندیل ِ بابِ مشرقین وعبدِ بے ہمتا(92)

نقشِ قدمِ سید طیبہؐ ہی نظرآئے
دیکھے نگہہِ جستجو و شوق ، جدھر بھی (9 3)

ان کی ہدایتوں کی نہ ہو فکر جن کو بھی
وہ ہیں کِلاب ِ دہر ، غلامانِ جَمّ وگے (94)

تاحین ِ حیات اُن کے رہے تابعِ فرماں
شبیّر بھی تھے واقفِ اسرارِ خلافت(9 5)

داغِ قُروحِ ضبطِ شوق یادمیں جب اُبھر گئے
کِھل کے گلاب کی طرح مدحِ نبیؐ کا فن ہوئے (96)

مخلوق کو روکنے کی خاطر
سب زوروزر ، اقتدار، قدرت

طبل و علَم و دَوَل ، حکومت
باشر و فساد و کِبر و نخوت
اس طور سے کام میں وہ لائیں (9 7)

اُنؐ کا دستِ مہرباں وجہ ِسکون ِ قلب ہے
اُنؐ کے ایمائے ثنا کا سلسلہ ہے روشنی (9 8)

مامن ِ خیر تریؐ! ذات ِ مقدس ٹھہری
منبعِ حُسن ، ترا!عکسِ سراپا ٹھہرا (9 9)

پیامِ حق کو جو تنویر ِ ہر زماں سمجھے
وہی حقیقتِ امکان و لا مکاں سمجھے (100)

تونے ہی تو ہر مرحلۂ شوق میں یا رب !
اس چشمِ تماشا کو نیا عزم دیا ہے (101)

تقاضۂ دل ِ مضطر یہ وقت ِ رخصت ہے
کہ حال لکھنے سے پہلے قلم لہو میں ڈبو (102)

خوش ہوں عزیز میں نے بھی طیبہ کے ہجر میں
رو دادِ زخمِ قلبؔ و نظر ، شعر میں لکھی (103)

عزیز نخلِ اطاعت زمین ِ دل میں لگا
خزاں کی زد سے جو باہر ہے وہ شجر ہے یہی (104)

دین کا ڈنکا بجائیں چار جانب اہل ِ دیں
صرف اک اسلام کا پرچم ہو زیبِ دشت و در (105)

مگر یہ تیر گئی زر پرستی ختم کیوں کر ہو
کوئی کوکب نہیں ہے مطلعِ دل پر قناعت کا (106)

زندگی بھر رہینِ اثم وعدواں ہی رہا
اپنی جاں پر بے تحاشا ظلم ہی میں نے کیا (107)

صنعت تضمین:

"تضمین" کے لُغوی معنی ذمہ دار بنانا، کفیل بنانا کے ہیں۔علم بدیع کی اصطلاح میں شاعر کا اپنے کلام میں کسی دوسرے شاعر کے کلام سے کوئی مصرع یا شعر اس طرح لانا کہ سرقہ کا احتمال نہ ہو۔ بلا شبہ مصرع یا شعر دوسرے کسی شاعر کا استعمال ہو رہا ہوتا ہے لیکن "واوین" کے استعمال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ عمل کلام کو زیادہ پُر تاثیر اور پُر زور بنانے کے لیے کیا گیا ہے۔"(108)

تضمین مناجات:

خلیفہ اوّل سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ:

مالکِ ارض و سما ہے ذات تیری بے عدیل
حکمرانی میں تری ہر گز نہیں کوئی دخیل
اپنی حالت عرض کرتا ہے یہ اِک بندہ ذلیل
ہو کرم اس پر کہ تو ہے بے نواؤں کا وکیل
خذ بلطفک یا الٰہی من لہُ زاد قلیل
مفلس بالصدق یاتی عِندَ بابِک یا جلیل (109)

مُلکِ علم و معرفت میں کچھ نہیں دَخل وعمل
کار گاہِ جہد میں بازو ہوئے ہیں میرے شل

نفس میرے ہر عمل میں ڈال دیتا ہے خلل
یا الہٰ العالمین اب میری حالت بھی بدل
کیف حالی یا اِلٰہی لَیس لِی خیرُ العمل
سُوءِ اعمال ِ کثیر زاد طاعاتِی قلیل (110)

ذات ہے بے مثل تیری ہے تری ہستی قدیم
رحم فرما مجھ پہ اے بے مثل و بے ہمتا رحیم
یا حکیم یا قدیم یا عظیم یا کریم
بخشنے والا ہے تو اور میں خطا کار واثیم
ذنبہٗ ذَنْبٌ عظیم فاغفر الذنب العظیم
اِنہٗ شخص غریب مذنب عبدذلیل (111)

تضمین برشعرمنیر نیازی:

تھی کبھی لوح ِ جہاں پر کب کوئی اپنی نظیر
تھے ہمیں معمورۂ دنیا میں بس حق کے سفیر

رہ گئے ہیں آج بن کر روز و شب کے کیوں اسیر
کھو چکے کیو ں آج ہم وہ تابشِ مہر منیر؟

"بیٹھ جائیں سایۂ دیوارِ احمدؐ میں منیر
اور پھر سوچیں وہ باتیں جن کو ہونا ہے ابھی" (112)

تضمین بر شعر اقبال:

تیرے خیال سے حسیں میرا نظامِ آرزو
روح میں بھی اتار دے صرف ترے ہی رنگ و بو

چشمۂ آشنائی سے میں بھی کروں کبھی وضو
محفلِ قرب سے ملے کاش مجھے کبھی سبو
دشت تخیرِ عزیز پھیلا ہوا ہے چار سو

"میں ہوں صدف تو تیرے ہاتھ میرے گہر کی آبرو
میں ہوں خزف تو تو مجھے گوہرِ شاہوار کر" (113)

تضمین بر شعر اکبر الہ آبادی:

پھر آئی ساعت اک ان پر حسیں وعدہ نبھانے کی
الستُ کی صدا پر نعرۂ "یا ہو" لگانے کی

بڑی مہلت ملی آقاؐ کو حالِ دل سنانے کی
اجازت پائی آقاؐ سے وہیں بسنے بسانے کی

"نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے کی
کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہوکر" (114)

صنعتِ تکرار:

"تکرار" کے لغوی معنی دہرانا یا بار بار کرنا کے ہیں۔ علم بدیع کی اصطلاح میں صنعت تکرار اُس صنعت کو کہتے ہیں جس کے تحت شعر یا مصرع میں کسی لفظ کو تاکید یا زور دینے کے انداز میں مکرر لایا جائے۔(115)

صنعتِ تکرار کا استعمال ملاحظہ کریں:

دل ہے پھر نعرہ زن یا نبیؐ! یا نبیؐ
پھر سجے انجمن یا نبیؐ! یا نبیؐ

آپؐ ! کا ذکر ہے دل بہ دل لب بہ لب
انجمن انجمن یا نبیؐ! یا نبیؐ!(116)

یا نبیِ آپ ہی تا ابد رہنما
یا شہہ دوسرا یا شہہ دوسرا

ڈھونڈ لیتے ہیں جب آپؐ کا نقشِ پا
یا شہہ دوسرا یا شہہ دوسرا(117)

صنعتِ تلمیح:

"تلمیح" عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے لُغوی معنی، اشارہ کرنا یا اُچٹتی نگاہ ڈالنا، کے ہیں۔ اصطلاح میں شاعر کا اپنے کلام یا نثر نگار کا اپنی نثر میں کسی مشہور واقعے یا مسئلے،

روایت، قصے، شخص، چیز، جگہ، شعر ، حدیث، قرآنی آیت یا کسی فنی اصطلاح کی طرف اشارہ کرنا "تلمیح" کہلاتا ہے۔

اُردو شعر و ادب میں تلمیحات کا ایک عظیم ذخیرہ موجود ہے جو اُردو کے تخلیق کاروں کے علمی، ادبی، فنی اور تاریخی شعور کا پتا دیتا ہے۔ تلمیح کے ذریعے نظم یا نثر میں مختصر ترین الفاظ میں کوئی بات، روایت، واقعہ یا قصہ وغیرہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اُسے پڑھتے یا سنتے ہی ساری تفصیل ذہن میں آ جاتی ہے۔(117)

زبان کے ابتدائی دور میں چھوٹے چھوٹے سادہ خیالات اور معمولی چیزوں کے بتانے کے لیے الفاظ بنائے گئے تھے، رفتہ رفتہ انسان نے ترقی کا قدم اور آگے بڑھایا لمبے لمبے قصوں اور واقعات و حالات کی طرف خاص خاص لفظوں کے ذریعے اشارے ہونے لگے۔ جہاں وہ الفاظ زبان پر آئے وہ قصے وہ واقعات آنکھوں کے سامنے پھر گئے ، ایسا ہر اشارہ تلمیح کہلاتا ہے۔(119)

کلیاتِ عزیز احسن میں تلمیحات:

عزیز احسن نے اپنے نعتیہ اشعار میں تلمیحات کے استعمال سے ایک علمی فضا پیدا کی ہے جو کہ شاعر کے وسعتِ مطالعہ کی دلیل ہے۔

ہر لفظ کو تاثیر سے بھر دے مرے مولا
جو حرف لکھوں تو اسے موسیٰ کا عصا کر (120)

نظر بھر کے جو اُمِ معبد نے دیکھے
دکھا دے مجھے وہ شمائل حضوری (121)

عشق تو سبطِ پیمبر سے سبھی کرتے ہیں
کون ہے جو سرِ میدان بَہتر لائے (122)

میرے سرکار ﷺ نے اُن کو بھی دعائیں دی تھیں
سنگ ہاتھوں میں جو طائف کے ستم گر لائے (123)

ملتی ہے اس جناب سے پھر یہ نوید روح کو
اس کے لیے تو جنتیں رکھی ہوئی ہیں رب نے دو (124)

بدر و خندق کا سماں پیشِ نظر رکھ ہر نفس
اِتباعِ سید الکونین ہی میں ہے بقا (125)

ورنہ ہے "غاوٗن" کی تنبیہ جو قرآن میں
شاعروں کے واسطے گویا پیامِ نار ہے (126)

حضرت رومیؒ رہے ایسے ہی غم میں ملول
کہتے رہے شہر میں ایک بھی انساں نہیں (127)

وہ ماہِ مبیں ہیں ،اُن کے انجم
صدیق و عمر غنی و حیدر (128)

کچھ عشقِ بلال بھی عطا ہو
کچھ ہم کو عطا ہو فقرِ بو ذر (129)

پائی جو بلال حبشی نے مرے آقاؐ
اُلفت کے حوالے سے وہ شہرت مجھے مل جائے (130)

پھر وہی معرکہ بپا ہے یہاں
جس میں فرعون با سپاہ و حشم
شمع ِ دیں کو بجھانے نکلا تھا
اور موسیٰ ؑ کو تو نے نصرت کی
ہجتِ بے پناہ بخشی تھی (131)

عجب ! کہ عشقِ بلالی کے خوب چرچے ہیں
مگر نہالِ مقاصد میں تازگی نہ رہی (132)

بو بکر ہوں ، عثماں ہوں ، فاروق کہ حیدر ہوں
ہم فرق نہیں کرتے سرکارؐ کے یاروں میں (133)

اشارہ پا کے میں "جاؤک" سے وہیں پہنچا
مرے گناہوں کا آقاؐ کے پاس درماں تھا (134)

حاکم دوراں کو اعداء سے نمٹنے کے لیے
جرأت صدیق اکبر آزمانی چاہیے (135)

بقیع پاک میں آرام گہہ اپنی بنانے کی
کہی اکبر نے احسن بات یہ کتنی، ٹھکانے کی (136)

جس طرح موسیٰؑ رہے بے کل خضرؑ کے سامنے
راز جوئی کی کسک ہر دل میں یوں ہر سمت ہے (137)

ذکرِ اصحاب گرامی بھی ہے مدحت اُنؓ کی
نجم کی بات بھی ہے ماہؑ کے انوار کی بات(138)

یہ حکم تھا کہ "لاتخف" ، مگر رہی ڈری ڈری
یہ قوم جس کو پیار تھا کبھی صلیب ودار سے(139)

آیۂ قرآں سے پایا قلب نے بے حد سکوں
دل پہ "کُلُ مَن عَلَیهَا فَان" کی بارش ہوئی(140)

صنعت سہل ممتنع:

"لغت میں سہل آسان کے معنی میں ہے اور ممتنع دشوار کے معنی ہیں اصطلاح میں ایسے شعر کو کہتے ہیں۔جس کی مثال بنانا دشوار ہوا گر چہ بظاہر سہل معلوم ہوتا ہے۔"(141)

"سہل کے لُغوی معنی آسان کے ہیں جبکہ ممتنع کا مطلب دشوار یا مشکل ہے ، اصطلاح میں ایسا شعر جو بظاہر آسان معلوم ہو مگر در حقیقت ایسا کلام کہنا دشوار ہو۔ یا اتنا آسان اور سادہ شعر جس کی نثر نہ کی جاسکے،ایسا شعر سہل ممتنع کی مثال ہوگی۔"(142)

سہل ممتنع:

گزرنا ہے جہانِ آب و گُل سے
الٰہی خیر ہو میرے سفر کی!(143)

متاعِ علم و ہنر چھن گئی مسلماں سے
دلوں پہ جہل کی ظلمت جما رہی ہے قدم(144)

کبھی تو عدل کا ڈنکا بجے زمانے میں
کبھی تو چین کے نغمات گائیں اہلِ نغم(145)

نام کا جزو ہے احسن مری سیرت وہ نہیں
اب تو چمکے مرے کردار کا اختر یا رَبّ(146)

ایسی نگاہ مجھ کو عطا کر کہ تاحیات
پوشیدہ ہو جو قطرے میں یم، دیکھتا رہوں(147)

منتظر ایسے ہی لمحے کا عزیز احسن ہوں
اِک توجہ سے بڑھا دیں مری عزت آقاؐ(148)

ہر ایک سانس عبادت میں ہو شمار عزیز
اگر حضورؐ کی سیرت تری نظر میں رہے (149)

جذبوں کا سچ ، عمل کو جِلا بخشتا رہے
احسن صداقتوں کو ہی اپنا ہنر کریں!(150)

ان کی سیرت کے آئینے میں عزیز
آپ اپنا مشاہدہ کیجے(151)

توڑ کر سب محبتوں کے صنم
خود کو ہر قید سے رہا کیجے (152)

اے کاش عزیز ، اُنؐ کی محبت کےا ثر سے
مہکیں مرے کردار کی خوشبو سے فضائیں (153)

وہ نقشِ پائے محمدؐ سے ہٹ نہیں سکتا
جسے خبر ہے کہ جینے کا اِک ہنر ہے یہی (154)
ظلم کی دھوپ میں رحمتِ بحرو بر
ہیں تو انسانیت کی اماں آپؐ ہیں (155)

دعائیں مانگ لی ہیں میں نے ساری
الٰہی اب ضرورت ہےا ثر کی !(156)

سب سے بڑھ کر آپ کا احسان ہے ہم پر حضورؐ
آپ نے ہم کو بتایا ہے کہ خالق کون ہے؟(157)

صنعت تضاد:

"علم بدیع کی اصطلاح میں تضاد کے معنی ہیں ایسے الفاظ استعمال میں لانا جن کے معنی ایک دوسرے کی ضِد اور مقابل ہوں، اس صنعت تضاد سے مراد عام معنی ہیں۔ صنعتِ تضاد کو صنعتِ طباق، صنعتِ تطبیق، صنعتِ تکافو بھی کہا جاتا ہے۔"(158)

”اس صنعت کو مطابقت، تطبیق، تکافو، تقابل ضدین، تناقض یا
متضاد کہتے ہیں۔ اصطلاح میں، کلام میں دو ایسے الفاظ استعمال کرنا جو
معنی کے لحاظ سے ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ خواہ وہ دونوں اسم ہوں یا
دونوں فعل یا دونوں حرف ہوں یا ایک اسم ہو اور ایک فعل۔(159)

عزیز احسن نے اپنی کلام میں جابجا صنعت تضاد کے استعمال سے دلکشی پیدا کی ہے۔مثالیں پیشِ نظر ہیں:

بس تو ہی محیط بحر و بر ہے
تو مالکِ مُلکِ خشک و تر ہے (160)

تو ہے خبیرِ تحت وفوق ،تو ہے علیمِ جُز و کُل
تیری طرح نہیں کوئی کون ومکاں میں باخبر(161)

محال ہو گئی تمیز خیرو شر یکسر
ہوا ہے خیر میں شر آ کے اس طرح مدغم (162)

سلاحِ نطق و نوا ہو چکے ہیں زنگ آلود
سپاہِ لفظ و معانی کو دیکھ کر بیدم (163)

جنہیں اپنائیت سے دیکھ کر اپنا کہوں میں !
بڑی مدت سے ایسے بام و در کا منتظر ہوں (164)

مجھے اَوہام کے اِس زہر کا تریاق دے دے !
الٰہی میں یقین ِ معتبر کا منتظر ہوں (165)

نامِ رسول ؐ پر کوئی دل سے فِدا تو ہو
یعنی تضادِ قول و عمل کی دوا تو ہو (166)

رحمتِ بحرو بر ، ہادیٔ خشک وتر
زینِ شام وسحر ، رونقِ دشت و در(167)

اے شافعِ اُممؐ ! ہے تمنا ئے عاصیاں
نوبت کبھی نہ آئے سوال و جواب کی (168)
یقیں کےساتھ اُٹھیں ہاتھ جب دعا کے لیے
قفس کی آہنی دیوار میں بھی در ہو جائے (169)

ہماری فکرِ سخن کا عقاب جب بھی اُڑے
فضائےطیبہ میں پہنچے، یہاں وہاں نہیں جائے(170)

وہ عشق جو پہنچائے درِ شاہِ ہدیٰؐ تک
تنویر اسی کی ہو مرے شام وسحر میں (171)

ہو پیش ِ نظر مرضیٔ آقاؐ ہی مسلسل
مقصد ہو فقط ایک ہر اِک نفع وضرر میں (172)

تڑپ رہے ہیں یہاں ہزاروں
پہنچ رہے ہیں وہاں ہزاروں (173)

دعائیں ہو رہی رات دن ادبار ٹلنے کی
مگر تاثیر بھی حرفِ دعا کی ہو گئی فانی(174)

لازم ہے شکر اس پہ بھی صبح و مسا عزیز
طیبہ ہے دل کی آنکھ میں گو ہے نظر سے دور(175)

کعبے کی تجلی جو کسی دل میں اُتر جائے
اس دل کے لیے ہیچ رہیں شمس وقمر بھی(177)
تیرگی کے غار ہی میں نے بسائے ہیں سدا
روشنئ اُسوۂ احمدؐ ہو اب احوال میں (178)

عہد نو میں حق و باطل ہو گئے گڈمڈ عزیز
درمیانِ حق و باطل ، سد اُٹھانی چاہیے(179)

زہر تھا زیست میں اس طرح گُھلا ، زیست نہ تھی
شہدِ تریاق کیا زیست میں شامل جس نے(170)

صنعت مراعات النظیر :

"اس صنعت کو ایتلاف، تلفیق اور مؤاخات بھی کہتے ہیں۔
کلام میں چند ایسی چیزوں کا ذکر کرنا جن میں تضاد کے سوا کسی قسم کی مناسبت ہو، مثلاً باغ کے ذکر کے ساتھ گل، بلبل، بہار، خزاں ،صیاد، ندی اور باغباں وغیرہ کا ذکر کرنا۔ اس صنعت کے استعمال سے کلام میں انتہا درجے کا فنی حسن پیدا ہوتا ہے۔"(181)

کلیاتِ عزیز احسن میں مراعات النظیر کی مثالیں:

عزیز احسن نے اپنی نعتیہ شاعری کو مختلف صنعتوں سے حسن بخشا ہے صنعت مراعات النظیر کا استعمال ان کی فنی مہارت کا ثبوت ہے۔

ہر اک چمن ہے خزاں رسیدہ ہر ایک گلزار سوختہ ہے
بس اِک مدینے کا باغ ہے جو بفضلِ ربی ہرا بھرا ہے(182)
محبتِ شاہِ دین و دنیا کے کھل رہے ہیں چمن ہزاروں
اِدھر کھلے ہیں گلاب و سوسن اُدھر ہیں سرو سمن ہزاروں(183)

کھل جاتے ہیں سب غنچے پھر مغفرتِ ربّ کے
اللہ بھی کرتا ہے ایسی چمن آرائی (184)

حمد لکھو، نعت لکھو ،منقبت لکھو عزیز
کوئی بھی صنفِ سخن اِن کا بدل نہیں ہوتی (185)

مقرر بے عمل ، قصرِ خطابت میں مقید ہے
مفسر بھی فصیلِ فہم وعلم وفن کا زندانی(186)

حلمِ حسنؓ و طرزِ حسینیؓ میں یقیناً
ہے مرتضویؓ حسن، جمالِ نبوی بھی (187)

میرے اللہ واسطہ تجھ کو
تیری عظمت کا تیری قدرت کا

جبَر وت اور تیری سطوَت کا
رفعت و صولت و جلالت کا
تیری اس بے پناہ طاقت کا (188)

ماٰمنِ خیر ترےؐ! ذات ِ مقدس ٹھہری
منبعِ حسن ترےؐ! عکسِ سراپا ٹھہرا (189)

طاہر بھی امام و مصطفیٰؐ بھی
ناصر بھی شکور و مجتبیٰؐ بھی (190)

قدم قدم پہ چراغِ و فا کریں روشن
محبتوں کی یونہی روشنی زیادہ کریں (191)

ملے تاثیر مومن کی دعاؤں کو ، صداؤں کو
اگر مقبول ہو جائے کوئی اشکِ پشیمانی (192)

جہاں اخلاص ہے کچھ، طاقتِ سعی وعمل گُم ہے
جہاں اعمال ہیں، اخلاص کی ہے تنگ دامانی (193)

واحد بھی وہی ہے اور احد بھی
صرف اس کی ہی ذات ہے صمد بھی (194)

مطلع:

”غزل یا قصیدہ کا پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں مطلع غزل کے مخصوص وزن، آہنگ موسقیت اور ردیف و قافیہ کے ذریعے ایک ایسی ذہنی فضا پیدا کرتا ہے کہ جس میں باقی اشعار یکے بعد دیگرے اپنا جلوہ دکھاتے ہیں چناں چہ یہ ضروری ہے کہ مطلع ہر قسم کے حشو و زوائد اور تنافرِ کلمات سے پوری طرح پاک ہو، اس کی بندش چست ہو اور اس کے دونوں مصرعے خوب رواں دواں ہوں تا کہ وہ ذہنی فضا پیدا کر سکے۔ دونوں مصرعوں میں قافیہ کی قید بھی انہی مصلحتوں کے تحت وجود میں آئی ہے۔ غرضیکہ مطلع ہمیں وہ جذباتی آمادگی عطا کرتا ہے جو غزل کے اشعار کو پڑھنے، محسوس کرنے، ان کو سمجھنے، ان سے محظوظ ہونے اور ان سے بھر پور تاثر لینے کے لیے ضروری ہے۔“(195)

کلیاتِ عزیز احسن کے مطالع کی چند مثالیں دیکھیے:

ماہِ عرب ہے، مہرِ عجم ہے تمہاری ذاتؐ!
نازاں ہیں ہم کہ فخرِ اُمم ہے تمہاری ذاتؐ!(196)

اُمت کے لیے اُسوۂ کامل کا نمونہ
ہستی میں محمدؐ کی ہے منزل کا نمونہ(197)

نہ عزّ و جاہ نہ تاجِ شہی نظر میں رہے
حضورؐ آپؐ کی سیرت مری نظر میں رہے(198)

اے کاش ! عزیز اِتنی صداقت مجھے مل جائے
دنیا میں برتنے کو وہ سیرت مجھے مل جائے (199)

دشت ہے کل جہاں سائباں آپؐ ہیں
یا نبیؐ رحمت ِ بے کراں آپ ہیں (200)

دنیا کی تمنا ہے نہ جنت ہے نظر میں
سب کچھ ہے اگر آپؐ کی سیرت ہے نظر میں (201)

تذکرے چاروں طرف شاہِ اُمم ! آپ کے ہیں
ہر طرف پھیلے ہوئے نقشِ قدم آپ کے ہیں (202)

میں فقیر راہ ہوں اب شاہ کر دیجے مجھے
نعت کے مفہوم سے آگاہ کر دیجے مجھے (203)

لِکھوں میں نعت ِ شاہ ِ دو عالمؐ بہر زماں
ہو سر بلند ان کا ہی ہر چم بہر زماں (204)

نامِ رسولؐ پر کوئی دل سے فِدا تو ہو
یعنی تضادِ قول و عمل کی دوا تو ہو (205)

مقطع:

"غزل اور قصیدے کے آخری شعر، بشرطیکہ شاعر نے اس میں اپنا تخلص بھی نظم کیا ہو مقطع کہلاتا ہے۔ مقطع کو متمم غزل بھی کہا جاتا ہے۔ جناب عبادت بریلوی کے نزدیک مقطع میں اپنا تخلص لانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شاعر اپنے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہے۔ تخلص کا یہ استعمال قاری کو شاعر سے قریب تر کر دیتا ہے اور اس سے شاعر کی مخصوص شخصیت کی خصوصیت اس پر بے نقاب ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ مقطع غزل کی وحدت کو ذہن نشین کراتا ہے اور اس کے مکمل ہونے کا احساس دلاتا ہے۔(206)

ہر ایک لمحہ عبادت میں ہو شمار عزیز
تمام عمر جو آقا کا نقشِ پا دیکھو(207)

غزوات کی سنت جب زندہ ہو عزیزاحسن
نام آئے تمھارا بھی جانباز سواروں میں(208)

منظر یہ دیکھنا بھی مقدر میں تھا عزیز
گُل ہیں چراغ، حق وصداقت کی راہ کے(209)

عدل کا دیپ بجھایا ہے جو ملت نے عزیز
وہ فقط دین کے قانون سے روشن ہوگا(210)

آج عزیز نعت کا رنگ ہی اور ہو گیا
آج سخن کے سلسلے شمع نئی جلا گئے (211)

کیوں اور کسی جانب دیکھوں میں عزیز احسن
ہے جمع ہر اک خوبی اللہ کی مِنّت میں (212)

یہی ہے ختمِ نبوت کا مدّعا احسن
مُطَاع اب کوئی مامور ہو نہیں سکتا (213)

عزیز درد کا دریا عبور کیسے ہو ؟
کہ اس بھنور سے نکلنے کی آس بھی نہ رہی (214)

قافیہ:

مولوی نجم الغنی قافیے کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"لُغت میں قافیے کے معنی پیچھے آنے والے کے ہیں اور اصطلاح میں قافیہ چند حروف معین کا نام ہے جو ،مطلع غزل وقصیدہ ، ابیات،مثنوی کے ہر مصرع کے آخر میں قطعہ و باقی اشعار غزل وقصیدہ کے مصرعۂ ثانی کے آخر میں الفاظ مختلفہ کے اندر مکرر آتے ہیں اور مستقل نہیں ہوتے۔"(215)

کوہِ فاراں سے چلی ہے حشر تک پھیلے گی اب
رحمتِ عالمؐ کے لفظوں میں صدا کی روشنی (216)

عرصۂ جہد و عمل اب تک ہے اُس سے ضوفشاں
بدر کے میداں میں جو پھیلی دعا کی روشنی (217)

جل اُٹھے ہر سمت دنیا میں تیقن کے چراغ
یوں دلوں کو نورِ بطحاؐ نے عطا کی روشنی (218)

درج بالا اشعار میں عطا، صدا، حرا، دعا، عطا قوافی ہیں۔

اُمت کے لیے اسوۂ کامل کا نمونہ
ہستی میں محمدؐ کی ہے منزل کا نمونہ (219)

ذات ِ شہہؐ والا سے حرارت ہے لہو کی
ٹھہرائیں دو عالم کو اگر دل کا نمونہ (220)

حالات کی ہر ڈوبتی کشتی کے لیے ہے
کونین کے سرور ہی میں ساحل کا نمونہ (221)

درج کیے گئے اشعار میں منزل، دل، ساحل ،قوافی ہیں۔

وہ ایک نام کہ جس پر ہے انحصا رِ وجود
اسی کا عشق مرے پاس ہے امانت بھی !

رحیم ایسے کہ رحمت ہیں سب جہانوں کی
اُنہی کے پاس خلوص و وفا کی دولت بھی !

اُنہیؐ کے ذکر نے جذبے جگا دیئے دل میں
دیارِ ذات میں پھیلی ہے ان کی نکہت بھی! (222)

درج بال اشعار میں قوافی امانت، دولت، نکہت ہیں۔

ردیف:

ردیف سے مراد وہ کلمہ یا کلمات ہیں جو قافیے کے بعد مکرر واقع ہوتے ہیں ۔ ردیف کم از کم ایک مستقل کلمے پر مشتمل ہوتی ہے۔ ردیف ایرانیوں کی ایجاد ہے شعرائے عرب ردیف کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔ ردیف کے لیے ضروری نہیں کہ ہر جگہ اس کی تکرار ایک ہی معنی میں ہو۔ شاعر اگر چاہے تو ردیف کے کلمے کو ایک شعر یا مصرع میں ایک معنی میں اور دوسرے شعر یا مصرع میں دوسرے معنی میں بھی استعمال کر سکتا ہے۔ قافیہ کی طرح ردیف بھی شاعری کی آزادی کو محدود کرتی ہے۔ قطعہ، غزل اور قصیدے میں بالخصوص ردیف آزادیٔ اظہار میں خلل انداز ہوتی ہے۔

ردیف اُنمل اور بے جوڑ ہو تو سنگلاخ زمین وجود میں آجاتی ہے جس میں شاعر کچھ کہنے کے بجائے بمشکل ردیف و قافیہ ہی کو نبھا سکتا ہے، بعض اوقات ردیف بجائے خود اتنی مشکل ہوتی ہے کہ قوافی خواہ کتنے ہی سہل کیوں نہ ہوں۔ اس زمین میں کام کا شعر نکالنا مشکل ہوجاتا ہے۔" (223)

کلیات عزیز احسن میں ردیف کا استعمال:

کلیات عزیز احسن میں ردیف کی مثالیں دیکھیے:

ہے غرب تا شرق شورِ صلِ علی ، کہ رحمت برس رہی ہے
عروسِ نو کی مثال گیتی تمام خوشبو میں بس رہی ہے (224)

تمام اصنامِ خود تراشیدہ ایک اُمی نے توڑ ڈالے
اُسی نے بیت الحرام سے پھر بنے ہوئے سب خدا نکالے (225)

تڑپ رہے ہیں یہاں ہزاروں
پہنچ رہے ہیں وہاں ہزاروں(6 2 2)

فراقِ طیبہ میں اب تو شاید جگر مراخون ہو چلا ہے
میں اُن فضاؤں سے دور رہ کر جیوں، کہاں مراحوصلہ ہے(227)

اِتباعِ نبوی میں جو نمایاں ہو جائے
وہ زمانے کے لیے مہرِ درخشاں ہو جائے (228)

لِقائے روئے مبارک کا خواب دیکھتے ہیں
حضورؐ! ہم بھی بصد اضطراب دیکھتے ہیں (229)

متن میں ہو جو ذکرِ نبی ؐ ضوفشاں
خود ہی ہو جائے گی شاعری ضوفشاں (230)

کلیاتِ عزیز احسن میں رموزِ اوقاف:

کلیات عزیز احسن نے اپنے اشعار میں شعر کی درست تفہیم کو ممکن بنانے کے لیے رموزِ اوقاف کا بہترین استعمال کیا ہے۔اس کی مثالیں ملاحظہ کیجیے:

تیرے گواہ ہیں سبھی ، شام و سحر، شجر، حجر
تیرے ہی ذکر میں مگن، برگ ہوں پھول یا ثمر(231)

طائف ، حرم ، مدینہ و حبشہ بلادِ شام
پھیلا کیا پیام ترا نفرتوں کے بیچ(2 3 2)

نسلی فساد،ظلم وتشدد ، عداوتیں
آ قا! میں جی رہا ہوں انہی وحشتوں کے بیچ(233)

چلچلاتی دھوپ، دشتِ بے کراں ، انساں فگار
ایسے لمحے رحمتوں کا سائباں بخشا گیا (234)

مالکِ بحرو بر بھی تو، خالقِ خشک و تر بھی تو
تیرا جمال ہی عیاں ،قریہ بہ قریہ کو بہ کو (2 3 5)

اُنہیںؐ چاہنا ، اُنہیںؐ سوچنا، اُنہیںؐ ماننا، انہیںؐ جاننا
یہ بجا مگر وہ عمل کہاں ، ہے جو امتیاز ، اصول کا (236)

صرف خیال سے گریز ، سچ کی طرف سفر بنا
ظلمتِ شب میں مہرساں ،روشنیاں لٹا گئے(237)

کہتی آئی یہ سرگوشیوں میں صبا
مرحبا ، مرحبا، مرحبا ، مرحبا (8 3 2)

پیمبر بھی ، معلم بھی، مزکّی بھی، مجاہد بھی
ہراِک میداں میں پرچم سرورِ دیںؐ کا رہا اونچا(239)

بو بکرؓ ہوں ، عثماںؓ ہوں ، فاروقؓ کہ حیدرؓ ہوں
ہم فرق نہیں کرتے سرکار کے یاروں میں(240)

واوین کا استعمال:

فضلیت کا مسلمانوں میں اِک معیار تھا "تقویٰ"
مداراب ہوگیا دنیا کی دولت پر فضیلت کا(241)

اے کاش اہل بزم سبھی یہ صدا سُنیں!
"اللہ نے تمہاری دُعا مستجاب کی "(242)

حق ، کہ ذاتِ پاک ہے رَبّ کا مکمل شاہکار
آپؐ ہی کی ذات مظہر "احسن التقویم" کی (243)

ساری دنیا میں مرے سرکارؐ کا ڈنکا بجے
کوئی "دین اللہ" کا باغی نہ دنیا میں رہے(244)

میری بھی روح آپؐ کے در کا کرے طواف
گونجے سماعتوں میں یہ آواز " کچھ کہو"(245)

یہ آرزو ہے عزیزِ احسن کہ بابِ جبریل پر پہنچ کر
بصدادب کرسکوں گزارش "حضور قدموں میں آپڑا ہوں"(246)

امتیازی رنگ "تقویٰ "ہو ہر اک تصویر کا
شہر میں ایسی نمائش بھی لگانی چاہیے (2 4 7)

یہ نعت "استغاثہ" بن گئی تو میں دعا کروں
زوالِ بدنہاد حکمراں کی ، کردگار سے (2 4 8)

اضطرابِ روح کا ہے اِک مداوا "پیروی"
چھوڑ کر اُسوہ نبیؐ کا کیسی راحت ، کیا سکوں؟ (250)
چھوٹے بڑے سبھی ہوئے گمراہ شہر میں
اپنا کے سب اصول "لعیں سربراہ" کے (2 5 1)

عصیاں کاخوف دل کو رُلاتا ہے ، پر"اُمید"
میں بھی تو اُمتیِ رؤف الرحیم ہوں (2 5 2)

ہر لفظ عاجزی کا مرقع تو ہے مگر
مدحت میں آ کے کہتا ہے" میں بھی عظیم ہوں"!(253)

حوالہ جات

1۔ ابوالاعجاز صدیقی: "کشاف تنقیدی اصطلاحات" مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص ۱۳۷

2۔ "اُردو انسائیکلو پیڈیا" (نیا ایڈیشن) فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۶۸ء، ص ۱۲۶

3۔ ڈاکٹر مُزمل حسین: "اُردو میں علم بیان اور علم بدیع کے مباحث" مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۱۰ء ص ۸۲

4۔ پروفیسر سید منیر حسین: "اُردو سنگت" فسٹ ائیر سنگت پبلی کیشنز، فیصل آباد، ۲۰۱۵۔۱۶ء، ص ۳۵۶

5۔ ڈاکٹر عبدالطیف: "فرہنگ فارسی" کتابستان پبلشنگ کمپنی، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۲۰۵

6۔ ڈاکٹر عزیز احسن: "کلیات عزیز احسن" نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، ۲۰۱۷ء، ص ۱۷۹

7۔ ایضاً، ص ۱۹۸

8۔ ایضاً، ص ۳۵۲

9۔ ایضاً، ص ۱۲۳

10۔ ایضاً، ص ۴۰۰

11۔ ایضاً، ص ۱۱۲

12۔ ایضاً، ص ۱۹۸

13۔ ایضاً، ص ۶۱۷

14۔ ایضاً، ص ۳۸۳

15۔ ایضاً،ص ۲۰۰

16۔ ایضاً،ص ۲۰۰

17۔ ایضاً،ص ۶۹۹

18۔ ایضاً،ص ۲۱۳

19۔ ایضاً،ص ۲۵۷

20۔ ایضاً،ص ۲۰۹

21۔ ایضاً،ص ۲۲۶

22۔ ایضاً،ص ۲۰۰

23۔ ایضاً،ص ۴۰۰

24۔ ایضاً،ص ۲۵۶

25۔ ایضاً،ص ۴۲۰

26۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی: "کشاف تنقیدی اصطلاحات" مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ،۱۹۸۵ء،ص ۱۲

27۔ "اُردو میں علمِ بیان اور علمِ بدیع کے مباحث" ص ۹۷

28۔ "کلیاتِ عزیز احسن" ص ۶۸۵

29۔ ایضاً،ص ۱۲۷

30۔ ایضاً،ص ۱۱۲

31۔ ایضاً،ص ۱۲۷

32۔ ایضاً،ص ۴۱۶

33۔ ایضاً،ص ۲۲۳

34۔ ایضاً،ص ۴۱۷

35۔ ایضاً،ص ۱۰۷

36۔ ایضاً،ص ۵۵۸

37۔ ایضاً،ص۱۲۷

38۔ ایضاً،ص۱۸۰

39۔ ایضاً،ص۱۷۷

40۔ ایضاً،ص۶۱۳

41۔ ایضاً،ص۲۱۵

42۔ ایضاً،ص۱۴۶

43۔ ایضاً،ص۱۲۷

44۔ ایضاً،ص۱۳۱

45۔ ایضاً،ص۱۲۶

46۔ ایضاً،ص۱۴۶

47۔ ایضاً،ص۱۴۳

48۔ ڈاکٹر مُزمل حسین: "اُردو میں علم بیان اور علم بدیع کے مباحث" مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۱۰ء ص۸۲

49۔ پروفیسر طاہر صدیقی: "دستور اُردو" مجید پبلشرز، لاہور، 2010ء، ص۱۷۰

50۔ "کلیاتِ عزیز احسن" ص، 110

51۔ ایضاً،ص111

52۔ ایضاً،ص555

53۔ ایضاً،ص175

54۔ ایضاً،ص136

55۔ ایضاً،ص133

56۔ ایضاً،ص141

57۔ ایضاً،ص144

58۔ ایضاً،ص707

59۔ ایضاً،ص112

60۔ ایضاً،ص613

61۔ ایضاً،ص135

62۔ ایضاً،ص119

63۔ ڈاکٹر مُزمل حسین: "اُردو میں علم بیان اور علم بدیع کے مباحث" مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۱۰ء ص110

64۔ پروفیسر طاہر صدیقی: "دستورِ اُردو" مجید پبلشرز، لاہور، 2010ء، ص175

65۔ "کلیاتِ عزیز احسن" ص، 152

66۔ ایضاً،ص152

67۔ ایضاً،ص752

68۔ ایضاً،ص752

69۔ ایضاً،ص746

70۔ ایضاً،ص734

71۔ ایضاً،ص730

72۔ ایضاً،ص718

73۔ ایضاً،ص691

74۔ ایضاً،ص691

75۔ ایضاً،ص688

76۔ ایضاً،ص554

77۔ ایضاً،ص175

78۔ ایضاً،ص434

79۔ ایضاً،ص686

80۔ ایضاً،ص622

81۔ ایضاً،ص153

82۔ ایضاً،ص153

83۔ ایضاً،ص245

84۔ ایضاً،ص110

85۔ ایضاً،ص184

86۔ ایضاً،ص185

87۔ ایضاً،ص156

88۔ ایضاً،ص156

89۔ ایضاً،ص208

90۔ ایضاً،ص193

91۔ ایضاً،ص211

92۔ ایضاً،ص225

93۔ ایضاً،ص604

94۔ ایضاً،ص744

95۔ ایضاً،ص740

96۔ ایضاً،ص400

97۔ ایضاً،ص332

98۔ ایضاً،ص153

99۔ ایضاً،ص147

100۔ ایضاً،ص660

101۔ ایضاً،ص101

102۔ ایضاً،ص566

103۔ ایضاً،ص695

104۔ ایضاً،ص215

105۔ ایضاً،ص260

106۔ ایضاً،ص219

107۔ ایضاً،ص217

108۔ ڈاکٹر مزمل حسین:"اُردو میں علم بیان اور علم بدیع کے مباحث"مجلس ترقی ادب، لاہور،۲۰۱۰ء ص129

109۔ "کلیاتِ عزیز احسن"ص120

110۔ ایضاً،ص121

111۔ ایضاً،ص121

112۔ ایضاً،ص340

113۔ ایضاً،ص201

114۔ ایضاً،ص751

115۔ ڈاکٹر مزمل حسین:"اُردو میں علم بیان اور علم بدیع کے مباحث"مجلس ترقی ادب، لاہور،۲۰۱۰ء ص131

116۔ کلیاتِ عزیز احسن،ص154

117۔ ایضاً،ص246

118۔ ڈاکٹر مزمل حسین:"اُردو میں علم بیان اور علم بدیع کے مباحث"مجلس ترقی ادب، لاہور،۲۰۱۰ء ص177

119۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی:"کشاف تنقیدی اصطلاحات"مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد ،۱۹۸۵ء،ص47

120۔ "کلیاتِ عزیز احسن"ص419

121۔ ایضاً،ص558

122۔ ایضاً،ص708

123۔ ایضاً،ص708

124۔ ایضاً،ص766

125۔ ایضاً،ص632

126۔ ایضاً،ص763

127۔ ایضاً،ص351

128۔ ایضاً،ص181

129۔ ایضاً،ص181

130۔ ایضاً،ص178

131۔ ایضاً،ص623

132۔ ایضاً،ص705

133۔ ایضاً،ص732

134۔ ایضاً،ص540

135۔ ایضاً،ص649

136۔ ایضاً،ص752

137۔ ایضاً،ص753

138۔ ایضاً،ص519

139۔ ایضاً،ص672

140۔ ایضاً،ص663

141۔ ”کشاف تنقیدی اصطلاحات“ص47

142۔ ”علم بیان اور علم بدیع کے مباحث“ص183

143۔ ”کلیات عزیز احسن“ص309

144۔ ایضاً،ص111

145۔ ایضاً،ص113

146۔ ایضاً،ص118

147۔ ایضاً،ص119

148۔ ایضاً،ص158

149۔ ایضاً،ص173

150۔ ایضاً،ص200

151۔ ایضاً،ص205

152۔ ایضاً،ص205

153۔ ایضاً،ص213

154۔ ایضاً،ص214

155۔ ایضاً،ص175

156۔ ایضاً،ص329

157۔ ایضاً،ص355

158۔ "کشاف تنقیدی اصطلاحات" ص39

159۔ "اُردو میں علمِ بیان اور علمِ بدیع کے مباحث" ص،39

160۔ "کلیات عزیز احسن" ص330

161۔ ایضاً،ص103

162۔ ایضاً،ص111

163۔ ایضاً،ص115

164۔ ایضاً،ص127

165۔ ایضاً،ص167

166۔ ایضاً،ص203

167۔ ایضاً،ص243

168۔ ایضاً،ص353

169۔ ایضاً،ص357

170۔ ایضاً،ص365

171۔ ایضاً،ص371

172۔ ایضاً،ص371

173۔ ایضاً،ص377

174۔ ایضاً،ص390

175۔ ایضاً،ص416

176۔ ایضاً،ص528

177۔ ایضاً،ص603

178۔ ایضاً،ص621

179۔ ایضاً،ص649

180۔ ایضاً،ص686

181۔ "اُردو میں علم ِ بیان اورعلمِ بدیع کے مباحث"ص192

182۔ "کلیات عزیز احسن"ص395

183۔ ایضاً،ص379

184۔ ایضاً،ص369

185۔ ایضاً،ص363

186۔ ایضاً،ص377

187۔ ایضاً،ص582

188۔ ایضاً،ص624

189۔ ایضاً،ص147

190۔ ایضاً،ص424

191۔ ایضاً،ص392

192۔ ایضاً،ص391

193۔ ایضاً،ص389

194۔ ایضاً،426

195۔ ”اُردو میں علم ِ بیان اور علم ِ بدیع کے مباحث“ ص192

196۔ ”کلیات عزیز احسن“ ص160

197۔ ایضاً،ص165

198۔ ایضاً،ص172

199۔ ایضاً،ص178

200۔ ایضاً،ص184

201۔ ایضاً،ص186

202۔ ایضاً،ص188

203۔ ایضاً،ص192

204۔ ایضاً،ص195

205۔ ایضاً،ص203

206۔ ”کشاف تنقیدی اصطلاحات“ ص185

207۔ ”کلیات عزیز احسن“ ص736

208۔ ایضاً،ص734

209۔ ایضاً،ص730

210۔ ایضاً،ص726

211۔ ایضاً،ص722

212۔ ایضاً،ص720

213۔ ایضاً،ص715

214۔ ایضاً،ص706

215۔ ”کشاف تنقیدی اصطلاحات“ ص140

216۔ ”کلیات عزیز احسن“ ص132

217۔ ایضاً، ص132

218۔ ایضاً، ص132

219۔ ایضاً، ص165

220۔ ایضاً، ص165

221۔ ایضاً، ص165

222۔ ایضاً، 168

223۔ ”کشاف تنقیدی اصطلاحات“ ص87

224۔ ”کلیات عزیز احسن“ ص237

225۔ ایضاً، ص239

226۔ ایضاً، ص377

227۔ ایضاً، ص395

228۔ ایضاً، ص550

229۔ ایضاً، 576

230۔ ایضاً، ص554

231۔ ایضاً، ص102

232۔ ایضاً، ص140

233۔ ایضاً، ص141

234۔ ایضاً، ص146

235۔ ایضاً، ص105

236۔ ایضاً، ص664

237۔ ایضاً، ص721

238۔ ایضاً،ص710

239۔ ایضاً،ص224

240۔ ایضاً،ص733

241۔ ایضاً،ص219

242۔ ایضاً،ص354

243۔ ایضاً،ص383

244۔ ایضاً،ص512

245۔ ایضاً،ص548

246۔ ایضاً،ص361

247۔ ایضاً،ص649

248۔ ایضاً،ص672

249۔ ایضاً،ص672

250۔ ایضاً،ص679

251۔ ایضاً،ص730

252۔ ایضاً،ص697

253۔ ایضاً،ص697

باب چہارم:

ڈاکٹرعزیزاحسن کا مقام ومرتبہ
(اہلِ علم کی نظر میں)

عزیزاحسن دورِ حاضر میں اُردو کے اہم ترین نعتیہ شاعر اور نقاد ہیں ۔نعتیہ شاعری پر تنقید کو رواج دینے میں عزیزاحسن کا حصہ نمایاں ہے۔ان کی نعتیہ شاعری پر گفتگو سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ شاعری کیوں ضروری ہے؟ شاعری پر تنقید کی کیا اہمیت ہے اور نعتیہ شاعری آج ہمارے معاشرے میں غور وفکر کے کون سے نئے زاویے دریافت کر رہی ہے؟ شاعری ذات کے اظہار کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی تاثیر نثر سے زیادہ ہے اور اس میں لوگوں کو مسحور کر دینے کی خصوصیت موجود ہوتی ہے۔

عزیزاحسن نعتیہ ادب کی تخلیق ،تنقید وتحقیق میں فعال شخصیت ہیں۔ علمی و ادبی حلقوں میں ان کی بصیرت افروز تحریروں کا برابر ذکر ہوتا رہتا ہے۔ان کے اٹھائے گئے سوالات پر ناقدین نے مختلف مقالات ومضامین بھی تحریر کیے ہیں۔کسی بھی تحریر کی ایک کامیابی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والوں کو غور وفکر کرنے پر مجبور کردے اور ڈاکٹر عزیزاحسن کی تحریریں قارئین وناقدین کی توجہ حاصل کرنے میں اکثر کامیاب رہتی ہیں۔

تخلیق اور تنقید کے درمیان ایک نہایت گہرا رشتہ موجود ہے ۔ دونوں میں جذبہ، احساس، خیال اور اظہار ایک سے پیرائے میں وارد ہوتا ہے ۔تنقید اپنی اصل میں اس طرح انسانی ذہن کو متاثر کرتی ہے جس سے زبان، احساس، خیال اور جذبہ کی نشوونما میں بھی مدد ملتی ہے۔

تنقید اس وقت اہم ترین صورت اختیار کرلیتی ہے جب نقاد کو نعت جیسی محترم صنفِ سخن پر اظہارِ خیال کرنا پڑے۔نعتیہ تنقید کی روایت کچھ اتنی پرانی نہیں ہے۔کچھ عرصہ قبل نعت کو

تنقید سے ماوراءصنف خیال کیا جاتا تھا۔ جب کسی صنفِ سخن کو کسی بھی قسم کی بحث اور گفتگو سے ماوراء سمجھ لیا جائے تو اُس صنف میں ارتقائی عمل رک جاتا ہے۔ ہمارے ہاں نعت گوئی اور نعت خوانی میں یہ صورتحال بتدریج پیدا ہوتی رہی یہاں تک کہ تخلیقی سطح پر نعت کا سفر متاثر ہوا۔ نعت گو شعراء نے اِس بات پر توجہ کم کر دی کہ موضوعات کیسے ہوں اور زبان میں احتیاط کے تقاضے کیا ہونے چاہییں۔

عزیز احسن، بنیادی طور پر ایک شاعر ہیں۔ انھوں نے 2000ء میں اپنا شعری مجموعہ ''تیرے ہی خواب میں رہنا'' کے نام سے شائع کروایا۔ اس میں 1964ء سے 2000ء تک کی عام شاعری، غزل، نظم، قطعات وغیرہ کا انتخاب تھا۔ معروف محقق، مصنف، ماہرِ تعلیم اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، کے ششماہی جریدہ "علم کی روشنی" کے مدیر، ڈاکٹر محمود الرحمٰن نے ان کے مجموعۂ شاعری پر انگریزی میں بھرپور تبصرہ کر کے اپنے رسالے میں شائع کیا اور قلمی مخطوطہ عزیز احسن کے حوالے کر دیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریر سے کچھ اقتباسات یہاں دیدیئے جائیں تاکہ عزیز احسن کے شعری مزاج کا کچھ ادراک ہو سکے۔

> ‘Being as old as Pakistan, Aziz Ahsan has presented what he has seen. Thus, his poetry becomes as written record of the events emerged during the last leg of the 20th century. Some verses highlight the facts which I have just pointed out:

یہ ننگے پاؤں، یہ تپتی سڑک، یہ دھوپ کڑی
بڑے عذاب میں ڈالا ہے نونہالوں کو
شام کی رِدا اوڑھے غم دلوں میں در آیا
صبح کتنی مشکل سے شہرِ جاں سے نکلا تھا
دریچۂ دلِ بے مہر ہی کھلا رکھیے
کوئی بھی شکل سہی، ہم سے رابطہ رکھیے

میں ظلمتِ شب سے لڑ رہا ہوں
یادوں کا دیا جلا ہوا ہے

Ranging from nature to humanity and love to reality, this volume of Aziz Ahsan is a good specimen of Urdu poetry and would surely be welcomed by all and sundry.
(1)

سہ ماہی" الاقرباء"، اسلام آباد کے صدر نشین سید منصور عاقل نے شمارہ جنوری۔مارچ 2006ء (سالنامہ) میں عزیز احسن کے نعتیہ مجموعے" کرم ونجات کا سلسلہ" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

> " کلام کے مطالعہ سے احساس ہوتا ہے کہ احترام و حبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ شاعر کو نعمۃً ارزانی ہوا ہے۔یہی نہیں بلکہ کلام کی بلاغت و جامعیت، کلیم کی علمی وفنی بصیرت کی بھی آئینہ دار ہے۔ لگتا ہے کہ انھیں اللہ نے خودنمائی کے منفی اندازِ حیات سے مامون فرما دیا ہے ورنہ نام نہاد شہرت ان کے در پر دست بستہ نظر آتی۔اس لیے بھی کہ وہ سماعت نواز خوش الحانی سے بھی متصف ہیں۔عزیز احسن جو پانچ دہائیوں سے متجاوز سفرِ حیات طے کر چکے ہیں اسلام اور تاریخِ اسلام کی معرفت رکھتے ہیں۔اور زبان و بیان پر جس قدرت کا ان کا کلام غماز ہے وہ ان کے اردو اور فارسی و عربی کے فاضل ہونے کا ثبوت مہیا کرتا ہے۔انھوں نے شعر کے فن کو بھی بڑی مہارت سے برتا ہے اور کہیں تکبر کو قریب نہیں آنے دیا"۔(2)

سید منصور عاقل نے عزیز احسن کی کتاب" ہنر نازک ہے" پر بھی تبصرہ کیا تھا۔ اس تبصرے کی چند سطور یہاں نقل کی جاتی ہیں:

" عزیز احسن ایک صاحبِ بصیرت اہلِ قلم، وسیع المطالعہ نقاد اور محتاط و مودّب نعت گو شاعر ہیں۔زیرِ نظر تصنیف ان کے تنقیدی مضامین پر مشتمل ہے جو نعتیہ شاعری کی مختلف الجہت نزاکتوں، لطافتوں اور باریکیوں کا احاطہ کرتی ہے۔جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مصنف نعتیہ شاعری میں نہ صرف حزم و احتیاط بلکہ صنفِ نعت کی تقدیس وتحریم کے پیشِ نظر ایمان وایقان، ارادت وعقیدت اور اعلیٰ شعور وادراک کے ساتھ شاعر کے لیے زبان وکلام کی لفظی ومعنوی نزاکتوں پر مرتکز فکر واحساس کو لازمی قرار دیتے ہیں۔۔۔۔عزیز احسن جہاں نعت گوئی کو فکر ونظر کی بعض جامع ومربوط شرائط سے مشروط ٹھہراتے ہیں وہیں وہ نعتیہ تنقید کے لیے بھی جو ایک واضح رجحان کے طور پر ماضی قریب میں منصۂ شہود پر آیا ہے، صنفِ نعت کی تفصیلِ نفسی کے لیے معیارات کا تعین بھی کرتے ہیں" ۔(3)

پروفیسر محمد اکرم رضا لکھتے ہیں:

''عزیز احسن کا شماران ممتاز اہلِ قلم میں ہوتا ہے جو اپنے فکر آموز قلم کی نوک سے تحقیق وتنقید سے لے کر شاعری سے ہر بھرپور جذبہ کشید کرنا جانتے ہیں۔ یہ انسان کے اپنے بس کی بات نہیں بلکہ ربّ دوعالم کی عطائے خاص ہے۔ جو گنگ جذبوں کو قوتِ گویائی اور زندگی کی حرارت سے معدوم لفظوں کو مسیحائی کی قوت عطا کرتا ہے۔عزیز احسن ممتاز انشا پرداز، صاحبِ ذوق شاعر، بلند ہمت محقق اور نقاد ہیں۔ چند برس پیش تر ان کے جذبات قلم کی جنبشوں کو اپنی خاموشی کے حصار میں لیے ہوئے تھے مگر جب طبیعت کو جولانی اور ذہن کی تحقیقی صلاحیتوں کو

منصۂ شہود پر آنے کا موقع ملا تو بلند رُتبہ ادب آزما بن گئے۔ آج ایک زمانہ ان کی ہمت مردانہ پر کمندِ شوق ڈالنے کا آرزومند ہے۔ عزیز احسن ہر آزمائش میں سرخرو اور ادب پیمائی کی ہر کٹھنائی میں محوِ تحقیق نظر آئے۔ یہ جذبۂ سربلند جب اُن کے بطنِ افکار سے طلوع ہوا تو اُس کی روشنی سے انشائے لطیف کے کتنے ہی شہ پارے زندگی بخش تب و تاب پانے لگے۔ یہ مرحلۂ شوق اب پہلے سے کہیں زیادہ تیزی کے ساتھ محوِ سفر ہے''۔(4)

وہ مزید لکھتے ہیں:

''عزیز احسن کی نعت شناسی عصر حاضر کی ظلمات میں ایک شمع روشن ہے جس سے نجانے کتنے ہی دلوں پر جمے ہوئے فکری مادیت کے جالے اُتر رہے ہیں۔ ان کی خوبی یہ ہے کہ جیسا لکھتے ہیں ویسا ہی محسوس کرتے ہیں ان کے فکر و نظر خیالات و اظہار میں تفاوت نہیں۔ اس لیے نقدِ نعت پر لکھتے ہوئے جب یہ نظمیاتی نعت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو وہاں نور آفریں فضا کے بکھرنے کا احساس ہوتا ہے۔ جب جذبے خالص، الفاظ، پاکیزہ، مصرعے کوثر و تسنیم کے حسن سے کیف آفرینی کشید کیے ہوئے ہوں تو پھر ایسا ہی ہوتا ہے۔ جو بات چلی ہے''۔

عزیز احسن کی نعت شناسی کی تو ہم مضمون کی ترتیب و تدوین سے چند لمحے مستعار لے کر ادھر کا رُخ کرتے ہیں:

قائم ہو جب بھی بزم حساب و کتاب کی
میں شان دیکھ پاؤں رسالت مآب کی
مجھ پر یہ لطف کم تو نہیں ہے کہ ہجر میں
کرتا ہوں نذر شعرِ عقیدت جناب کی

ہر فرد سیرتِ شہ والا میں ڈھل کے آئے
تجسیم ہوتو یوں ہو نئے انقلاب کی

عزیز احسن نے مندرجہ بالا اشعار میں عشق و عقیدتِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواہر بکھیرے ہیں۔ان کا شعری مجموعہ"شہپرِ توفیق" ذوق وشوق کی صدرنگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اسی شوق کی ہم رنگ ایک اور نعت کے دو اشعار دیکھیے:

خرد کی تیرہ شبی کی اگر سحر ہوجائے
تو رُوح عشقِ محمدؐ سے معتبر ہو جائے

چلو رسولِ گرامی سے عرض کرتے ہیں
حضور! لطف کی اس سمت اک نظر ہوجائے

عزیز احسن کی نعتیہ شاعری پر اسوۂ احمد سے وابستگی کی ایک گہری چھاپ لگی ہے۔ایک صاحبِ ایمان مسلمان جوحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گہری عقیدت رکھتا ہے اور آپ کے ہر رنگ کو اپنانا چاہتا ہے تو اسوۂ حضور ہی وہ سہارا ہے جس کی بدولت منزلِ مقصود اس کا مقدر بن سکتی ہے۔

جس کے طفیل راہِ عمل مستیز ہو
منبع ہے روشنی کا عجب اسوۂ نبی
یوں سیرتِ رسول میں ڈھل جاؤں میں عزیز!
بن جائے عرف و نام ونسب اسوۂ نبی''(5)

پروفیسر محمد اکرم رضا نعت شناسی کے ضمن میں خود عزیز احسن کی رائے نقل کرتے ہیں:

''نعت شناسی کے ضمن میں عزیز احسن کا کہنا ہے کہ"اسلوبیاتی سطح پر شعر میں شعریت کے عناصر جتنے زیادہ ہوں گے اتنی ہی اس شعر کی شعری و ادبی قدر بڑھ جائے گی۔ زبان کے امکانات کی وسعت، لفظیات کا صوتی اور معنوی جمال، استعارہ، علامت اور روزمرہ کا برمحل

اور ابلاغ آ گیں استعمال بھی شعر کی قدر میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔
میری کوشش اور خواہش ہے کہ نعتیہ ادب کی تنقید بھی ان تمام رجحانات کی
حامل ہو سکے جن کو عام شاعری کی پرکھ اور تحسین کے لیے اب تک برتا گیا
ہے۔ نفسِ مضمون، متن یا مافیہ کی حساسیت اور فضیلت بہرحال نعتیہ
شاعری کو عام شاعری سے جدا اور بلند رکھتی ہے۔ تنقیدی عمل میں اس
بات کا ہمیشہ لحاظ رکھا جائے گا یا رکھا جانا چاہیے‘‘(6)

بعد ازاں موصوف عزیز احسن کے خیالات پر اپنی رائے دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’گویا عزیز احسن کا مدعا یہ ہے کہ نعتیہ شعر کو ہر لحاظ سے مرصع
و مسجع ہونا چاہیے اور شاعری کے حسن میں جس قدر عوامل کارفرما ہوتے ہیں
اور جس قدر تراکیب و تشبیہات اپنی بہار دکھاتی ہیں وہ سب نعتیہ شاعری
کے حسن و جمال کا باعث بننے چاہئیں۔ اس ضمن میں جب ہم عزیز احسن
کی نعتیہ شاعری اور بعض تنقیدی مقالات پڑھتے ہیں تو ان کے الفاظ کی
صداقت کا بجا طور پر احساس ہوتا ہے۔ عزیز احسن کی نعتیہ تنقید اور نعتیہ
شاعری کے مختلف مراحل ہمیں احساس دلاتے ہیں کہ ان کے فکر و علم نے
کئی ادوار دیکھ رکھے ہیں۔ یقیناً انھوں نے وہ کرب ناک دَور بھی دیکھا
ہوگا جب نعتیہ شاعر کو ادب کے ناخدا، معمولی سا شعری یا تنقیدی مقام بھی
دینے کو تیار نہیں ہوں گے اور یہ دور بھی دیکھا ہے جب چاروں طرف نعت
و مدحت کا قلزمِ نور بہہ رہا ہے اور نعت کو ایک صنفِ شاعری سمجھنے سے
انکار کرنے والے آج اس کی زرنگار چھاؤں میں پناہ ڈھونڈ رہے ہیں۔
عزیز احسن کی نعت شناسی ایک سطحی قسم کے شاعر کی کاوشوں سے زندگی
اخذ نہیں کرتی بلکہ یہ تو ایک زمانے کو ساتھ لے کر چلتی ہوتی محسوس ہوتی
ہے اور عزیز احسن کی کاوشیں احساس دلاتی ہیں کہ یہ نعت شناسی کے بلندتر

مقام ومرتبہ سے بخوبی آگاہ ہیں''۔(7)

صبیح رحمانی نے لکھا:

"عزیز احسن اردو کے علمی و ادبی حلقوں اور بالخصوص نعتیہ حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ وہ ایک باکمال شاعر، سنجیدہ ادیب اور صاحبِ بصیرت نعت شناس کی حیثیت سے ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔انھوں نے اپنے عہد کی نعتیہ فضا کو تخلیقی وتنقیدی دونوں سطحوں پر متاثر کیا ہے۔عصرِ حاضر میں نعتیہ تنقید نگاری کے فروغ وارتقا میں ان کا اہم حصہ ہے اور اس حوالے سے ان کے غیر معمولی کام کی اہمیت اور افادیت سے کسی صورت بھی انکار ممکن نہیں۔"(8)

ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"عزیز احسن اس[نعتیہ ادب کے] قافلے کے اولین راہیوں میں سے ایک ہیں جن کو ان کی محنت، مطالعے اور ذوق نے اس قافلے کے سالاروں میں شامل کر دیا۔عزیز احسن صاحب کے مضامین میں نعت کے فنی تقاضوں،اسلوب کے مسئلوں،موضوع کے مطالبوں۔۔اور دوسرے تخلیقی پہلوؤں کا جائزہ بڑی وضاحت کے ساتھ ملتا ہے۔ وہ خالص ادبی نقطۂ نظر سے نعت کا مطالعہ کرتے ہیں اور فقہی خارزاروں میں الجھ کر اپنے دامن کو تار تار نہیں ہونے دیتے۔عزیز احسن صاحب نے نعت کا تخلیقی مطالعہ کیا ہے وہ نعت گو شعراء کے فہرست ساز نہیں۔"(9)

ڈاکٹر عزیز احسن بحرِ تحقیق وتنقید کے شناور ہیں اور اردو ادب میں بطور خاص نعتیہ ادب کے انتقادی رجحانات پر دسترس رکھتے ہیں۔ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کی یہ بات بجا ہے کہ وہ نعتیہ ادب کے

قافلے کے سالاروں میں سے ہیں۔جنہوں نے نعت نگاری کے ساتھ ساتھ نعت شناسی یعنی نقد نعت کوفروغ دیااور ہمہ جہت نعت کی ترویج میں منزل کی طرف گامزن ہیں.ڈاکٹر ریاض مجید عزیز احسن کے بارے میں لکھتے ہیں:

"عزیز احسن اردونعت کے معاصر منظر نامے کی وہ سعید روح ہیں جنہوں نے نعت کے باب میں قلم اٹھاتے ہوئے تو کیا نعتیہ مضامین کے بارے میں سوچتے ہوئے بھی ہمیشہ احتیاط سے کام لیا ہے اور اس صنف سے وابستہ افراد کے تذکار میں ہمیشہ احترام وآداب کو ملحوظ رکھا ہے۔"(10)

ڈاکٹر محمد اسلم فرخی کے مطابق:

"عزیز احسن،ادیبوں، شاعروں اور نقادوں کے اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جس نے متانت،سنجیدگی، دیدہ وری اور فکری وفنی آگہی کی روشنی میں نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذخیرے،تاریخ اور جدید امکانات کا جائزہ لیا ہے اور فکر وفن کے نئے تقاضوں کے تناظر میں نعت گوئی کا بحیثیتِ صنف محاکمہ کیا ہے۔"(11)

حفیظ تائب رقمطراز ہیں:

"نعت میں محتاط رویوں کی ضرورت کو ہمیشہ محسوس کیا گیا، لیکن دورِ موجود میں یہ ضرورت کچھ زیادہ بڑھ گئی ہے۔ غالباً یہی محسوس کرتے ہوئے۔۔۔عزیز احسن نے اس کام کے لیے بڑے بھرپور انداز سے قلم اٹھایا ہے۔۔عزیز احسن نے بڑے اعتماد اور جراءت سے شعرا کرام کے نام لے کر بے احتیاطیوں کی نشاندہی کی ہے۔"(12)

سید صبیح رحمانی،عزیز احسن کی تنقیدی بصیرت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عزیز احسن کا سفرِ تنقید اس اعتبار سے بھی بڑی اہمیت رکھتا

ہے کہ وہ اس اہم ترین صنفِ سخن سے متعلق بنیادی مباحث اٹھانے
والوں کی پہلی نسل میں شامل ہیں۔ وہ موضوع کو گہری ناقدانہ نظر سے
دیکھتے ہیں اور نتائج اخذ کرنے سے پہلے موضوع کے داخلی اور خارجی پہلو
ؤں کو عموماً پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ ان کے مضامین میں جا بجا نظر آنے
والے مشرقی و مغربی ادب کے شعری و نثری حوالے ان کی وسعتِ مطالعہ
کی دلیل ہیں۔" (13)

یہاں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ عزیز احسن کی تنقید نگاری میں عمیق نظری اور عملی تنقید کو عمل دخل حاصل ہے اور اس میں ان کے وسیع المطالعہ ہونے کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ وہ تاریخ اسلام اور دوسرے مذاہب کی تاریخ کو بھی خوب جانتے ہیں۔ مسلم مورخین اور محققین کے ساتھ ساتھ انھوں نے غیر مسلم تنقید نگاروں کی کاوشوں کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ان کی نظر میں بلند سوچ اور فکری فضالے کر آنا کسی قوم کی اجارہ داری نہیں ہے۔ پروفیسر قیصر نجفی لکھتے ہیں:

"عزیز احسن کے حرف میں روشنی ہے۔ روشنی کے لغوی،
استعاراتی، اصطلاحی یا سائنسی معانی و مفاہیم جو بھی ہوں، یہ امر مسلمہ ہے
کہ روشنی موجوداتِ عالم کو اس طرح عیاں اور نمایاں کر دیتی ہے کہ ان کی
حقیقت و ماہیت سمجھنے میں دشواری پیش نہیں آتی۔ اس اصول کا اطلاق
جب ہم عزیز احسن کے قلم کی روشنی میں کرتے ہیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ
انھوں نے فی زمانہ نعت کے حوالے سے بے خبری، کم علمی، بداعتقادی، کج
فکری اور فن ناشناسی کے ظلمت آفریں ماحول میں نعت کی تخلیقی سچائیوں کو
اس طرح اجاگر کیا ہے، جیسے گھٹا ٹوپ اندھروں میں جگنو اپنے وجود کا
اعلان کرتا ہے۔۔۔۔۔عزیز احسن کو نعت اور نعتیہ ادب سے فطری
مناسبت ہے، تنقید ان کے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہے، تحقیق
ان کی طبعی افتاد اور مطالعہ ان کی فطرتِ ثانی ہے"۔ (14)

پروفیسر شفقت رضوی نے اپنی کتاب "نعت رنگ کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ" میں عزیز احسن کے فکر وفن کا بھرپور جائزہ لیا ہے ان کی رائے ملاحظہ کیجیے:

"عزیز احسن کراچی کے ان لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے علم وفن میں پاکیزہ خیالی اور تقدیسِ حرف پر زور دیا ہے اور ان عناصر کو شاعری بالخصوص حمد ونعت کے لیے لازمی عناصر بتلائے ہیں۔ وہ اقلیم نعت کے اہم رکن ہیں، شاعر ہیں، تنقید نگار ہیں اور ہر علمی وفنی معاملہ میں اپنی ذاتی رائے رکھتے ہیں۔ اور اپنے انفرادی لہجہ واسلوب میں اظہار کرتے ہیں۔ کراچی میں حمد ونعت کی تنقید و تشریح کے سلسلے میں جو دو چار اہم نام ملتے ہیں ان میں عزیز احسن نے اپنا وقار بنا رکھا ہے۔۔۔عزیز احسن نے نعتیہ شاعری اور عمومی شاعری کے درمیان خط امتیاز کھینچنے کی ضرورت پر زور دیا ہے"۔(15)

پروفیسر انوار احمد زئی رقم طراز ہیں:

"ڈاکٹر عزیز احسن کے یہاں نقد ونظر کے پیمانے بھی روایتی اور رواجی نہیں ہیں۔ ان کے انتقادی رویے میں جو ارتکازِ فن نظر آتا ہے وہ ان کے درون کے جذبوں کا آئینہ دار ہے۔ وہ محض تحقیق کی غرض سے فن نعت گوئی کا مطالعہ نہیں کرتے بلکہ وہ حبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرشاری کی ناقابل بیان خوشبو سے مشام جاں کو معطر کرتے ہیں اور پھر اپنے موضوع کو اسی کیفیت سے معنبر کرتے نظر آتے ہیں۔"(16)

پروفیسر انوار احمد زئی کی اس بات سے ہمیں عزیز احسن کی نعتیہ تنقید اور ان کی ادبی قدر ومنزلت کا احساس ہوتا ہے۔

ڈاکٹر محمود الرحمٰن نے ماہنامہ "اخبارِ اردو"، اسلام آباد کے شمارہ جنوری 2008ء میں عزیز احسن کی کتاب "ہنر نازک ہے" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

" آپ [عزیز احسن] شاعر ہیں اور فکر انگیز غزلیں لکھتے ہیں۔ آپ نعت گو ہیں اور آنکھوں کو پُرنم کردینے والی نعتیں کہتے ہیں۔ با ایں ہمہ، آپ نقاد بھی ہیں اور اپنے تنقیدی شعور، فکری رسائی اور زبان و بیان کے اسقام و عیوب پر گہری نظر رکھنے کے باعث اردو ادب کے فروغ میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اس خداداد صلاحیت سے موصوف نے ایسی صنفِ سخن کے دائرے کو ضوفشاں کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے جس کے متعلق خود ان ہی کا شعر صادق آتا ہے:

شہرِ ابیات میں خامے کا سفر نازک ہے
مدحِ سرکارِ دوعالم کا ہنر نازک ہے

۔۔۔۔زیرِ تبصرہ کتاب کے مصنف نے ان ہی حقائق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے نعت گوئی جیسی ارفع و اعلیٰ صنف کو خلوصِ دل کے ساتھ نقد و نظر کا موضوع بنایا ہے اور سرکارِ دوعالم کی مدح کرنے والوں کو یہ بتایا ہے کہ اس کوچہء عاشقاں میں " بے ادبی" کا گزر نہیں، " بے احتیاطی" کا تصور تک نہیں، زبان و بیان کے اسقام " قابلِ معافی" نہیں اور فنی عیوب کا ارتکاب " گناہ" ہے"۔(17)

پروفیسر ڈاکٹر نجیب جمال (ایف۔سی۔کالج یونیورسٹی، لاہور) رقم طراز ہیں:

''یہ سب مضامین (ڈاکٹر عزیز احسن کی ادبی تحریریں) ڈاکٹر عزیز احسن کے مطالعے کی متنوع جہات کا پتا دیتے ہیں۔ ان کا اختصاص یہ ہے کہ عصرِ موجود کے تحقیقی و تنقیدی اُفق پر وہ ایک ایسے نقاد ہیں جو تنقید کو وقیع اور تخلیق کا ہم سر بنانے کے لیے انسانی علوم سے مدد لیتا ہے، ارتباطِ لفظی و معنوی سے تفہیم کے در کھولتا ہے، گنجِ معنی کی طلسم کشائی کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر اپنی تحریروں کو ہمارے لیے قابلِ فہم اور قابلِ مطالعہ بناتا ہے''۔(18)

ڈاکٹرشمع افروز (اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اردو، جامعہ کراچی) نے ''ڈاکٹرعزیزاحسن کی ادبی تحریریں'' کے نام سے کتاب مرتب کی تھی......وہ فرماتی ہیں:

''ایک حساس شاعراپنی شعری تخلیقات میں اپنے محسوسات اوردل کی دھڑکنوں کی آواز کوہی شعروں میں ڈھالتا ہے۔''تیرے ہی خواب میں رہنا'' کی شاعری بھی ان کے جذبات واحساسات کوپیش کرتی ہے۔اس مجموعۂ کلام کے بعدعزیزاحسن صاحب کے یکے بعد دیگرے تین نعتیہ مجموعے شائع ہوئے۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی فکراورتخلیقی صلاحیتوں کا رخ مکمل طور پرنعت نگاری کی طرف ہوگیا..................کسی نقادکی چندیا تمام تحریروں کی جمع آوری سے اس نقاد کے مقام ومرتبے کا تعین آسان تر ہوجاتا ہے۔یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔یقیناپیشِ نظرکتاب (ڈاکٹرعزیزاحسن کی ادبی تحریریں) ڈاکٹرعزیز احسن کے افکارونظریات کے نئے گوشوں کوواکرے گی اوران کے ادبی مقام ومرتبے کے خط وخال واضح کرنے کا سبب بنے گی''۔(19)

پروفیسر ڈاکٹرنجیبہ عارف صاحبہ(صدر شعبہء اردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد) نے لکھا:

''ڈاکٹرعزیزاحسن کثیرالجہت علمی وادبی شخصیت ہیں اوراپنے تنقیدی وتحقیقی کارناموں سے اہل علم وادب میں بہت احترام اورقدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔نعت گوئی پرتنقید کے حوالے سے آپ کی متعددتحقیقی وتنقیدی کتب شائع ہوئیں،جن کی اہمیت اورقدروقیمت سے علمی حلقے خوب واقف ہیں۔خودبھی نعت گو ہیں اورتین نعتیہ مجموعوں کے خالق ہیں۔مطالعۂ اقبال بھی ڈاکٹر صاحب کی دلچسپی کا موضوع رہاہےاور اس حوالے سے ان کے کئی مقالے شائع ہوچکے ہیں۔اس مجموعے(ڈاکٹرعزیزاحسن کی ادبی تحریریں)میں شامل مقالات سےشعروادب،

تنقید اور تصوف سے ڈاکٹر صاحب کی دل چسپی کے شواہد ملتے ہیں اور یہ
بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شخصیت کے ایسے کئی دیگر گوشے ہیں جو ان کی
نمایاں دلچسپیوں کی اوٹ میں عام طور پر پنہاں رہے ہیں۔ ادبی تنقید پر
مبنی ان کے مقالات ان کے گہرے ادبی و تنقیدی شعور کا پتا دیتے ہیں اور
معاصر تنقیدی سرمائے میں گراں قدر اضافے کا باعث بنتے
ہیں''۔(20)

معروف شاعر، ادیب، نقاد اور ماہنامہ" مکالمہ" کراچی، کے مدیر مبین مرزا نے لکھا:

"یہ بات خوش کن بھی ہے اور خوش آئند بھی کہ اردو نعت کے
تنقیدی مطالعے کا کام عزیز احسن ایسے سنجیدہ اور صحیح العقیدہ لوگ سرانجام
دینے کے لیے آگے آرہے ہیں اور انہیں بہ خوبی اندازہ ہے کہ ان کی ایک
اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ آغاز کار ہی میں نعت گوئی کے باب میں فکری
مغالطوں اور عقیدے کی ناراستی کے مسائل پر بھی دیانت و متانت کے
ساتھ گفتگو کرنا ازبس ضروری ہے"۔(21)

حوالہ جات

1- Dr. Mahmud-ur-Rahman, Poetry of a pleasant Dream.Pakistan Journal of Education, Allama Iqbal Open University, Islamabad Issue No. I, Vol:No.xxii.,Page No.191

2- سہ ماہی "الاقرباء"،اسلام آباد۔شمارہ جنوری۔مارچ2006ء(سالنامہ)صفحہ178

3- سہ ماہی "الاقرباء"،اسلام آباد۔شمارہ جنوری۔مارچ2008ء(سالنامہ)صفحہ263

4- پروفیسر محمد اکرم رضا،عزیز احسن کی نعت شناسی،مشمولہ "نعت رنگ ۔23"،نعت ریسرچ سینٹر،کراچی،ص447

5- ایضاً ص452

6- ایضاً ص455

7- ایضاً ص455

8- عزیز احسن،شہپرِ توفیق،نعت ریسرچ سینٹر،کراچی، 2009ء،فلیپ ---۔صبیح رحمانی

9- عزیز احسن،نعت کی تخلیقی سچائیاں،اقلیمِ نعت،کراچی، 2003ء،فلیپ ---۔ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی

10- ڈاکٹر عزیز احسن، پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر، نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، ص15

11- عزیز احسن، ہنر نازک ہے،اقلیمِ نعت،کراچی،فلیپ ---۔پروفیسر ڈاکٹر اسلم فرخی

12- ڈاکٹر عزیز احسن اور مطالعاتِ حمد و نعت،مرتبہ: صبیح رحمانی،نعت ریسرچ سینٹر،کراچی، ص19

13۔ عزیز احسن، اردو نعت اور جدید اسالیب، فضلی سنز (پرئیویٹ) لمیٹڈ، اردو بازار، کراچی، 1998ء، فلیپ صبیح رحمانی

14۔ پروفیسر قیصر نجفی، "نعت کی تخلیقی سچائیاں۔۔فکر وفن کا چراغاں" مشمولہ نعت رنگ 16، فروری 2004ء، صفحات 286 سے 293 تک۔

15۔ پروفیسر شفقت رضوی، نعت رنگ کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ، مہرِ منیر اکیڈمی (انٹر نیشنل)، کراچی، فروری 2004ء، ص275

16۔ عزیز احسن، ڈاکٹر، پاکستان میں نعت کا ادبی سفر، کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، 2014ء، ص:16

17۔ مقتدرہ قومی زبان کا ترجمان، ماہنامہ اخبارِ اردو، اسلام باد، جنوری 2008ء، ص59

18۔ ڈاکٹر شمع افروز، ڈاکٹر عزیز احسن کی ادبی تحریریں، بزمِ تخلیقِ ادب پاکستان، کراچی، ستمبر:2016ء۔۔۔ فلیپ

19۔ ایضاً۔۔۔۔جوازِ تالیف

20۔ ایضاً۔۔۔۔فلیپ

21۔ اردو نعت اور جدید اسالیب پر ایک نظر مشمولہ نعت رنگ 8 مطبوعہ ستمبر 1999 کراچی
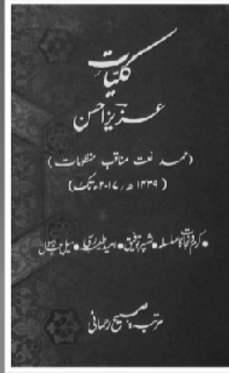
ڈاکٹر عزیز احسن حمد و نعت کے حوالے سے ہمارے عہد کی ایک معتبر شخصیت ہیں آپ نے تخلیق، تحقیق، تنقید اور ترتیب و تدوین نعت کے باب میں جو گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں وہ ایک جداگانہ مقالے کا موضوع ہیں رفعت ناصر کی یہ کتاب عزیز احسن صاحب کے 'کلیات' کے فکری و فنی جائزے پر لکھا گیا ایک مقالہ ہے جسے ایم فل (اردو) کی تکمیل کے لئے رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی فیصل آباد کیمپس کے لئے لکھا گیا رفعت کی یہ (طالب علمانہ) کوشش اس اعتبار سے اہم ہے کہ اسے عزیز احسن شناسی کے باب میں (خصوصاً ان کے کلیات کے جائزے کے حوالے سے) ایک اوّلین دستاویز کی حیثیت حاصل رہے گی۔ رفعت کی کوشش لائق تحسین ہے انہوں نے کم وقت میں اس پھیلے ہوئے کام کو جس انداز میں سمیٹا ہے اس سے رفعت کو تو خوشی ہوئی ہے ہمارے یونیورسٹی کو بھی ایک اہم مقالہ مل گیا۔

عزیز احسن نے نعت رنگ (کراچی) کی مشاورت کے علاوہ نعتیہ ادب کے فروغ کے لئے جو گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں وہ کئی حوالوں سے اہم ہیں خصوصاً ان کی نعت کا علمی پایہ، اُس میں قرآن مجید اور احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ جات، اُن کا نعتیہ اسلوب، الفاظ کی دروبست اور شعری آہنگوں کا دلپذیر استعمال، نعت میں اُن کی تمثال کاری کا تخلیقی انداز ___ عزیز احسن کی نعتیہ نثر، کلاسیکی نعتیہ ادب پر ان کے مقالہ جات، معاصر نعت پر اُن کے مضامین اور تبصرے وغیرہ ان سب موضوعات پر جدا جدا کام کرنے کی ضرورت ہے ___ عقیدت نگاری (Devotional Poetry) کے ضمن میں اُن کی مساعی جمیلہ سے جہاں اُن کی فکری قامت میں اضافہ ہوا وہاں اردو کا نعتیہ ادب بھی ثروت مند ہوا ہے۔

مقامِ مسرت ہے کہ گزشتہ عشرے سے پاکستانی جامعات میں حمد و نعت پر تحقیقی و تنقیدی کام کا رجحان بڑھا ہے مجھے امید ہے عزیز احسن کی نعتیہ کارکرگی کے مختلف پہلوؤں پر آنے والے سکالرز زیادہ بہتر انداز میں کام کر سکیں گے۔

ریاض مجید